جنگ افیون سے آزادی تک

اسرائیل اپسٹین

[redacted]
:12/57
63
25

جنگ افیون سے آزادی تک

اسرائیل اپسٹین

غیرملکی زبانوں کا اشاعت گھر
پیچنگ

پہلا ایڈیشن ۱۹۸۴ء

ترجمہ : رشید بٹ
تزئین : وو شو سونگ

مطبوعہ عوامی جمہوریۂ چین

مندرجات

عرض مصنف

باب۱ قدیم چین ۱

باب۲ افیون ، جنگی جہاز اور عیسائی مبلغ (۱۸۴۰ - ۱۸۴۹ء) ۱۵

باب۳ تھائی پھینگ انقلاب (۱۸۵۰ - ۱۸۶۵ء) ۲۹

باب۴ "مغربیت" میں پہلی ناکامی (۱۸۶۵ - ۱۸۹۵ء) ۶۳

باب۵ بٹوارے کا خطرہ (۱۸۹۵ - ۱۸۹۸ء) ۸۳

باب۶ مصلحین اور مایوسی (۱۸۹۸ء) ۹۵

باب۷ عوام کی ای ہو تھوان ("باکسر") بغاوت (۱۸۹۹ - ۱۹۰۱ء) ۱۰۳

باب۸ بورژوا انقلاب کی طرف (۱۹۰۱ - ۱۹۱۱ء) ۱۱۹

باب۹ ملوکیت کا خاتمہ ۱۴۷
(۱۹۱۱ء)
باب۱۰ جنگی سرداروں کا زمانہ اور نئی عوامی قوتیں ۱۵۳
(۱۹۱۲ - ۱۹۱۸ء)
باب۱۱ ۱۹۱۹ء کی "۴ مئی" تحریک : ۱۷۷
نئے جمہوری انقلاب کا آغاز
باب۱۲ کمیونسٹ پارٹی کا قیام : ۱۸۹
مزدور طبقے کی قیادت کا آغاز
(۱۹۲۱ - ۱۹۲۳ء)
باب۱۳ انقلابی متحدہ محاذ کی تشکیل ۲۰۳
(۱۹۲۳ - ۱۹۲۵ء)
باب۱۴ پہلی انقلابی خانہ جنگی ۲۱۹
(۱۹۲۵ - ۱۹۲۷ء)
باب۱۵ دوسری انقلابی خانہ جنگی ۲۴۱
(۱۹۲۷ - ۱۹۳۷ء)
باب۱۶ جاپانی سامراج کے خلاف جنگ مزاحمت ۲۷۱
(۱۹۳۷ - ۱۹۴۵ء)
باب۱۷ جنگ آزادی اور فتح ۳۰۱
(۱۹۴۶ - ۱۹۴۹ء)
حرف آخر ۳۴۱

عرض مصنف

یہ بات میرے لئے باعث مسرت‌وافتخار ہے کہ تاریخ چین سے متعلق میری یہ ادنیٰ کاوش برصغیر پاک وھند کی تین اھم زبانوں — اردو ، ھندی اور بنگالی میں شائع ھو رھی ھے -

اس سے قبل بھی میری کچھ کتابیں غیرمنقسم ھندوستان میں چھپ چکی ھیں ، لیکن میری معلومات کے مطابق یہ کتابیں صرف انگریزی میں شائع ھوئی تھیں - " I Visit Yenan " ۱۹۴۵ء میں ، " The Unfinished Revolution in China " ۱۹۴۷ء میں اور زیرنظر کتاب کا ایک مختصر ایڈیشن ۱۹۵۶ء میں طبع ھوئیں - " Unfinished Revolution " کہ یہ اسی عنوان سے امریکہ میں شائع ھوئی تھی ، دیگر اصحاب کے علاوہ ڈاکٹر دوارکاناتھ کٹنس کے نام بھی معنون تھی ، جنھوں نے اپنی جان چین کی جہد آزادی کی نذر کر دی اور آج بھی چینی عوام کے دلوں میں بستے ھیں -

ایشیائی اقوام کے مسائل جزئیات کے اعتبار سے فرق رکھتے ھیں اور اس فرق کا مطالعہ اور اس کا پاس کیا جانا چاھیئے ، تاھم مشترکہ مفادات کا دائرہ بہت وسیع ھے اور تمام اختلافات اسی دائرے کے اندر ھیں - چین اور ماضی کے نوآبادیاتی اور نیم نوآبادیاتی ممالک

جنہیں اب ہم تیسری دنیا کے ممالک کہتے ہیں ، کے درمیان مشترکہ مفادات کی وسعت بےحساب ہے ۔

جہاں تک برصغیر پاک و ہند کا تعلق ہے ، ہم ماضی پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو چین اور اس خطے کے درمیان ثقافتی تعلقات اور ربط ضبط کی دو ہزار سالہ تاریخ ملتی ہے ۔ ان میں چپقلش نام کو نہ تھی ۔ نوآبادیاتی دور سامنے آتا ہے تو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ افیون کے زمانے میں دونوں خطے یکساں جبرواستبداد کا شکار ہوئے ۔ اور دونوں ہی نے جرأت مندانہ مزاحمت کی ۔ چین کے تھائی پھینگ انقلاب اور بھارت کی ۱۸۵۷ء کی قومی جنگ آزادی نے محض گفتار کی حد تک نہیں ، عملاً ایک دوسرے کی مدد کی ۔ جیسا کہ آپ آگے چل کر پڑھیں گے ، برطانوی مداخلت کاروں کی جو فوج تھائی پھینگ انقلاب کو کچلنے کے لئے آئی ، اس کے کچھ بنگالی ، پنجابی اور دوسرے یونٹوں کے سپاہی تھائی پھینگ انقلابیوں سے جا ملے تھے ۔ اور یہ تو اسی صدی کی بات ہے کہ جاپان کے خلاف چین کی جنگ مزاحمت کے دوران غیر منقسم ہندوستان کا ایک طبی وفد چین کے گوریلا علاقوں میں جا کر کام کرتا رہا ۔

یہ ابھی کل کا واقعہ ہے کہ جن ملکوں نے سب سے پہلے نئے چین کو تسلیم کیا ان میں پاکستان اور بھارت پیش پیش تھے ۔

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو بلاشبہ چین اور برصغیر پاک و ہند کے عوام کے مابین تعلقات کا اصل رجحان ان کے سانجھے مستقبل ، مفادات و احساسات ، اور خودمختاری کے استحکام اور قومی تعمیر کے نئے فرائض سے متعین ہوتا ہے ۔

آج چین اور برصغیر پاک وھند کے درمیان تعلقات ایشیا میں امن ، تعاون اور تیسری دنیا کی پیش رفت اور عالمی امن کے لئے جسے اعلیٰ طاقتوں کی متصادم پالیسیوں کے باعث خطرہ لاحق ھے ، انتہائی اھمیت کے حامل ھیں ۔

پیچنگ

بہار ، ۱۹۸۲ء

باب ۱

قدیم چین

چینی ریاست اور چینی تہذیب ہزاروں برس کی تاریخ پر محیط ہے ۔ چینی عوام نے اس طویل عرصے میں قومی خودمختاری اور سماجی آزادی کے علمبردار بہت سے عظیم مجاہد ہی نہیں ، فطری علوم کے ممتاز سائنس‌دان ، موجد ، انجنیر ، فلاسفر ، شاعر اور جنگی ماہرین بھی پیدا کئے ۔ ان کا شمار دنیا کی اولین قوموں میں ہوتا ہے جنہوں نے مادی ثقافت کو عروج بخشا ۔ ان کی ماہرانہ کھیتی باڑی نے کثیر آبادی کے لئے اساس فراہم کی ۔ کاغذ ، ریشم ، بارود ، بحری قطب نما ، طباعت اور پورسلین کا شمار چینیوں کی معروف صنعتی اور سائنسی ایجادات میں ہوتا ہے ۔ مزیدبرآں ، چین حسب ذیل اشیا کے استعمال میں یورپ سے صدیوں آگے تھا :

ایندھن کے لئے کوئلہ ۔

نمک اور قدرتی گیس کے لئے گہرے کنوؤں کی کھدائی (اصول وہی تھا جو آج تیل کے کنوؤں کی کھدائی میں استعمال ہوتا ہے) ۔

دھاتیں پگھلانے میں پن پہیئے والی دھونکنی ۔

میکینکس میں ڈیفرنشل گیئر اور کلاک ورک ۔

بحری جہازوں میں دنبالےکی پتوار ، پن روک خانے اور پتوار والے پہیئے ۔

قطعہ‌دار محرابی اور معلق پل اور نہروں پر بند ۔

زلزلوں کا سراغ لگانے کے لئے زلزلہ پیما ۔

ریاضی میں ایبکس (abacus) ، پائی (π) کی انتہائی درست قدر اور دوعددی کلیہ ۔

لڑائی کے لئے کمان ، توپ اور بارودی راکٹ ۔*

چینی عوام نے لوہے کا استعمال دوسری قوموں کی نسبت قدرے دیر سے شروع کیا ۔ تاہم ، جزوی طور پر کوئلے کے استعمال میں اولیت کے سبب وہ اس اہم میدان میں بسرعت آگے نکل گئے ۔ پہلی صدی عیسوی کا مورخ پلینی لکھتا ہے کہ اس دور کے روم میں چین سے آنے والا لوہا بہترین سمجھا جاتا تھا ۔ ** چین کا رومن نام سریکا

---

* ان اور دیگر ایجادات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے Joseph Needham, *Science and Civilization in China* (Cambridge University Press). عمدہ دستاویزی تحقیق پر مبنی اس کتاب کی ۱۹۵۴ء سے اب تک کئی جلدیں شائع ہو چکی ہیں ۔

** Pliny, *Historia Naturalis*, Vol. XXXIV, pp. 145. اور "The Development of Iron and Steel Technology in China" (London, 1958). میں پروفیسر نیڈھام رقمطراز ہیں ، " ۵ ویں اور ۱۷ ویں صدی کے درمیان یورپی نہیں بلکہ چینی تھے جو حسب ضرورت لوہا ڈھالنے پر قادر تھے اور انہوں نے فولاد سازی کے ایسے پیش رفتہ طریقے اپنا رکھے تھے جن سے مغربی دنیا بالکل لاعلم تھی ۔ " اور " قرون وسطیٰ کی دنیا میں یہ صرف چین ہی تھا جہاں لوہے اور فولاد کی خاصی فراوانی تھی ۔ "

یعنی سرزمین ریشم ، تھا ، جو پارچہ بافی میں چین کی شہرت پر مہر تصدیق ثبت کرتا ہے ۔ دونوں سلطنتوں کے درمیان یہ بھی ایک اہم سامان تجارت تھا ۔

امر واقعہ یہ ہے کہ لگ بھگ دو ہزار سال تک چین کی پیداواری مہارت مغرب سے آگے رہی ۔ قرون وسطیٰ کے مارکو پولو ایسے سیاح ترقی یافتہ اقتصادی بندوبست مثلاً کاغذی کرنسی دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے ، جس سے دوسرے ملک ہنوز لاعلم تھے (سوداگر ہونے کے ناتے پولو نے کرنسی تو دیکھ لی ، مگر ثقافت پر اس کی نظر نہ گئی ۔ اس نے یہ نہیں لکھا کہ اس زمانے میں کرنسی ہی نہیں ، چینی کتابیں بھی چھاپی جاتی تھیں ۔ طباعت ایسی اہم ایجاد سے بھی اس وقت کا یورپ لاعلم تھا) ۔ اٹھارھویں صدی تک چین آنے والے سیاح اس کی ترقی کے قصیدہ خواں رہے ۔

مگر یورپ میں انقلابی تغیرات نے بہت جلد ثابت کر دیا کہ پرانے سماجی نظام ، جاگیرداری کے تحت عرصۂ دراز سے قائم فنی برتری کو ایک نئے نظام ، اس وقت کی سرمایہ‌داری ، کے ذریعے پیچھے چھوڑا جا سکتا ہے ۔ لگ بھگ ۲۵۰۰ سال تک جاگیردارانہ اقتدار کے تحت رہنے والا چین بہت جلد " پسماندہ " قرار دیا جانے لگا ۔ اور مغربی پروفیسروں نے چینی بلکہ عملاً سارے مشرقی معاشرے کو " بلحاظ فطرت جامد " قرار دینے کی اٹوٹ دھن الاپنی شروع کر دی ۔

یہ نقطۂ نظر غیرسائنسی اور شاونی ہے ۔ یہ ایشیا کے خلاف سرمایہ‌دار سامراج کی بےرحم جارحیت کو " تہذیب و ترقی " کا نام دے کر پھیلانے کے لئے گھڑا گیا تھا ۔ آج اس نقطۂ نظر کو وہ لوگ

نئے رنگ میں پیش کر رہے ہیں جو انقلاب بداماں مشرق سے خوفزدہ ہیں ۔ ایک مکتب فکر نے سوشلسٹ نظام پر ، جسے لامحالہ ہر جگہ سرمایہ‌داری کی جگہ لینی ہے ، یہ کہہ کر حملے کئے کہ یہ قطعاً ترقی پسند نظام نہیں بلکہ "آبی معاشرے" (یعنی وسیع و عریض نظام آبپاشی کی مالک مطلق‌العنان مرکزی ریاست سے جنم لینے والا معاشرہ) پر مبنی صدیوں پرانی "مشرقی استبدادی حکمرانی" * کی پیداوار ہے ۔ ہٹلر کے نسل پرستانہ نظریات کی طرح اور اسی نوع کے مقاصد کے حامل ان تصورات کا مقصد لوگوں کو یہ سجھانا ہے کہ کرۂ ارض کے صرف ایک حصے پر انسان جو مختلف‌النوع ترقی کر رہا ہے ، وہی بھلا اور بہتر ہے ۔ ترقی کی باقی سب شکلیں گھٹیا ، "ناسازگار" اور خطرناک ہیں ۔ یہ ایک پرانی سیاسی چال ہے جو تاریخ یا کسی اور علم سے کوئی سروکار نہیں رکھتی ۔ آج کے دور میں اس کا مقصد یہ ہے کہ سامراجی ملکوں کے عوام کو اپنے اپنے ملکوں میں طبقاتی اقتدار کے سوال اور ترقی اور رجعت پسندی کے سوال سے الگ تھلگ رکھا جائے (یہی مسائل درحقیقت ساری دنیا میں موجود ہیں) اور دوسرے ملکوں کے عوام کی مخالفت میں انہیں "ان کے ہم قوم" حکمرانوں ، یعنی ان کے اپنے ہی جابر حکمرانوں

---

* یہ "سرد جنگ" کے زمانے میں سامراج کے ایک حاشیہ بردار "مورخ چین" کے ۔ اے ۔ وٹفوگل کی بنیادی تان تھی ۔ اس نے اپنے تھیسس میں مارکس کو غلط رنگ میں پیش کیا اور کہا کہ اقتصادی اور سماجی قوتوں کی بجائے جغرافیائی قوتیں تاریخ کا تعین کرتی ہیں ۔ سیاسی اعتبار سے وہ ایک غدار تھا اور امریکہ میں میکارتھی نوازوں کے ساتھ ملکر اپنے ہم پیشہ ساتھیوں کی مخبری کرتا رہا ۔

کے ہاتھوں میں کھلونا بنایا جائے ۔

حقیقت میں ، ایسے تصورات کے برعکس ، چینی معاشرے کی پیش رفت نے بھی دوسرے معاشروں ایسا عمومی راستہ اپنایا ہے ۔ اور اس کی رفتار ، دوسرے معاشروں کی نسبت کبھی تیز اور کبھی سست رہی ہے ۔ چینی معاشرے نے یورپ سے صدیوں قبل قدیم گروہی معاشرے (قبائلی) سے غلام معاشرے اور غلام معاشرے سے جاگیردار معاشرے تک پیش رفت کی ، اور یوں یورپ سے بہت آگے رہا ۔ بعدازاں ، وہ یورپ کے مقابلے میں دگنے عرصے تک جاگیردار معاشرے کے بندھنوں میں جکڑا رہا اور اس سے پیچھے رہ گیا ۔

اب حالات بدل چکے ہیں ۔ مغربی ممالک کی طرح سرمایہ‌دارانہ نظام قائم کرنے اور سیکڑوں سال تک اس کی چکی میں پستے رہنے کی بجائے چین غیرملکی سامراجی تسلط اور اندرون ملک جاگیرداری سے انقلابی انداز میں چھٹکارا حاصل کرکے ایک طاقتور اور جدید سوشلسٹ ملک کا روپ دھارنے کے تیز رفتار عبوری دور سے گزر رہا ہے ۔ چنانچہ آج وسیع تر سماجی زاویے سے دیکھا جائے تو یہ پرانی سرمایہ‌دار دنیا ہے جو " جمود " کا شکار ہے ۔ (بےشک اس کا یہ مطلب نہیں کہ چین سوشلزم کی تعمیر کے عمل میں ، صدیوں پرانی تکنیکی پسماندگی سے قطع نظر ، سرمایہ‌داری کی بجائے بنیادی طور پر جاگیردارانہ عادات اور روایات کے بوجھ سے آزاد ہے ۔)

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ چین اتنے طویل عرصے تک جاگیرداری کے دور میں کیوں رہا ؟ تو اس کے مورخ ابھی کسی قطعی جواب کا دعویٰ نہیں کرتے ۔ تاہم حسب ذیل وجوہ عام طور

پر زیر بحث رہتی ہیں ۔

اول ، کسی نہ کسی حد تک وہ تمام خصوصیات موجود تھیں جو تمام جاگیردار معاشروں کا خاصہ رہی ہیں :

کسان روزمرہ استعمال کی اشیا زیادہ‌تر خود ہی تیار کرتے تھے ؛ اجناس کی گردش اس قدر وسیع پیمانے پر کبھی نہ رہی کہ وہ مقامی خودکفیل معیشت کا خاتمہ کر سکتی ۔

زمیندار طبقہ جو بھاری لگان وصول کرتا تھا وہ زیادہ‌تر اسی طبقے کے ارکان کی خواہشات اور اس کے اقتدار کے تقاضوں کی تکمیل میں کام آتا تھا ۔ اس طبقے کی حاکمانہ ضروریات میں درباری جاہ و حشم ، حکام کا لشکر ، اور غارت گرانہ سرحدی جنگوں کے ساتھ ساتھ اندرون ملک عوام کو کچلنے والی جنگیں شامل تھیں ۔ یہ جملہ اسباب صنعت و تجارت کی سرمایہ‌کاری میں کسی بڑے اضافے کے سدراہ رہے ۔

دوسرا اور زیادہ اہم سبب چینی جاگیرداری کے کچھ مخصوص خدوخال تھے ، جنہیں بعض مورخوں نے یوں بیان کیا ہے :

متمرکز ریاستی ڈھانچہ ، جس کا سربراہ شہنشاہ تھا ، بہت عرصے پہلے ہی وجود میں آ چکا تھا ۔ چین میں مرکزی طاقت ، شہنشاہ اور شہروں میں ابھرتے ہوئے بورژوا طبقے کے درمیان گٹھ جوڑ کے ذریعے مطلق اقتدار حاصل نہیں کرتی تھی ، جیسا کہ یورپ میں رواج تھا ۔ اس کی بجائے دارالحکومت سے دیہی کاؤنٹیوں کی سطح تک بےحد منظم و وسیع شاہی بیوروکریسی سارے زمیندار طبقے کے مفادات پورے کرتی تھی ، جس کا سرخیل شہنشاہ

ہوتا تھا ۔ یہ بیوروکریسی کسی نمایاں حکمران گروہ کی تشکیل نہیں کرتی تھی ، جیسا کہ " مشرقی معاشرے " کے شارحین دعویٰ کرتے ہیں اور اسے مشرق کے " بنیادی طور پر مختلف " سماجی نظام کا ایک ثبوت بنا کر پیش کرتے ہیں ۔ یہ جاگیرداری کا ایک بےحد ترقی یافتہ آلہ تھا — ایک ایسا نظام جو ، مشرقی اور مغربی ہر دو شکلوں میں جاگیردار حکمران طبقے کے لئے مخصوص تھا ۔ یہ طبقہ محنت میں لگان (یا خراج) ، مصنوعات یا پیسے کے ذریعے کسانوں کا استحصال کرتا تھا ۔ چین میں شہروں کا انتظام حکام کے ہاتھوں میں ہوتا تھا اور حکمران جاگیردار طبقے کی فوجیں حفاظت کے لئے متعین ہوتی تھیں ۔ دریں حالات تجارتی اور صنعتی سرمایہ‌داروں کے خودمختار مسلح شہری ٹھکانوں کے فروغ کا امکان معدوم ہو کر رہ گیا تھا ، جبکہ یورپ میں مقامی حاکموں کے مابین چپقلش جاری رہتی تھی ۔ آیا چینی جاگیرداری کا بالائی ڈھانچہ اس نوع کے معاشرے کے لئے " مخصوص " نوعیت رکھتا تھا یا ایک " انوکھا " اور بمشکل قابل شناخت تھا ، اس کا انحصار دیکھنے والے کے زاویۂ نظر پر ہے ، یعنی آیا وہ قرون وسطیٰ کے یورپ کو معیار بناتا ہے یا قدیم چین کو ۔ ایک بات طے شدہ ہے کہ چین کا نظام بےحد کامل تھا اور اتنا متمرکز کہ کسی دوسرے بڑے ملک میں اس کی نظیر بمشکل ہی ملے گی ۔ یہ بات بھی اس نظام کے دوام کی ایک وجہ بنی ۔

کاٹیکنی اور حرفت ایسے اہم شعبوں ، مثلاً لوہا ، نمک اور کسی حد تک ریشم اور پورسلین ، اور چائے اور گھوڑوں وغیرہ

کی تجارت پر ابتداً جاگیردار ریاست کا اجارہ تھا ۔ ان شعبوں میں تاجر اجازت نامے حاصل کرنے کے بعد ھی کام کر سکتے تھے اور یہ اجازت نامے جاگیردار حکام کسی بھی لمحے منسوخ کر سکتے تھے ۔ ان اجارہدار صنعتوں میں کاریگروں کی حیثیت اجرتی مزدوروں یا آزاد دستکاروں کی نہیں بلکہ ریاستی کمیروں کی سی تھی ۔ تاجروں کا سیاسی رتبہ بہت پست تھا اور وہ عام طور پر کلیدی عہدوں سے محروم رھتے تھے ۔ لہذا دولتمند بننے کے بعد وہ اکثر تجارت سے کنارہ کش ھو کر حکمران جاگیردار طبقے اور اس کی بیوروکریسی میں گھسنے کی تگ و دو میں لگ جاتے تھے ۔

اس تنظیمی ڈھانچے کے ساتھ چینی جاگیرداروں نے تاجروں اور سودخوروں کو ساتھ ملانے کے باوصف مطیع رکھا اور یہ استحصال کنندوں کی ایک باھم مربوط اور پائدار مثلث بن گئی ۔ یہ مثلث متعدد بار اتار چڑھاؤ سے گزرنے کے باوجود قائم رھی اور بےشمار معاشی بحرانوں اور مادی ترقی کے ادوار سے گزری — چین کی سائنس اور ایجادات کی تاریخ شاھد ھے کہ یہاں جاگیردارانہ معیشت اور ٹیکنالوجی جامد یا بےحرکت نہیں ھوئی تھیں ۔ تاھم آخری تجزیے میں یہ پرکار بالائی ڈھانچہ (سیاسی اور نظریاتی نظام) اپنی بنیاد (معاشی اور سماجی نظام) کو جسے اس نے اتنے عرصے تک وجود برقرار رکھنے میں مدد دی تھی ، ھمیشگی نہ بخش سکا ۔ آج کے دور میں اس کی تعبیر یہ کی جا سکتی ھے کہ برطانیہ میں اشرافیہ سے بورژوا طبقے کا فنکارانہ گٹھ جوڑ ، بادشاھت سے مقصدبراری اور لیبر

پارٹی کا وجود ، جس کے وزرائےاعظم ارل کا خطاب تک پاتے ھیں ، برطانوی سرمایہداری کو عارضی طور پر ھی محفوظ رکھ سکتے ھیں ۔ اسی طرح ، امریکی سرمایہداری بھی ڈیموکریٹک اور ری پبلکن پارٹیوں کی سیاسی شعبدہ بازی سے — جو اجارہدار سرمائے سے پوری طرح وابستہ ھیں — دوام حاصل نہیں کر سکتی ۔ یہ دونوں پارٹیاں معاشرے کے تمام حلقوں کے لئے سیاسی عمل کے واحد راستے کی نمائندگی کرتی ھیں ، تاکہ مزدور اپنی سیاسی پارٹی اور ریاستی اقتدار کی ضرورت محسوس نہ کریں ۔ بہر حال ، استحصالی معاشرہ اور سیاسی حیلے بہانے کیسے بھی ھوں ، طبقاتی جدوجہد کو روکا نہیں جا سکتا ۔ حالات جب بھی سازگار ھوتے ھیں ، یہ کایاپلٹ کا فریضہ انجام دے جاتی ھے ۔

پرانے چین میں بنیادی انقلابی طبقہ کسان تھے ، جو زمینداروں ، تاجروں اور سودخوروں کے تہرے طوق کے بوجھ تلے جان توڑ مشقت کرتے تھے ۔ اس طبقے نے طاقتور جابر قوت کے خلاف صدیوں تک واقعتاً تن تنہا مسلسل اور شجاعانہ جدوجہد کی ۔

ماؤ زے تنگ نے اپنے مضمون " چینی انقلاب اور چینی کمیونسٹ پارٹی " میں ۱۷ بڑی کسان بغاوتوں کا مبسوط تذکرہ کیا ھے اور بےشمار چھوٹی بڑی بغاوتوں کا حوالہ دیا ھے جو ۲۰۰۰ سال سے زیادہ عرصے میں ھوئیں ۔ انہوں نے نشاندھی کی کہ " چین میں عظیم‌الشان کسان بغاوتوں اور کسان جنگوں کی نظیر دنیا بھر میں نہیں ملتی " اور یہ بغاوتیں " چین کے جاگیردار معاشرے کی تاریخی پیش رفت میں حقیقی قوت محرکہ تھیں " ۔ یہ جدوجہد اتنے طویل عرصے تک

نظام کو تبدیل نہ کر سکی حالانکہ اس عمل میں شاہی خاندانوں کے تختے تک الٹے اور زمین بھی تقسیم ہوئی ۔ سبب یہ کہ مادی اور سماجی پیش رفت اس قدر نہیں ہوئی تھی کہ کوئی متبادل منظر عام پر آ سکتا ۔ اور تاریخ شاہد ہے کہ کسان تنہا نئی طرز کا معاشرہ یا ریاستی اقتدار قائم نہیں کر سکتے ۔ جب تک نئے طبقے وجود میں نہ آئیں اور قوت نہ پکڑیں ان کے حملے جاگیرداری کی بیخ کنی نہیں کر سکتے ۔ بیسویں صدی کے اوائل تک یہ ہوتا رہا کہ بورژوا طبقہ طاقت پکڑنے کے بعد کسان بغاوت کے نتیجے میں مسند اقتدار تک جا پہنچتا تھا اور پھر اپنے سرمایہ‌دارانہ استحصالی نظام کے ذریعے کسانوں کو محکوم بنا لیتا تھا ۔ تاہم ، آج کی دنیا میں ، جواں سال مزدور طبقہ بورژوا طبقے کو دھتا بتا کر ، اپنے اصل اتحادی کسان طبقے کی رہنمائی کرتے ہوئے براہ راست جاگیرداری دشمن انقلاب برپا کر کے انسان کے ہاتھوں انسان کا استحصال ختم کر سکتا ہے ، یعنی سوشلزم قائم کر سکتا ہے ۔ اور چین میں آخراً یہی ہوا ۔ مگر حالات سازگار ہونے سے قبل کسان بغاوتیں جاگیرداری کو ختم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھیں ، گو انہوں نے اس نظام پر جو کاری ضربیں لگائیں ، انہوں نے پیداواری اور دیگر عوامل کو پیش رفت دی اور پرمایہ انقلابی روایات تخلیق کیں جو وقت آنے پر جاگیردار طبقے کے خلاف جنگ میں قطعی کامرانی کا سبب بنیں ۔

بلاشبہ ، چین سرمایہ‌داری کے عوامل سے بھی عاری نہ رہا اور خاص طور پر سترھویں ، اٹھارھویں صدی اور انیسویں صدی کے اوائل میں یہ عوامل وجود میں آئے اور پھولے پھلے ۔ تبادلۂ اجناس کو بھی

کسی حد تک فروغ ملا - مینگ عہد (۱۳۶۸ - ۱۶۴۴ء) میں جاگیردارانہ محاصل اور محنت کو ملا کر واحد محصول بنا دیا گیا جو چاندی کی شکل میں قابل ادائی ہوتا تھا - کسانوں کو سرکاری طور پر حکم دیا گیا کہ وہ کپاس کی کاشت کریں ؛ تاجروں نے پارچہ بافی کی فیکٹریاں قائم کیں یا ان میں سرمایہ‌کاری کی ، ان فیکٹریوں میں بعض اوقات سیکڑوں افراد کام کرتے تھے - بیرونی تجارت میں بھی ایک حد تک اضافہ ہوا - بعدازاں چھینگ عہد میں (مغربی جارحین کی آمد سے قبل) صوبہ کوانگشی میں لگ بھگ دس ہزار اجرتی کانکن اور کوانگ تونگ میں پچاس ہزار بافندے کام کر رہے تھے - بڑے بڑے کارخانوں میں ، جن میں بعضوں کے ہاں پانچ پانچ ہزار سے زائد مزدور کام کرتے تھے ، چائے کی پروسیسنگ ہوتی تھی - چینگ تہہ چن (صوبہ چیانگشی) میں پورسلین کے مشہور بھٹوں نے تقسیم محنت کا عمدہ عمل تشکیل دیا - صوبہ شانشی کے " صرافہ گھروں " کی شکل میں نسبتاً ابتدائی نوع کی بینکاری اور ادھار کھاتوں کا سلسلہ موجود تھا جو چین کے مختلف حصوں میں قائم تھے - یہ رقوم کی ترسیل اور کھاتےداری کے فرائض انجام دیتے تھے ، قرضے جاری کرتے تھے اور بسااوقات حکومت کے لئے محاصل کی وصولی بھی ان کے سپرد ہوتی تھی -

یہ تمام مظاہر اضافی ثبوت مہیا کرتے ہیں کہ سماجی مراحل کا تسلسل ، بقول مارکس ، ہر معاشرے کا خواہ وہ مشرقی ہو یا مغربی ، موروثی رجحان ہوتا ہے - تاہم ان مظاہر کا فروغ مذکورہ عوامل کے سبب تاخیر کا شکار ہو گیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ چین کے جاگیردارانہ

نظام کی دیواریں چینی سرمایہ‌داری نے نہیں بلکہ غیرملکی سرمایہ‌داری نے منہدم کیں ۔ اور جیسا کہ ہم آگے چل کر دیکھیں گے ، اسی عنصر نے اول‌الذکر کے فروغ کو محدود اور اپاہج بنایا ۔ اٹھارھویں صدی کے دوسرے نصف میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی ، جس نے ہندوستان کو تازہ تازہ محکوم بنایا تھا ، منافع بخش "چین سے تجارت" کے کام میں سرخیل بن گئی ۔ اس تجارت میں چین مصنوعات کا برآمد کنندہ تھا ۔ یہاں سے نہ صرف چائے بلکہ ریشم ، سوتی کپڑا (نان کین کپڑا) ، پورسلین ، اور دیگر مصنوعات بھی برآمد کی جاتی تھیں ۔ مگر درآمدات بہت کم اور عموماً خام سمور ، جڑی بوٹیاں اور امراء کے دسترخوانوں کی زینت بنانے کے لئے کچھ مخصوص اشیائے خورد و نوش پر مشتمل ہوتی تھیں ۔ ۱۷۹۶ء میں برطانیہ کے شاہ جارج سوم نے شہنشاہ چھیئن لونگ کو تجارت میں اضافے کے لئے خط لکھا تو شہنشاہ نے جواب بھیجا ، " ہمارے پاس سب کچھ ہے ۔ مجھے عجیب و غریب یا نت نئی چیزوں کی کوئی طلب نہیں اور آپ کے ملک کی مصنوعات ہمارے لئے بےفائدہ ہیں ۔ " اس بات میں صداقت کے ساتھ ساتھ اندھاپن بھی تھا ۔ چین کی جاگیردارانہ حکومت ان تغیرات اور نئے افکار سے خوفزدہ تھی جو بیرونی دنیا سے رابطے کی صورت میں آ سکتے تھے ۔ ابتداً یہ اس اقتصادی قوت اور فوجی تخویف سے قطعی نابلد تھی جو سرمایہ‌دارانہ صنعتی ترقی کی بدولت مغرب میں منظر عام پر آ رہی تھی ۔ اور اس نے دفاعی مقاصد تک کے لئے بھی نئی ٹیکنالوجی میں کوئی دلچسپی ظاہر نہ کی ۔

ان دنوں برطانوی تاجروں کے لئے چین کچھ زیادہ حوصلہ افزا

منڈی نہ تھا ۔ کیونکہ وہ جو کچھ خریدتے تھے اس کی ادائیگی خالص چاندی میں کرنی پڑتی تھی ۔ چاندی کی تاریخ بڑی خون آشام ہے ۔ میکسیکو اور پیرو میں امریکی انڈین کوڑوں کے سائے میں کانوں سے چاندی نکالتے تھے اور لاطینی امریکہ میں ہسپانوی آبادکار اس کا بڑا حصہ افریقہ سے پکڑ کر لائے جانے والے غلام خریدنے کے لئے برطانوی بردہ فروشوں کے حوالے کر دیتے تھے ۔ اور پھر برطانیہ اس چاندی سے ہندوستان کے عمدہ پارچات اور مصالحے خریدتا تھا ۔ آخر میں ، جب برطانیہ نے ہندوستان پر تسلط جما لیا تو یہ چاندی جبری خراج کی شکل میں ہندوستان کے عوام کا خون نچوڑ کر واپس لے لی گئی ۔ یوں ، سرمایہ‌داری کی سمت پیش قدمی کے عمل میں ایک ملک کے عوام کی لوٹ کھسوٹ اور غلامی دوسرے ملکوں کے عوام کی لوٹ کھسوٹ اور غلامی کے لئے ذرائع مہیا کرنے کا باعث بن چکی تھی ۔

باب ۲

افیون، جنگی جہاز اور عیسائی مبلغ
(۱۸۴۰ ــ ۱۸۴۹ء)

چاندی کی فراہمی کا سلسلہ لامتناہی نہ تھا، لہذا برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی نے چینی مصنوعات کی قیمت ادا کرنے کے دوسرے ذرائع ڈھونڈنے شروع کر دیئے ۔ اور قرعۂ فال افیون کے نام نکلا ۔ افیون کیسے حاصل کی جاتی تھی اس کا تذکرہ ہندوستان میں ایک معاصر چشم دید گواہ نے یوں کیا ہے :

کمپنی کی ملکیت تمام علاقوں میں پوست کی کاشت، افیون کی تیاری اور نقل و حمل اور برآمد کے لئے بذریعہ نیلام فروخت تک کے سارے عمل پر سخت اجارہ قائم ہے ... پوست کی کاشت لازمی ہے ... ہندوستان کے شمالی اور وسطی حصوں میں بنارس، بہار اور دیگر علاقوں کی وسیع و عریض زرخیز اراضی اب پوست سے ڈھکی ہوئی ہے ؛ اور خوراک اور لباس مہیا کرنے والی دیگر

فصلیں جو نامعلوم وقتوں سے یہاں کاشت کی جا رہی تھیں ، اب لگ بھگ ناپید ہو چکی ہیں ۔ *

۱۷۸۱ء میں کمپنی نے پوری تیاریوں کے بعد ہندوستانی افیون کی پہلی بڑی کھیپ چین بھیجی ، جہاں قبل ازیں بہت کم لوگ اس سے واقف تھے ۔ اور پھر یہ تجارت دن دگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگی ۔ جلد ہی چین کی چائے ، ریشم اور دیگر اشیائے برآمد ، درآمدی افیون کی قیمت پوری کرنے سے معذور ہو گئیں اور چاندی ملک میں آنے کی بجائے باہر جانے لگی ۔

۱۸۰۰ء میں شہنشاہ چیا چھینگ نے افیون کے جسمانی اور اقتصادی اثرات کی شدت محسوس کرتے ہوئے اس کی درآمد پر پابندی عائد کر دی ۔ مگر تب تک بےشمار لوگوں کو اس کی لت پڑ چکی تھی اور بہت سے تاجر اور حکام اس تجارت میں شرکت کی بنا پر حاصل شدہ منافع دیکھ کر بدعنوان بن چکے تھے ۔ چنانچہ اسمگلنگ اور رشوت ستانی نے پابندی کو عملاً ناکام بنا دیا ۔

افیون کی سالانہ درآمد ۱۸۰۰ء میں ۲۰۰۰ پیٹیوں (ہر پیٹی میں ۱۴۰ سے ۱۶۰ پاؤنڈ افیون ہوتی تھی) سے بڑھ کر ۱۸۳۸ء تک ۴۰۰۰۰ پیٹیوں تک جا پہنچی ۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ امریکی بحری جہاز بہت پہلے ہی اس گھناؤنی تجارت میں برطانیہ کے شریک

---

* *Chinese Repository*, Vol. V (1837), p. 472, quoted in S. Wells Williams, *The Middle Kingdom*, New York and London, 1848.

کار بن چکے تھے - وہ ہندوستانی افیون کی کمی پوری کرنے کے لئے ترکی افیون (جو سمرنا میں جہازوں پر لادی جاتی تھی) لاتے تھے - کئی مرکنٹائل ادارے ، جنہوں نے بعد میں امریکہ کی صنعتی ترقی کی بنیاد رکھی ، اسی صورت وجود میں آئے -

چین سے چاندی کا انخلا شدت پکڑ گیا - صرف ۱۸۳۲ء سے ۱۸۳۵ء تک کے عرصے میں دو کروڑ اونس چاندی بیرون ملک بھیجی گئی - اندرون ملک اس کی قیمت آسمان سے باتیں کرنے لگی - سارا نزلہ کسانوں پر گرا ، کیونکہ ایک طرف اناج کی قیمتیں گر گئیں اور دوسری طرف زمیندار اور ٹیکس کلکٹر فصلوں کے بڑے حصے پر قابض ہونے لگے ، تاکہ چاندی کی شکل میں ان کی آمدنی حسب سابق رہے - اس سے چین کے جاگیردار معاشرے پر دباؤ بڑھا - دباؤ کی شدت کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ اٹھارھویں صدی کے وسط ہی میں کسان بغاوتوں کا ایک نیا سلسلہ چل نکلا تھا - ۱۸۱۰ء کے بعد سے مانچو حکومت کے خلاف بغاوتیں شدت اور وسعت اختیار کر گئیں - ۱۸۱۳ء میں باغیوں کا ایک گروہ پٹچنگ کے شاہی محل تک میں آ گھسا -

پٹچنگ میں چھینگ (مانچو) حکمران اپنا وجود برقرار رکھنے کی خاطر کارروائی پر مجبور ہو گئے - انہوں نے افیون کی تجارت پر پابندی کا سخت حکم جاری کرنے کے ساتھ ساتھ ، پابندی کے ایک پرعزم پرچارک لین زے شوی کو کینٹن (اب کوانگچو) کا اسپیشل کمشنر مقرر کر دیا - لین نے عوام کی مدد سے شہر کے اس حصے کی ناکہ بندی کر دی جہاں برطانوی اور امریکی تاجروں کے دفاتر

اور گودام وغیرہ تھے ، اور انہیں افیون کی ۲۰ ہزار سے زائد پیٹیوں سے دستکش ہونے پر مجبور کر دیا - ۳ جون ۱۸۳۹ء کو لین زے شوی نے ساری افیون سرعام نذرآتش کر دی -

اس کا نتیجہ پہلی جنگ افیون کی صورت میں نکلا ، جس نے مغرب کے ممتاز "مہذب" ملکوں کا لٹیراپن اور چین کی بظاہر پرشکوہ جاگیردارانہ سلطنت کی پسماندگی اور کمزوری نہ صرف چینی عوام بلکہ ساری دنیا پر عیاں کر دی - ۱۸۳۹ء اور ۱۸۴۲ء کے درمیان برطانوی فوجیں متعدد ساحلی مقامات پر اتریں اور کینٹن ، شنگھائی ، اموئے (شیا من) اور نینگ پو پر قبضہ کرکے عظیم شاہی نہر کو ، جو شمالی اور جنوبی چین کے درمیان تجارت میں شاہرگ کی حیثیت رکھتی تھی ، کاٹنے کے لئے دور تک گھس آئیں - پیش قدمی کے دوران وہ قدم قدم پر لوٹ مار اور شہریوں کے قتل عام کے نقوش ثبت کرتی گئیں -

مدافعین نے بھی وہ جرأت دکھائی کہ دشمن تک خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو گئے - کینٹن کی لڑائی کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک برطانوی افسر نے انہیں "سخت جان اور قابل احترام" قرار دیا - تینگ ہائی میں ان کی جدوجہد کے بارے میں ایک افسر نے لکھا ، "عظیم الشان ، اس سے اعلیٰ مثال نہیں مل سکتی -" دریائے یانگسی پر چن چیانگ میں ایک چینی کمانڈر ، جب کہ اس کے سارے آدمی ہلاک ہو چکے تھے ، "چلتا ہوا (برطانوی) سنگینوں تک آ پہنچا اور دمدمے سے دو فوجیوں کو گھسیٹ کر موت کے گھاٹ اتار دیا" اور خود بھی جان دے دی - جب شہر ہاتھ سے نکل گیا تو گورنر ہائی لینگ نے "اپنے گھر جا کر لکڑیوں اور سرکاری دستاویزات کے

ڈھیر کو آگ دکھائی اور جل کر راکھ ہو گیا ۔" * متعدد مقامات پر افسروں اور سپاہیوں نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا ، مگر یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ تیر کمان اور توڑے دار بندوقوں سے برطانوی فیکٹریوں کے ساختہ اسلحے کا مقابلہ نہیں کر سکتے ، انہوں نے پہلے اپنے کنبوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور پھر خودکشی کر لی ۔ مجموعی طور پر لگ بھگ پانچ سو برطانوی مارے گئے ، جبکہ مانچو ۔ چینی فوج کے ۲۰ ہزار افراد ہلاک ہوئے ۔

روشن مستقبل کی آئینہ‌دار واحد لڑائی جس میں جارحین کو شکست ہوئی ، جاگیردارانہ سرکاری فوج نے نہیں بلکہ کسانوں نے لڑی ۔ مئی اور جون ۱۸۴۱ء میں جب کہ کینٹن میں شاہی حکام ہتھیار ڈال چکے تھے ، قریبی قصبہ سان یوان لی کے دیہاتیوں نے برطانوی فوج کے ایک دستے کو مار بھگایا ۔ اس کے بعد انہوں نے ایک باغبان وئی شاؤ ہوانگ کی زیر قیادت مزاحمت کے لئے سو سے زیادہ دیہات کے لوگوں پر مشتمل عوامی ملیشیا — پھینگ ینگ تھوان (برطانوی فوجیوں کو مار بھگاؤ کور) منظم کی ۔ اس ملیشیا نے ۲ ہزار برطانوی فوج کو شکست دی ، جبکہ جارحین اس سے کم فوج کے ساتھ کینٹن پر قبضہ کر چکے تھے ۔ اس ملیشیا نے برطانوی فوجیوں کا سخت محاصرہ کر لیا ، لیکن اطاعت پسند حکام کی مداخلت پر ختم کرنا پڑا ۔

سان یوان لی کے مقام پر چینی عوام نے پہلی بار یہ ثابت کیا کہ

---

* Capt. G.G. Loch, *Closing Events of the Campaign in China*, London, 1843; J.F. Davis, *China During the War and Since the Peace*, London, 1852, وغیرہ سے اقتباسات ۔

ایسے میں جبکہ روبہ‌انحطاط جاگیردار حکومت ملک کے دفاع میں قابل بھروسا نہ تھی ، دیہی عوام کمتر ہتھیاروں کے ساتھ اس دور کے انتہائی جدید ہتھیاروں سے لیس جارحین کو شکست دینے کی اہلیت رکھتے تھے -

بہرحال ، بدعنوان جاگیردارانہ حکومت نہ تو عوام کی مخفی قوت پر انحصار کر سکتی تھی اور نہ اس کی خواہاں تھی - اس نااہل اور متزلزل حکومت نے جلد ہی ہتھیار ڈال دیئے -

۱۸۴۰ء میں جب برطانوی بحری بیڑا پئچنگ سے صرف ۹۰ میل کے فاصلے تک آ پہنچا تو شاہی دربار میں بھگدڑ مچ گئی - حملہ‌آوروں سے گفت و شنید شروع ہوئی اور ساتھ ہی محب وطن لین زے شوی کو برطرف اور جلاوطن کر دیا گیا ، کیونکہ اس نے افیون جلا کر " جنگ مسلط کرائی تھی " - بعدازاں حکومت نے ایک بار پھر پالیسی بدلی اور بدعنوان مانچو حاکم چی شان (جسے مغربی کتابوں میں کیشان لکھا جاتا ہے) کو گرفتار کر لیا جس نے برطانیہ سے گفت و شنید کی تھی -

جاگیردار حکام عوام کو کس طرح لوٹتے تھے اس کی ایک مثال چی شان کے مال و دولت کی شکل میں دکھائی دیتی ہے - محکمۂ مالیات نے اس کی جو املاک ضبط کیں ان میں لگ بھگ ۱۱ ہزار اونس سونا ، ایک کروڑ ۷۰ لاکھ اونس چاندی ، جواہرات کے کئی صندوق اور تقریباً ۳ لاکھ ۲۷ ہزار ایکڑ اراضی شامل تھی - جبکہ اس زمانے میں ایک مزارع یا چھوٹے کسان کے پاس اوسطاً دو ایکڑ سے بھی کم زمین تھی - اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ چی شان

شاہی حکام میں سب سے زیادہ امیر تھا ۔

اس جنگ کے نتیجے میں چین پر اولین ذلت آمیز " غیرمساوی معاہدہ " تھوپا گیا ۔ اور ایسے معاہدے بعدازاں اسے تباہی کے دہانے تک لے گئے ۔ معاہدۂ نانکنگ (۱۸۴۲ء) اور اس کے ضمنی پروٹوکول (۱۸۴۳ء) کے مطابق :

لین زے شوی نے جو افیون ضبط اور نذرآتش کی تھی اس کا ہرجانہ ادا کیا گیا ، اور یوں اس زہر کی آئندہ تجارت کے تحفظ کی ضمانت دے دی گئی ؛

ہانگ کانگ برطانیہ کی تحویل میں دے دیا گیا جسے اس نے بعدازاں چین میں فوجی ، سیاسی اور اقتصادی مداخلت کے لئے استعمال کیا ؛

برطانوی تجارت اور کوٹھیوں کے لئے پانچ بڑی بندرگاہیں کھول دی گئیں ، جس کے نتیجے میں جلد ہی ایسی بستیاں قائم ہو گئیں جن پر برطانوی پرچم لہراتا تھا ۔ یہ چین کے ساحلی شہروں میں نام نہاد " مراعاتی علاقوں " کی ابتدا تھی ؛

برطانوی شہریوں کو چینی قوانین سے ماوراء قرار دے دیا گیا اور یوں سرزمین چین پر غیرملکی قانون کی عمل‌داری شروع ہو گئی ؛

" انتہائی ترجیح یافتہ ملک " کے سلوک کا اصول جس کا دعویٰ دوسری طاقتوں کو بھی تھا ۔ یوں برطانیہ نے جو " مراعات " جبراً حاصل کی تھیں وہ سارے غیرملکیوں کو حاصل ہو گئیں ؛

چین سے ضمانت طلب کی گئی کہ غیرملکی اشیا پر ۵ فیصد سے زیادہ درآمدی محصول عائد نہیں کیا جائےگا۔ اس سے دیسی صنعت کے فروغ کو ابتدا ھی میں سبوتاژ کر دیا گیا ۔

چین کی کمزوری دیکھ کر دوسری طاقتوں کے ایلچی بھی بحری جہازوں پر سوار ھو کر آ پہنچے اور اسی نوع کے معاھدے مسلط کر دیئے ۔ امریکہ کا کیلب کوشنگ پہلا ایلچی تھا جس نے پیچنگ کے شاھی دربار کو ، جو برطانیہ کے ھاتھوں شکست کے بعد ڈگمگا رھا تھا ، دھمکی دی کہ مذاکرات سے انکار " قومی اھانت اور جنگ کا جائز جواز " تصور کیا جائےگا ۔ کوشنگ نے معاھدۂ وانگ شیا (۱۸۴۴ء) پر دستخط کروا لئے ، جس میں چین کے جاگیردار حکمرانوں نے برطانیہ کو دی گئی مراعات کے علاوہ مزید ماورائے علاقہ حقوق ، محاصل میں چھوٹ اور چین کے اندرونی آبی راستوں پر جہازرانی کے حقوق دے دیئے ۔ امریکی مورخ ٹیلر ڈینیٹ * نے دعویٰ کیا کہ " یہ معاھدہ اتنا برتر تھا کہ جلد ھی فرانسیسی معاھدے کے لئے مثال بنا لیا گیا ۔ " " انتہائی ترجیح یافتہ ملک کی شق " کے تحت برطانیہ بھی ان اضافی مراعات سے مستفیض ھوا ۔

---

* Tyler Dennett, *Americans in Eastern Asia*, New York, 1922, p. 160. اس نے معاھدے کے بارے میں اس قدر جوشیلے پن کا اظہار کیا ھے کہ تمام ادارتی بندشوں کو پس پشت ڈال کر کتاب کے دو حصوں کا عنوان " کوشنگ معاھدے کے اعلیٰ فوائد " رکھ دیا ھے ۔ اس نے کوشنگ کی " ھوشیاری " کو سراھا ھے اور اس کی " ژرف نگاھی اور ذھانت " میں زمین آسمان کے قلابے ملائے ھیں ۔ ایک عمدہ نکتہ اس کی نظر میں یہ ھے کہ " کوشنگ معاھدہ ، درحقیقت اسمگلروں کے لئے نوید مسرت لیکر آیا . . . "

کچھ ھی عرصے بعد برطانیہ نے نہ صرف سمندری بلکہ بری راستے سے بھی علاقہ ھتھیانے کے لئے چین پر "معاھدہ" تھوپنے کی کوشش کی - ۱۸۴۷ء میں اس نے اپنی بھارتی نوآبادی اور مغربی تبت کے درمیان سرکاری حدبندی کے لئے دباؤ ڈالنا شروع کیا ، جس کا مقصد من مرضی کی سرحد متعین کروانا تھا - برطانیہ نے یہ مطالبہ کینٹن کے مانچو وائسرائے چی ینگ (کی ینگ) کے ذریعے کیا ، کیونکہ وہ وھاں تو بحری طاقت استعمال کر سکتا تھا جو چین پر بالادستی میں بنیادی آلے کی حیثیت رکھتی تھی ، مگر جنگی جہاز ایشیا کے وسطی حصے تک نہیں پہنچ سکتے تھے ، جہاں چینی علاقے پر اس کی نظر تھی - وائسرائے نے اس مطالبے کو نظرانداز کر دیا اور شہنشاہ سے کہا کہ یہ مطالبہ "انتہائی مشکوک" تھا - چین کی جنوب مغربی سرحدوں پر علاقہ ھتھیانے کی یہ کوشش بعدازاں برطانیہ اور دوسری طاقتوں کی متعدد دست درازیوں کا پیش خیمہ بنی - جیسا کہ بعد میں ثابت ھو گیا ، تبت میں گھسنے اور اسے الگ تھلگ کرنے کی ھر غیرملکی کوشش ، بحیثیت مجموعی ، چین پر سامراجی حملے اور اس کی شکست و ریخت کے عمل کا جزولاینفک رھی -

جنگ افیون کے ضمن میں ایک اور عنصر بھی مدنظر رکھنا ضروری ھے - یہ عنصر کچھ مبلغ تھے جو چین اور چینی زبان کے بارے میں علم رکھتے تھے - انہوں نے اس ملک کو ، جہاں وہ بظاھر صرف تبلیغ عیسائیت کا مقصد لے کر آئے تھے ، ذلتوں سے ھمکنار کرنے میں اھم کردار ادا کیا -

ان میں سے ایک ڈاکٹر گزلاف تھا - اس نے برطانیہ کی افیون

فروش فرم جارڈین کے لئے دلالی کا کام کیا اور عوضانے میں اپنے مذہبی رسالے کے لئے مالی امداد پائی ۔ اگرچہ وہ نسلاً برطانوی نہیں بلکہ جرمن تھا ، مگر لڑائی کے دوران برطانوی فوجوں کے لئے ترجمانی اور خفیہ معلومات اکٹھی کرتا رہا ۔ اس کی خوبی یہ تھی کہ اس نے چینی جاسوس بھرتی کئے اور ان سے کام لیا (اس نے ۱۸۳۲ء ھی میں غداروں کو بھرتی کرکے ملک کی ساحلی دفاعی پوزیشنوں کے نقشے تیار کروا لئے تھے جو آٹھ سال بعد حملے کے وقت کام آئے) ۔ حملہ آوروں نے صوبہ چہہ چیانگ کے ساحلی جزائر چو شان میں تینگ ھائی کے قصبے اور پھر اسی صوبے کی بڑی بندرگاہ نینگ پو پر قبضہ کیا تو گزلاف کو ان علاقوں کا منتظم اعلیٰ مقرر کیا گیا اور اس نے موثر حکمرانی کے لئے کوڑا زنی کا بازار گرم کر دیا ۔ اس نے معاھدۂ نانکنگ کے مذاکرات میں مترجم کا کام کیا اور آخر میں ھانگ کانگ کی برطانوی حکومت میں " چینی امور کا وزیر " مقرر ھوا ۔ *

امریکی معاھدۂ وانگ شیا میں امریکی مبلغین ولیمز ، بریجمین اور پارکر (بعدازاں پیچنگ کے امریکی سفارت خانے میں منسٹر بنا) نے کوشنگ کو یہ موقف اختیار کرنے کا مشورہ دیا کہ چین " جھکے

---

* See Arthur Waley, *The Opium War Through Chinese Eyes*, London, 1958. اس کے پانچویں باب (صفحات ۲۲۲ - ۲۴۴) کا عنوان ھی " گزلاف اور اس کے غدار " ھے ۔ یہ باب معاصر برطانوی اور چینی دستاویزات پر مبنی اور اس بڑے بدمعاش اور ریاکار کی کارستانیوں سے بھرا پڑا ھے ۔

یا ٹوٹ جائے " * — انہوں نے کوشنگ کی یہ دھمکیاں چینی زبان میں ان حکام تک پہنچائیں جن سے وہ مذاکرات کر رہا تھا ۔ **

سوفسطائیت اور مکاری بھی ، جو نوآبادیاتی پالیسی کا ناگزیر جزو ہوتی ہیں ، اس دور میں چین پر حملہ‌آور حکومتوں کے استدلال میں شامل تھیں ۔ جنگ کے دوران برطانیہ نے ہر کسی کو یقین دلایا کہ جنگ افیون سے متعلق نہیں بلکہ اس کا مقصد چینیوں کو محض یہ سبق سکھانا ہے کہ ترقی اور آزاد تجارت کی مخالفت نہ کریں ۔ جنگ کے خاتمے پر نانکنگ میں چینی مندوبین نے برطانوی ایلچی سر ہنری پوٹینگر سے ، اس کی اپنی رپورٹ کے مطابق ، استفسار کیا ، "ہم (برطانوی) اپنے ممالک محروسہ میں پوست کی کاشت بند کرکے ان کے ساتھ معقول رویہ اختیار کیوں نہیں کرتے اور اس طرح نسل انسانی کے لئے مہلک اس تجارت کو موثر انداز میں کیوں نہیں روکتے ۔" پوٹینگر نے جواب دیا کہ یہ تجارت کتنی بھی گھٹیا کیوں نہ ہو ، برطانوی حکومت اس کی روک تھام نہیں کر سکتی — کیونکہ یہ " ہمارے آئینی نظام کے منافی " ہوگا !

یہ تھیں ایک طرف مغرب کے معاشی اور سیاسی جارحین اور دوسری طرف ان کے ایشیائی شکاروں کے لئے سرمایہ‌دار " آزاد اداروں " کی

---

* Dennet, op. cit., p.146, quoting *Chinese Repository*, May 1840 ,p.2.

** چین میں امریکی سفارت خانے کے پہلے منسٹر پیٹر پارکر کی طرح ، آزادی سے پہلے کومنتانگ کے دور حکومت میں امریکی سفیر جان لیٹن اسٹورٹ بھی سابق مبلغ اور پارکر ہی کی طرح انتہا کا مداخلت پسند تھا ۔

روحانی اقدار ! مادی اقدار نے بھی یہی رخ اختیار کیا ۔ ۱۸۵۰ء تک چین کے ساتھ افیون کی تجارت سے ، جس نے اسے کمزور اور مفلوک الحال بنا ڈالا تھا ، حاصل شدہ منافع حکومت برطانوی ہند کی کل آمدنی کے ۲۰ فیصد تک پہنچ چکا تھا ۔

ممکن ہے قارئین یہ سوچیں کہ ہم جنگ افیون پر بہت زیادہ توجہ دے رہے ہیں ، حالانکہ اسے مدتیں بیت چکی ہیں ، لہذا یہ بتانا ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اس کے اثرات کب تک جاری رہے :

چین میں افیون کی " قانونی " درآمد ۱۹۱۷ء تک جاری رہی ۔ تمام غیرملکی اشیا پر ۵ فیصد درآمدی محصول کی حد ۱۹۲۸ء میں کہیں جا کر ختم ہوئی ۔

چین میں غیرملکیوں کے لئے ماورائے علاقہ حقوق قانوناً ۱۹۴۲ء تک نافذ رہے ۔ عملاً ۱۹۴۹ء میں آزادی کے وقت تک غیرملکیوں پر چینی قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا تھا ۔

سرزمین چین پر غیرممالک کے ماورائے قلمرو اختیارات مزید توسیع اور جارحیت میں تختۂ جست کا کام دیتے رہے ۔

غیرملکی مصنوعات کو جو مراعات حاصل تھیں ان کی بدولت وہ اندرون ملک ذیلی محصول سے مبرا تھیں ۔ یوں ملک بھر میں یورپی اور امریکی تجارتی اداروں کے ایجنٹ چینی تاجروں کو " تحفظ " مل گیا ۔ یہ تاجر اور ایجنٹ چین میں " کمپراڈور طبقے " کے اولین نمائندے تھے جنھوں نے چینی معیشت کو سامراج کا محکوم بنانے میں اہم کردار ادا کیا ۔

حقیقت میں کمپراڈورازم ، اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے نیم

نوآبادیت کی ابتدائی شکل تھی ۔ کنٹرول کی یہ شکل بہت عرصے بعد متعدد ملکوں ، خصوصاً ایشیا ، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے ملکوں میں رائج ہوئی ۔

یہ ہیں چند اسباب جن کی بنا پر موجودہ دور میں رونما ہونے والے واقعات کو سمجھنے کے لئے جنگ افیون کا ادراک ضروری ہو جاتا ہے ۔

باب ۳

تھائی پھینگ انقلاب
(۱۸۵۰ ـ ۱۸۶۵ء)

جنگ افیون اور نانکنگ اور وانگ شیا معاھدوں سے چین کی محکومی اور دوبارہ خودمختاری کے حصول کی خاطر چینی عوام کی سو سالہ جدوجہد کا آغاز ھوا ۔ چینی عوام کو ، اپنا پیدائشی حق بچانے کے لئے ، دو دشمنوں ، غیرملکی حملہآوروں اور جاگیردار حکمرانوں سے لڑنا پڑا جو ملک کا دفاع کرنے کے خواھاں تھے نہ اس کی اھلیت رکھتے تھے ۔

سماجی اور اقتصادی اعتبار سے ان معاھدوں کی اھم ترین شق زیادہ سے زیادہ ۵ فیصد محصول کی تھی ، جو برطانوی کارخانےداروں کے کہنے پر مسلط کی گئی ۔ اس سے پوری طرح ظاھر ھو گیا کہ یورپی معاشرے کی ایک نئی خصوصیت ، تاجر پر کارخانےدار کی برتری ، ایشیا میں نوآبادیاتی پھیلاؤ کا ایک غالب عنصر بن چکی تھی ۔ برطانوی صنعتکاروں کے اصرار پر برطانوی پارلیمنٹ نے چین سے تجارت پر ایسٹ

انڈیا کمپنی کی اجارہداری ۱۸۳۴ء میں ختم کر دی ۔ ادھر جنگ افیون میں شکست کے بعد کینٹن میں شہنشاہ کے مقرر کردہ تاجروں کا اجارہ بھی ختم ہو گیا ، جنہیں غیرملکیوں سے کاروبار کے خصوصی اختیارات حاصل تھے ۔ اور ان کی جگہ کمپراڈور آ گئے ۔ یہ لوگ اپنی حیثیت کے لئے شاہی دربار کے مرہون منت نہ تھے بلکہ غیرملکی سرمایہداروں کے منتخب خدمت گار اور آلۂ کار تھے ۔

جنگ کے بعد افیون کی تجارت میں اضافہ ہوتا چلا گیا ۔ ۱۸۵۰ء میں افیون کی درآمد ۵۲ ہزار پیٹیوں اور ۱۸۵۳ء میں ۸۰ ہزار پیٹیوں تک جا پہنچی ۔ تاہم برطانوی اور امریکی سوتی کپڑے کی درآمد کہیں زیادہ تیز رفتاری سے بڑھی اور چین جو کبھی سوتی کپڑا برآمد کیا کرتا تھا ، اب خریداروں میں شمار ہونے لگا ۔ یورپی تاجروں کی لوٹ کھسوٹ میں یورپی صنعتکار بھی حصہدار بن گئے اور اس سے چینی معیشت کو زیادہ شدید جھٹکا پہنچا ۔

برطانیہ کو تاوان جنگ کی ادائیگی کے نتیجے میں چین سے چاندی کا انخلا شدت پکڑ گیا ۔ ۱۸۵۲ء میں ایک اعلیٰ چینی افسر نے شہنشاہ کو اس کے اثرات کی اطلاع دیتے ہوئے لکھا :

ماضی میں ایک تائل (چینی اونس) چاندی کے عوض ۱۰۰۰ تانبے کے سکے ملتے تھے ... اب ایک تائل چاندی ۲۰۰۰ سکوں کے برابر ہے ۔ ماضی میں تین تو (۴۰ پاؤنڈ) چاول بیچ کر ایک مو (۱/۶ ایکڑ) زمین کا لگان ادا کرنے کے بعد بھی کچھ بچ جاتا تھا ۔ آجکل چھ تو چاول بیچ کر بھی لگان پورا نہیں ہوتا ۔

دربار اگرچہ حسب سابق لگان وصول کرتا ہے مگر کسانوں کو درحقیقت دگنا لگان ادا کرنا پڑتا ہے ۔ ایسے ان گنت کسان ہیں جو لگان ادا کرنے کی سکت نہیں رکھتے ... لگان کی جبری وصولی کے لئے بار بار سپاہی اور سرکاری افسر بھیجے جاتے ہیں جو کسانوں کو اس قدر کوڑے لگاتے ہیں کہ ہر طرف گوشت کے لوتھڑے اور خون کے چھینٹے پھیل جاتے ہیں ... *

لاکھوں بافندے اور دستکار برباد ہو گئے — اس بربادی کا سبب منڈی میں براہ راست مقابلہ ہی نہیں بلکہ یہ بھی تھا کہ ان کے مالی وسائل کے سوتے خشک پڑ گئے تھے ۔ تاجر اور سود خور جو اہل حرفہ کو پیسہ فراہم کیا کرتے تھے ، اپنا سرمایہ غیرملکی اشیا میں لگانے لگے ۔

غیرملکیوں نے جبراً نئی بندرگاہیں کھلوا لیں تو اندرون ملک نقل و حمل کا پرانا نظام درہم برہم ہو گیا جس کے ذریعے سارا برآمدی مال کینٹن پہنچتا تھا ، کیونکہ اس وقت یہی ایک بندرگاہ تھی جہاں سے مال دساور کو بھیجا جاتا تھا ۔ جنوبی چین کے ہزاروں

---

* ۷ فروری ۱۸۵۲ء کو زنگ کو فان کی طرف سے شہنشاہ کے نام یادداشت ۔ (اس کا حوالہ سو یوی تنگ نے اپنی کتاب *New Light on the History of the Taiping Rebellion*, Harvard University Press, 1950 میں دیا ہے) ، صفحات ۴۴ - ۴۵ ۔

ملاح اور حمال بیروزگار ہو گئے ۔

غیرملکی استحصال بہت جلد منطقی عروج یعنی انسانوں کی خرید و فروخت تک جا پہنچا ۔ ۱۸۴۰ء کے عشرے میں " قلیوں کی تجارت " شروع ہوئی اور لاکھوں چینیوں کو غلاموں کی شکل میں زیادہ تر برطانوی اور امریکی جہازوں میں لاد کر دنیا کے دور دراز خطوں میں پہنچا دیا گیا ۔ اکثر ایک تہائی افراد راستے ہی میں دم توڑ دیتے تھے ۔ بقول امریکی مصنف ایچ ۔ ایف ۔ میکنائر ، اس بحری سفر کے " حالات اس قدر دھشتناک تھے کہ پرانے زمانے میں افریقی غلاموں کی تجارت کرنے والے جہازوں کی یاد تازہ ہو گئی ۔ " * جو ایجنٹ آٹھ سال کام کے " معاھدے " کے تحت چینیوں کو بھرتی کرتے تھے یا محض اغوا کر لاتے تھے ، انہیں ۷ یا ۸ ڈالر فی قلی معاوضہ ملتا تھا ۔ سفر کی صعوبتوں سے بچ نکلنے والوں کو منزل پر پہنچنے کے بعد " ۴۰۰ سے ۱۰۰۰ ڈالر فی مزدور " کے حساب سے بیچ دیا جاتا تھا ۔ وہ کیوبا ، ڈیمرارا (برٹش گی آنا) اور ھوائی میں گنے کے کھیتوں میں ، ملایا ، چلی اور پیرو کی کانوں میں اور امریکہ کے ساحل بحرالکاھل پر ھر قسم کے بھاری کام کرکے مغربی سرمایہداروں کی جیبیں بھرتے تھے ۔ چینی شاھی حکام کے ایک مشن نے بعدازاں ھسپانوی مقبوضہ ھوانا کا دورہ کرنے کے بعد اپنی رپورٹ میں کہا کہ بہت سے ایسے قلی " دھمکوں میں ھلاک ھو گئے ، زخموں کی تاب نہ لا کر دم توڑ گئے ، گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی . . .

---

* H.F. McNair, *The Chinese Abroad*, Shanghai, 1924, pp. 209-215.

اور کنوؤں اور گنے کے رس والے کڑھاؤ میں کود گئے ۔ " تاہم اکثر ایسا بھی ہوا کہ انہوں نے دوران سفر ہی یا منزل پر پہنچ کر جابروں کے خلاف بغاوت کر دی اور بہادری سے مقابلہ کیا ۔ * افریقی اور لاطینی امریکہ کے محنت کشوں اور امریکہ کے سیاہ فام باشندوں کے ساتھ آج کے چینیوں کی پرعزم یکجہتی کو اس حقیقت سے پختگی ملتی ہے کہ ان کے آباؤاجداد بھی غلاموں کے جہازوں ، نوآبادکاروں کے باغات اور نسل پرستوں کے کوڑوں سے واقف تھے ۔

مغربی جارحین کی چالبازیوں کے نتیجے میں چین کا جاگیردار معاشرہ شدید بحران کی زد میں آ گیا ۔ شاہی حکومت کے خلاف بغاوتوں میں اضافہ ہونے لگا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ جابرین کے خلاف عوام کی وطن پرستانہ جنگیں جاری رہیں ۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں ، جنگ افیون کے بعد کینٹن کے قرب و جوار میں آباد کسانوں نے برطانوی فوج سے لڑائی جاری رکھی ، حالانکہ حکومت شکست تسلیم کر چکی تھی ۔ اور یہ لڑائی شاہی فوج کی لڑائی سے کہیں زیادہ کامیاب رہی ۔ اور دوسری جنوبی بندرگاہوں پر ، اگرچہ مقامی حکام بودے ثابت ہوئے ، قلی ۔ غلاموں کے اغوا پر عوام نے اس قدر غم و غصے کا اظہار کیا کہ " غیرملکیوں کے خلاف عام بغاوت کا خطرہ پیدا ہو گیا ۔ " ** ایک کہاوت عام تھی ، " عوام حاکموں سے

---

* George F. Seward, *Chinese Immigration in Its Social & Economical Aspects*, New York, 1881. اس میں ایسی متعدد بغاوتوں کا تذکرہ ہے ۔

** Dennett, op.cit., p.536.

ڈرتے ہیں ، حاکم غیرملکی شیطانوں سے ڈرتے ہیں اور غیرملکی شیطان عوام سے ڈرتے ہیں ۔ "

ان حالات میں ، ظاہر ہے عوام کو حکام کا کوئی ڈرخوف نہ رہا ۔

ذلت آمیز نانکنگ اور وانگ شیا معاہدوں کے صرف سات سال بعد چین میں عظیم تھائی پھینگ بغاوت کا پرچم بلند ہو گیا ، جو بیک وقت پرانی طرز کی آخری کسان جنگ اور دور جدید میں اس کے عوام کی پہلی عظیم جمہوری لڑائی تھی ۔ اس انقلابی تحریک کا آغاز ویت نامی سرحد کے قریب واقع صوبہ کوانگشی سے ہوا اور اس کے سپاہیوں میں نہ صرف استحصال اور ذلتوں کے مارے چین کی اکثریتی ہان قومیت کے عوام بلکہ جاگیردار حکمرانوں کے ہاتھوں وحشیانہ امتیازی برتاؤ کے شکار اقلیتی قومیتوں کے لوگ بھی شامل تھے ۔ اس تحریک نے بسرعت زور پکڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے اتنے بڑے ملک کو شعلہ‌بار تلوار کی طرح کاٹتی ہوئی شمال میں پٹچنگ ، مشرق میں شنگھائی اور مغرب میں تبت کے پہاڑی علاقوں تک پھیل گئی ۔

اس تحریک میں سابقہ بغاوتوں کی نسبت زیادہ پختگی دیکھنے میں آئی اور اس نے عوامی انقلابی ریاست " تھائی پھینگ تھیئن کو " (" عظیم امن کی آسمانی مملکت ") قائم کی ۔ یہ مملکت پندرہ سال (۱۸۵۰ - ۱۸۶۵ء) تک برقرار رہی اور نانکنگ کو اپنا دارالحکومت بنایا ۔ یہ وہی شہر تھا جہاں مانچو حکمرانوں نے ملک کو برطانیہ کے ہاتھ بیچنے کی ابتدا کی تھی ۔

تھائی پھینگ کا فوجی نظام بڑا منظم اور منضبط تھا ۔ انہوں نے قانون اراضی وضع کیا جس نے جاگیرداری کی جڑوں پر ضرب لگائی ۔

انہوں نے جاگیردارانہ کنفیوشسی ثقافت کے بنیادی تصورات کو چیلنج کیا اور غیرسلکی جارحیت کے خلاف حقیقی معنوں میں قومی خارجہ پالیسی اپنائی ۔

بغاوت کا خالق اور مطلق رہنما ہونگ شیو چھوان مانچو حکمرانوں کی کاسہ لیس بدعنوان کنفیوشسی عالم ۔ نوکرشاہی کا ستایا ہوا ایک مفلوک‌الحال اسکول ماسٹر تھا ۔ وہ صوبہ کوانگ تونگ کا باشندہ تھا ، جس کا صدرمقام کینٹن تھا ۔ ہونگ نے عوام پر روا جبروتشدد سے گہرا اثر لیا اور برطانوی حملہ آوروں کے خلاف کینٹن کے کسان دستوں کی موثر لڑائی نے اس کے حوصلوں کو تقویت بخشی ۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ عیسائیت کے زیراثر بھی آیا ، عیسائی مبلغ جس کے پرچارک تو تھے مگر عمل شاید و باید ہی کرتے تھے ۔ اس نے اپنے آپ کو " عیسیٰ کا چھوٹا بھائی " قرار دیتے ہوئے عیسیٰ کی روایت کے مطابق ، جس نے " بنیوں کو عبادت گاہ سے نکال باہر کیا " ، مذہبی ۔ سماجی نظریے کے ساتھ کنفیوشنزم کی مخالفت کی ۔ اس معاملے میں وہ یورپ کی صدیوں قبل کی جاگیرداری دشمن تحریکوں کے ایسے رہنماؤں سے ملتا جلتا تھا ، مثلاً برطانیہ کا جان بال ، جرمنی کا تھامس مونزر ، اور آج کے چیکوسلاویکیہ کا جان ہوس ۔

قیادت میں ہونگ کے ابتدائی ساتھی تحریک کی طبقاتی بنیادوں کے مظہر تھے ۔ ان میں سے ایک چارکول بنانے والا مزارع یانگ شیو چھینگ تھا ، جو بعدازاں تھائی پھینگ ریاست کا بڑا قابل وزیراعظم اور فوجوں کا کمانڈر انچیف بنا ۔ دوسرا ساتھی شیاؤ چاؤ کوئے تھوڑی سی زمین کا مالک اور لکڑھارا تھا ، اور تیسرا ساتھی فنگ یون شان

دیہاتی اسکول ماسٹر تھا ۔ علاوہ ازیں نسبتاً خوشحال پڑھے لکھے اشرافیہ کے ایک چھوٹے سے حصے کے نمائندے بھی تھے جو سماجی اسباب کی بجائے قومی وجوہ کی بنا پر شاہی حکومت کے مخالف تھے ۔ یہ لوگ ثابت قدم نہ رہ سکے ۔ ان میں سے ایک شی تا کھائی نے علیحدگی پسندی کے رجحانات اپنا لئے ، جو فوج میں نفاق کا سبب بنے اور آخر میں اس نے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے ۔ تھائی پھینگ کے داخلی انتشار اور تضادات میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور جاہ پسند زمیندار اور بنیے وئی چھانگ ہوئی نے تھائی پھینگ کے زوال میں اہم کردار ادا کیا ۔

زمانے کے اعتبار سے تھائی پھینگ تحریک کا آغاز ۱۸۴۸ء کے اس جمہوری طوفان کے ساتھ ساتھ ہوا جس نے یورپ کو ہلا کر رکھ دیا تھا ۔ اور یہ کیفیت ڈھکی چھپی نہ رہی ۔ مبلغ گزلاف جس کے ایک ہاتھ میں بائیبل اور دوسرے میں افیون تھی ، اور جو ہونگ شیو چھوان سے بالکل مختلف وضع کا عیسائی تھا ، ۱۸۴۹ء میں چین سے جرمنی واپس پہنچا تو حالات دیکھ کر چلا اٹھا کہ یورپ کے مزدور طبقے کے سوشلسٹ خیالات ، ان خیالات سے ملتے جلتے ہیں جن کا پرچار "چین کے ادنیٰ طبقے کے بہت سے لوگ کر رہے ہیں" ۔ واضح رہے کہ اس وقت یورپ میں مزدور طبقہ پہلی بار ایک خودمختار سیاسی قوت کے طور پر سامنے آ رہا تھا ۔

اس پر کارل مارکس اور فریڈریک اینگلز نے بڑی ژرف نگاہی سے تبصرہ کیا ۔ چین کے خلاف مغربی سرمایہ‌داری کی جارحیت کے اوائل میں تحریر شدہ یہ تبصرہ یورپ میں مزدور طبقے کے انتہائی پیش رفتہ

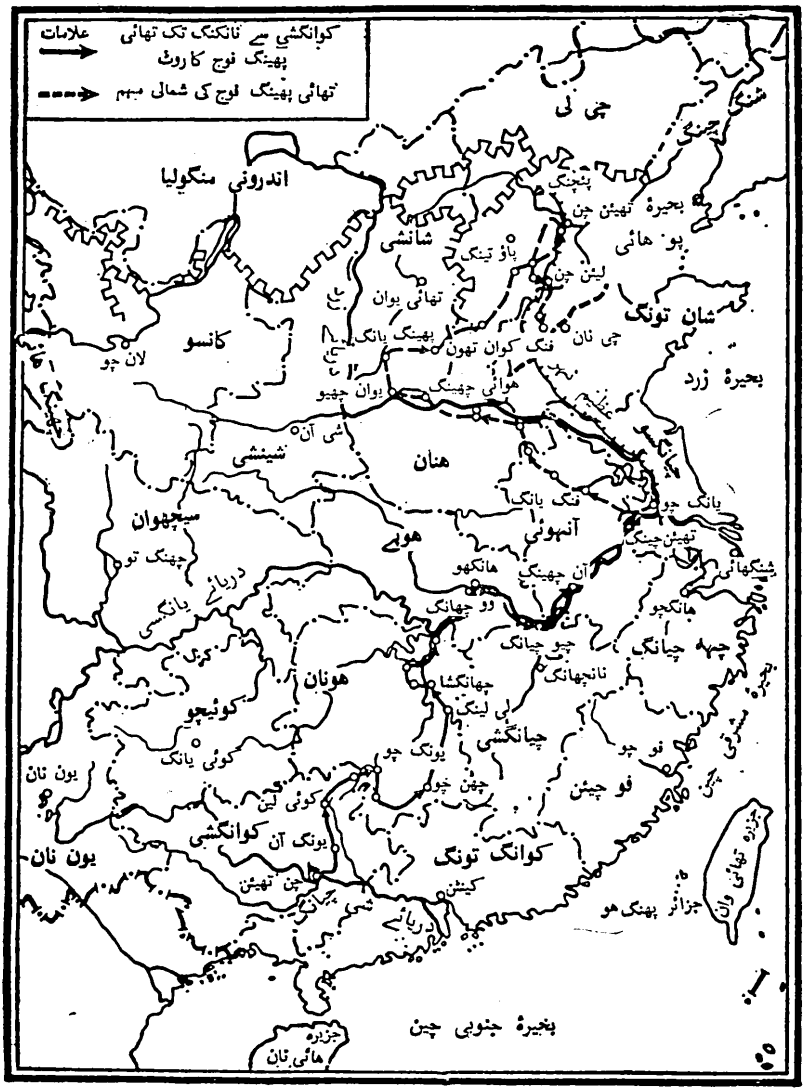

تھائی پھینگ انقلاب

عناصر اور مظلوم اور " خوابیدہ " مشرق کے بیدار ہوتے ہوئے عوام کی ٹھوس دوستی کا اولین مظہر تھا - یہ دوستی فروغ پا کر ، ہمارے دور میں ، عالمی سطح پر حقیقت کی حیثیت سے سوشلزم کی مرکزی قوت کا روپ دھار گئی - مارکس ۳۱ جنوری ۱۸۵۰ء کو *Neue Rhenische Revue* میں رقم طراز ہیں :

چین کے سوشلزم کا یورپ کے سوشلزم سے ممکن ہے وہی سمبندھ ہو جو چینی فلسفے کا ہیگل کے فلسفے سے ہے - بہرحال ، یہ بات باعث مسرت ہے کہ دنیا کی قدیم اور مستحکم ترین سلطنت ، برطانوی بورژوا طبقے کے سوتی کپڑے کی بنا پر ، ایک ایسے سماجی طوفان کے دوراہے پر کھڑی ہے جو تہذیب کے لئے ، بہرطور ، انتہائی اہم مضمرات کا حامل ہوگا - جب ہمارے یورپی رجعت پسند ایشیا کی طرف دوڑ میں ، جو مستقبل قریب میں ان کی منتظر ہوگی ، عظیم دیوار چین تک پہنچیں گے ، ان دروازوں تک پہنچیں گے جو بدترین قسم کی قدامت پسندی کے قلعے کی جانب لے جاتے ہیں ، تو بعید نہیں کہ وہ ان دروازوں پر یہ تحریر پائیں :

" آزادی ، مساوات ، بھائی چارے کی علمبردار چینی جمہوریہ - "

تھائی پھینگ کی حیران کن فوجی فتوحات کا باعث یہ حقیقت تھی کہ انہوں نے عوام کی ہمدردیاں حاصل کر لیں اور انہوں نے

عوام کی توانائی اور صلاحیتوں کو منظر عام پر آنے کا موقع فراہم کیا ۔ یہ ان کے سماجی اور سیاسی پروگرام کا نتیجہ تھا ۔ اس پروگرام میں عوام — خصوصاً کسانوں کے ڈھیروں مصائب کا اظہار کیا گیا تھا ۔ تھائی پھینگ فوجیں جہاں کہیں بھی پہنچیں ، قابل نفرت چھینگ حکومت کی حاکمیت کا خاتمہ کیا ، حکام کو برطرف کیا اور ان کی املاک غریبوں میں بانٹ دیں ۔

جاگیردار زمینداروں کے ہاتھوں میں ارتکاز زمین کی جگہ انہوں نے مساوات پسندانہ "آسمانی مملکت کا نظام اراضی" نافذ کیا ۔ اس زرعی قانون میں کہا گیا تھا کہ "آسمانوں تلے ساری زمین ، آسمانوں تلے آباد تمام لوگوں کو کاشت کرنی چاہیئے . . . " *

بھوک اور ننگ کے مارے لوگوں کے لئے انہوں نے ایسی حکومت قائم کی جس نے عزم کر رکھا تھا کہ "کوئی ایسا فرد نہ رہے جسے پیٹ بھر کھانا اور تن ڈھانپنے کو کپڑا نصیب نہ ہو ۔ "

چھینگ حکومت کی چور اور طفیلی فوج کی جگہ انہوں نے عوامی فوج قائم کی جو لڑائی کے ساتھ ساتھ کام بھی کرتی تھی : افیمیوں ، جواریوں اور بدعنوان افراد کو سزا دیتی تھی اور مثالی نظم و ضبط کی حامل تھی ۔

جاگیردار معاشرے میں جہاں عورت کو کوئی حقوق حاصل نہ تھے ، انہوں نے قانون بنایا کہ عورتوں کو مردوں کے مساوی

---

* یہ اور اس کے فوراً بعد کے حوالہ جات آگسٹس لنڈلے ("لین - لے") کی کتاب *TI-PING TIEN KWOH, the History of the Ti-Ping Revolution,* London, 1866 سے لئے گئے ہیں ۔

زمین ملنی چاهیئے ، اور انہیں انقلابی مسلح افواج میں شامل کیا ۔ عصمت فروشی ، پا بندی اور شادی کے لئے عورتوں کی خرید و فروخت کی ممانعت کی ۔

ایک امریکی مشنری لکھتا ہے کہ حکمران جاگیردار خاندان کے برعکس ، جسے صرف مغربی ہتھیاروں سے دلچسپی تھی ، تھائی پھینگ نے ایسے یورپی افکار کو اپنایا جو عوام کے لئے بہبودی پہلو رکھتے تھے ۔ اس نے تھائی پھینگ دیہات کی دیواروں پر " چیچک سے بچاؤ کا ٹیکہ لگوانے کے لئے فلاں فلاں جگہ آئیے " کے پوسٹر دیکھے ۔

حکومت کے ایک جرنیل نے جو تھائی پھینگ کی سرکوبی کی کوششوں میں مصروف تھا ، اعلیٰ افسروں کو پرتشویش انداز میں رپورٹ دی : " وحدت فکر ، جغرافیائی حالات سے واقفیت اور شجاعت دشمن کی خوبیاں ہیں ، جبکہ ہم میں یہ باتیں موجود نہیں " — ہر دور میں ، ہر وہ شخص جو عوام کے خلاف لڑنے کی کوشش کرتا ہے ، اسی بات کا شاکی ہوتا ہے ۔ ایک برطانوی سفارت کار نے تھائی پھینگ علاقے سے گزرنے کے بعد لکھا ، " نتیجہ یہی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تھائی پھینگ کے زیر تصرف علاقوں میں جان و مال کا احساس تحفظ تا چھینگ (چھینگ حکومت — مدیر) کے علاقوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے ۔ " *

تھائی پھینگ نے غیرملکی طاقتوں کی کسی خصوصی مراعات کو

---

* برطانوی وزیر خارجہ لارڈ جان رسل کے نام شنگھائی میں برطانوی قونصل ہنری میڈوس کی رپورٹ ، مورخہ ۱۹ فروری ۱۸۶۱ء ، بحوالہ Lindley, *TI-PING TIEN KWOH, the History of the Ti-Ping Revolution*, p.462.

تسلیم نہ کیا ، جو انہوں نے چھینگ حکومت سے ہتھیا رکھی تھیں ، تاہم وہ برابری کی بنیادوں پر غیرملکی تجارت اور تعلقات کے خواہاں ہی نہیں ، ان کے لئے حقیقتاً بےچین تھے - اس دور کے برطانوی مصنف آ گسٹس لنڈلے نے ، جو تھائی پھینگ کے نصب‌العین کا پرجوش حامی تھا ، ان کے زیر اقتدار علاقے میں روزافزوں پیداوار اور تجارت کی شہادت کے طور پر چین سے تجارت کی رپورٹوں سے یہ اعداد و شمار دیئے ہیں - ۵۰ - ۱۸۴۹ء یعنی بغاوت سے پہلے کے دو برسوں میں چین نے ۵۳۹۶۰۰۰۰ پاؤنڈ چائے اور خام ریشم کی ۱۶۱۳۴ گانٹھیں برآمد کیں - ۶۳ - ۱۸۶۲ء میں ، جب چائے اور ریشم پیدا کرنے والے بڑے علاقے تھائی پھینگ کے قبضے میں آ چکے تھے ، چائے کی برآمد دگنی سے زیادہ یعنی ۱۱۸۶۹۲۱۳۸ پاؤنڈ تک اور خام ریشم کی برآمد پانچ گنی یعنی ۸۳۲۶۴ گانٹھوں تک پہنچ چکی تھی -

تھائی پھینگ کی اصلاحات یوٹوپیائی مساوات کے کسان تصورات کی حامل ہونے کے باوجود درحقیقت ایسی خصوصیت رکھتی تھیں جس نے سرمایہ‌داری کی بنیاد رکھی -

نانکنگ میں تھائی پھینگ دارالحکومت قائم ہونے کے دو سال بعد ، ۱۸۵۶ء میں زمیندار غدار وئی چھانگ ہوئی نے کسان رہنما یانگ شیو چھینگ اور اس کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا - گو وئی چھانگ ہوئی خود بھی ہونگ شیو چھوان کے ہاتھوں مارا گیا ، تاہم سیاسی جمود اور انحطاط کا تدارک نہ ہو سکا - اس کے بعد اگرچہ تھائی پھینگ حکومت اور فوج نو سال تک برقرار رہی اور شہروں اور دیہاتوں کے غریب عوام ان کی حمایت کرتے

رہے ، مگر تاریخی اعتبار سے تحریک راہ کھو چکی تھی ۔

فوجی اعتبار سے ، جب تھائی پھینگ نے پئچنگ پر چڑھائی نہ کی اور شمالی اور جنوبی چین کی دیگر بغاوتوں سے تعاون میں ناکام رہی تو جاگیردار حکومت کو دم لینے کی مہلت مل گئی ۔ اور اس مہلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ہان جاگیردار اشرافیہ کے بڑے حصے کو ساتھ ملا لیا ۔ وہ اگرچہ قومیت کی بنا پر مانچو حکومت کے مخالف تھے ، لیکن اپنا لگان بچانے کی خاطر حکومت کی حمایت پر آمادہ ہو گئے ۔ تھائی پھینگ کے آخری برسوں میں غیرملکی مداخلت سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ۔

تھائی پھینگ کے بارے میں برطانیہ اور امریکہ کی پالیسیاں دھوکا بازی پر مشتمل تھیں ۔ چیتا اپنی جلد کے نشان نہیں بدلتا ۔ ان پالیسیوں نے کس طرح فروغ پایا ، اس کا اندازہ یورپ اور ایشیا کے وہ لوگ بخوبی لگا سکتے ہیں جنہوں نے سرمایہ‌دار حکومتوں کی وہ چالیں دیکھی ہیں جو انہوں نے دوسری عالمی جنگ کے دوران اور اس کے بعد مزاحمت اور قومی آزادی کی تحریکوں کے ضمن میں روا رکھیں ۔ نیم نوآبادیت کی مانند ، بالادستی پسندی کی ایک مستقل خصوصیت رہی ہے کہ ایسی تحریکوں کو اعلیٰ طاقتوں کے مقاصد کا غلام بنایا جائے ؛ پس یہ بات بےحد اہمیت رکھتی ہے کہ وہ قومی خودمختاری کے اصول سے وابستگی میں چوکس رہیں ۔

ابتداً تھائی پھینگ بغاوت کو مغربی اخبارات ، حتیٰ کہ حکمران حلقوں میں بہت تعریفی نظروں سے دیکھا گیا ، کیونکہ اسے چھینگ دربار اور اس کے حکام کی بدعنوانیوں اور پسماندگی کے

خلاف ایک عیسائی تحریک تصور کیا گیا ۔ چین کی اس خانہ جنگی میں غیرجانبداری بظاہر صدق دل سے برتی جانے لگی ۔ تھائی پھینگ ریاست کا محارب وجود تسلیم کر لیا گیا اور بہت سے مشنریوں اور سفارت کاروں نے اس کے دارالحکومت کا دورہ کیا ۔ مگر بعدازاں یہ ثابت ہو گیا کہ غیرملکی طاقتیں بغاوت کو اپنے مفاد میں استعمال کرنا چاہتی تھیں ۔

کچھ سفارتی جواریوں نے تھائی پھینگ رہنماؤں کو آلۂ کار بنانے اور حصول فتح میں ان کی مدد کرکے چین پر تسلط جمانے کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے ۔ کچھ یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ خانہ جنگی کے نتیجے میں کمزور ہو کر چین جب ایک وحدانی ریاست کے طور پر وجود کھو بیٹھےگا تو تخریب کاری کے ذریعے اس پر غلبہ پانے کے بےشمار مواقع نکل آئیں گے ۔ مثال کے طور پر "دی نارتھ امریکن ریویو" نے جولائی ۱۸۵۴ء میں تھائی پھینگ رہنما ہونگ شیو چھوان کے بارے میں لکھا :

وہ غالباً انجانے ھی میں ھمیں یہ سکھا دےگا کہ پچر کہاں ٹھونکی جائے اور لیور کہاں رکھا جائے ؛ اور یوں یورپی اثر ونفوذ کو جو اب تک پیکنگ کے محلات کی اونچی اونچی دیواروں کے سامنے بالکل بےبس رہا ھے ، ایسی بیسیوں چھوٹی چھوٹی مملکتوں کے درباروں میں حیرت انگیز قوت کے ساتھ پھیلانے میں زیادہ برس نہیں لگیں گے ، جو کبھی اس عظیم سلطنت کا حصہ رھی

ہوں گی ۔ *

تاہم تھائی پھینگ نے یوں آلۂ کار بننے کا کوئی عندیہ نہ دیا ۔ انہوں نے چھینگ حکومت سے جنگ بندی میں " ثالثی " کی غیرملکی پیشکش سے انکار ، اور اپنے علاقوں میں افیون کی تجارت حقیقی معنوں میں کچلنے کا ناقابل معافی " جرم " کرکے یہ ظاہر کر دیا کہ وہ چین کو اپنے معاملات سلجھانے میں خودمختار سمجھتے تھے ۔ مزیدبرآں ، وئی چھانگ ہوئی کی کارروائی کے نتیجے میں تھائی پھینگ ریاست کے اندرونی تضادات کی بےنقابی کے بعد غیرملکی طاقتوں نے یہ سمجھنا ترک کر دیا کہ چھینگ حکومت لاعلاج تھی ۔ حکومت کی کمزوریوں اور بدعنوانیوں کے باوجود انہوں نے اسے اپنا آلۂ کار بنا لیا : واقعتاً یہ جتنی بھی کمزور اور بدعنوان ہوتی اتنا ہی بہتر تھا ، کیونکہ نتیجتاً غلبہ یقینی ہو سکتا تھا ۔

۱۸۵۳ء میں جب تھائی پھینگ والے پہلی بار شنگھائی کے قریب پہنچ رہے تھے اور شاہی حکام بھاگ رہے تھے ، برطانوی ، امریکی اور فرانسیسی قونصلوں نے وہاں چینی کسٹمز پر قبضہ کر لیا ۔ خانہ جنگی جاری رہی تو چھینگ حکومت نے دوسری بندرگاہوں پر محاصل کی وصولی کا کام بھی غیرملکیوں کو سونپ دیا ۔ مغربی طاقتوں کو جو پہلے ہی زیادہ سے زیادہ ۵ فیصد محصول ادا کرتے تھے ، یہ

---

* Tyler Dennett, *Americans in Eastern Asia*, New York, 1922, p.212.

رعایت ملی تو وہ چین کے دربان اور حکومت کے ایک اہم ذریعۂ محاصل کے متصرف بن بیٹھے ۔ ان مراعات کو تھائی پھینگ سے بچانا واقعتاً ضروری تھا ، جو ملک کے اقتدار اعلیٰ سے بہ آسانی چشم پوشی کرنے والے نہ تھے اور جونہی ان کے ہاتھ میں اقتدار آتا یہ ساری مراعات کالعدم قرار دے دیتے ۔

۱۸۵۶ء میں جاگیردار حکومت کو پوری طرح آلۂ کار بنانے کے لئے اقدامات شروع ہو گئے ۔ اس میں نہ صرف مراعات کا حصول بلکہ یہ مقصد بھی شامل تھا کہ اسے بالکل مطیع کر لیا جائے ۔ برطانیہ ۴۳ - ۱۸۴۲ء کی جنگ افیون کے بعد کے معاہدوں سے (جو بارہ سال بعد نظرثانی سے مشروط تھے) حاصل شدہ مراعات میں اضافہ کرنے کی کوششوں میں لگا ہوا تھا ۔ چینی حکام نے افیون کی تجارت میں ملوث ایک چینی جہاز جس پر برطانوی پرچم لہرا رہا تھا ، پکڑ لیا تو برطانیہ نے اس بہانے چین کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ، جس میں بعدازاں فرانس بھی شریک ہو گیا ۔

یہ دوسری جنگ افیون تھی ۔ لیکن برطانیہ اس جنگ کے دوران ایک رکاوٹ سے دوچار ہو گیا ۔ اس کا منصوبہ تھا کہ ہندوستان کی نوآبادیاتی فوج کی مدد سے یہ جنگ پہلی جنگ کے برعکس زیادہ بڑے پیمانے پر لڑی جائے ۔ لیکن عین انہی دنوں یعنی ، ۱۸۵۷ء کی عظیم جنگ آزادی کے دوران ، ہندوستانی فوج نے ، جسے برطانیہ نے عالمگیر سلطنت * کے قیام میں ایک آلے کے طور پر بڑی احتیاط سے پروان

---

* اس سوچ کے اظہار میں ، ہندوستانی فوج کے برطانوی کمانڈر انچیف چارلس نیپئر نے جنگ آزادی سے تھوڑا عرصہ قبل ہی لکھا تھا : "اگر میں ہندوستان کا بادشاہ

چڑھایا تھا ، سامراجی آقاؤں کے خلاف بغاوت کر دی ۔ اسی وجہ سے چین کے خلاف کارروائی میں تاخیر ہو گئی ۔ یہ ایک مثال ہے کہ جدید دور میں ایشیائی عوام نے اپنی نوآبادیت دشمن جنگوں کے ذریعے کس طرح ایک دوسرے کی مدد کی ۔ تاہم " بغاوت ہند " کچلنے کے بعد برطانیہ نے یورپ کی جنگ کریمیا میں بچے ہوئے ہتھیاروں سے لیس کثیر فوجیں چین روانہ کر دیں ۔ ان کی مدد کو بحری فوج بھی آ گئی جو اب دخانی جہازوں پر مشتمل تھی ۔ اس نے محکوم ہندوستان کے عوام سے تاوان لیکر چین ، افغانستان اور ایران میں اسی زمانے کی جارحیت کی پوری قیمت بھی وصول کر لی ۔ یہ صورت تھی جس میں ایک ایشیائی قوم کی شکست کئی قوموں کے نقصان کا باعث بنتی تھی ۔ یہ ہر اس ملک کے لئے ایک ناگزیر کڑوا سبق تھا جو سامراج کے اس منصوبے میں کہ وہ سب ملکوں کو غلام بنا لے ، اڈے کا کردار ادا کرتا ہے یا بھرتی کا میدان بنتا ہے ۔

۵۸ - ۱۸۵۷ء میں کینٹن پر بمباری کی گئی ۔ برطانیہ اور فرانس کی فوجیں پٹچنگ سے صرف ۸۰ میل دور تھیئن چن کے مقام پر بھی آ اتریں ۔

چھینگ حکومت نے ایک بار پھر ہتھیار ڈال دیئے اور تھیئن چن معاہدوں (۱۸۵۸ء) میں یہ شرائط تسلیم کر لی گئیں :

ہوتا ! میں ماسکو اور پٹچنگ کو ہلا کر رکھ دیتا ... اگر میں برطانیہ کا بادشاہ ہوتا ، تو میں دہلی کے محل سے مٹھیاں بھینچ کر پیش قدمی کرتا ... برطانوی بیڑا مغرب میں ہوتا اور ہندوستانی فوج مشرق میں ۔ " بحوالہ R. Palme Dutt, *India Today*, Bombay, 1949.

بھاری تاوان جنگ کی ادائیگی ؛
غیرملکیوں کو پیچنگ میں رہائش کے حقوق ؛
افیون اور مشنری سرگرمیوں کی واضح قانونی حیثیت ؛
غیرملکی انتظامیہ کے تحت متعدد نئی بندرگاہوں میں بستیوں کا قیام ؛ اور
کسٹمز اور دیگر محاصل پر دائمی غیرملکی تصرف ۔

غدار شاہی حکومت ٹھیکے پر چینی مزدوروں کی برآمد میں مدد دینے پر بھی متفق ہو گئی اور یوں بدنام زمانہ "قلیوں کی تجارت" کو قانونی حیثیت مل گئی ۔ برطانیہ کے ساتھ ۱۸۵۸ء کے معاہدے کی شق ۵ جزوی طور پر یوں تھی :

... شہنشاہ چین ، بذریعۂ فرمان ، ہر صوبے کے اعلیٰ حکام کو یہ اعلان جاری کرنے کا حکم دیں گے ... کہ جو چینی برطانوی نوآبادیات یا سمندر پار علاقوں میں کام کرنے کے خواہاں ہوں ، انہیں اس مقصد کے لئے برطانوی شہریوں سے معاہدے کرنے کی پوری پوری آزادی حاصل ہوگی ...

"پوری پوری آزادی" عملاً بردہ فروشوں کے لئے تھی جن کی لوٹ مار کو قانونی تحفظ حاصل ہو گیا تھا ۔ عوام اس کے خواہاں نہیں تھے ۔ اگلے ہی سال کینٹن میں برطانوی قونصل روتھرفورڈ الکوک قلیوں کے تاجروں کی متواتر ہلاکت کی خبریں بھیجنے لگا ۔ اس نے اعلان کیا کہ سابقہ معمولات "نہ تو ممکن رہے تھے اور

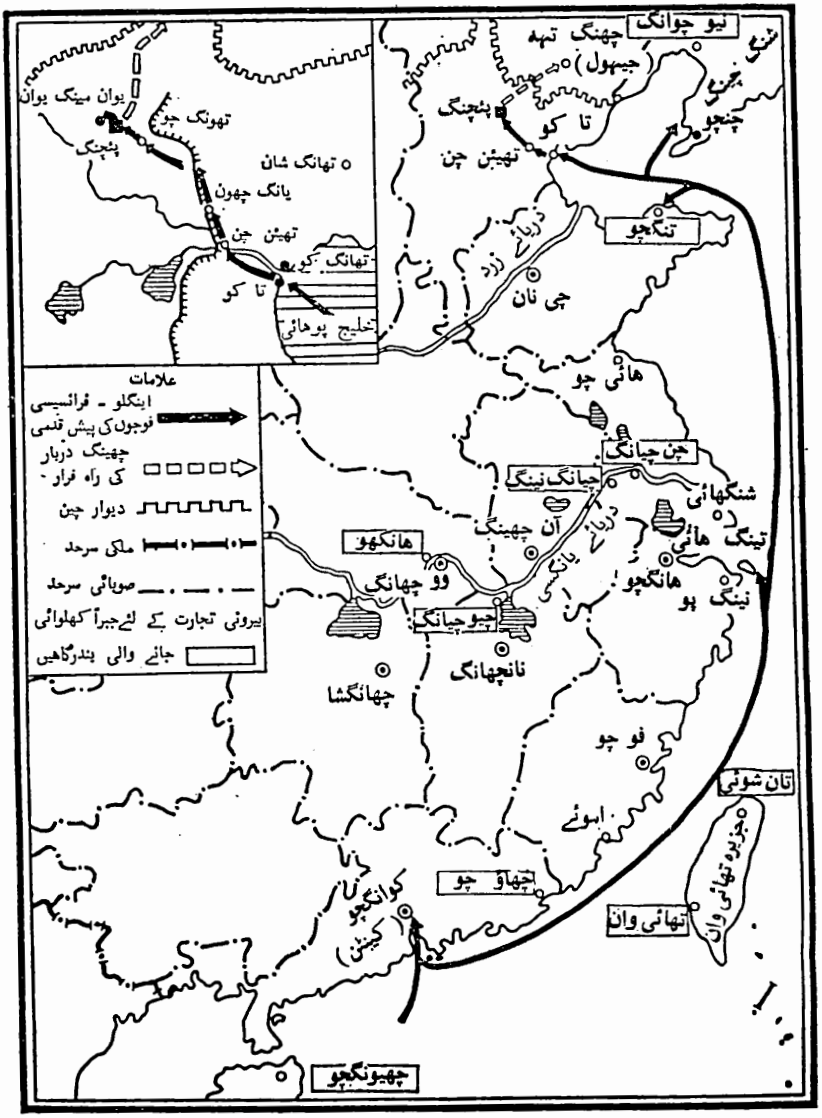

دوسری جنگ افیون (۶۰-۱۸۵۶ء) کے دوران چین پر اینگلو- فرانسیسی حملہ

نہ محفوظ " ۔ اس کا سبب یہ تھا :

... ہر شخص اپنے گھر سے نکلتے ہوئے ڈرتا تھا ، حتیٰ کہ لوگ دن دھاڑے سڑکوں پر محفوظ نہ رہے تھے ۔ انہیں ہر دم پکڑے جانے کا دھڑکا لگا رہتا تھا ۔ آدمی کو قرض خواہی یا بےراہروی کے جھوٹے الزامات میں پکڑ لیا جاتا تھا ... اور قلیوں کے ٹھیکےداروں کے ہاتھ سستے داموں بیچ دیا جاتا تھا ۔ پھر انہیں سمندر پار پہنچا دیا جاتا جہاں سے ان کی کوئی خیرخبر نہیں آتی تھی ۔ شہر اور آس پاس کے سارے علاقوں کی آبادی اس مشترکہ خطرے کو سروں پر منڈلاتا محسوس کرنے لگی تھی ۔ *

تاہم سامراجیوں نے اس کا حل یہ نکالا کہ تجارت روکنے کی بجائے لوگوں کے جذبات کو سرد رکھا جائے ۔ اس کام کی نگرانی کے لئے انہوں نے ایک " ایمیگریشن ہاؤس " کھول دیا ۔ ایک اور برطانوی افسر ہیری پارکر نے سب سے اہم مقصد — منافع کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھا :

مجھے امید ہے کہ یہ نظام لوگوں کی پکڑ دھکڑ کے مقابلے

---

* H.F. McNair, Modern Chinese History — Selected Readings, Shanghai, 1927, pp.409 - 411 سے حوالہ ۔

میں زیادہ ارزاں ثابت ہوگا ، اور جو غیرسلکی اخلاقی تقاضوں کے پیش نظر اسے اپنانے سے ہچکچاتے ہیں ، کفایت کے نقطۂ نظر سے اپنا لیں گے ۔ *

۱۸۵۸ء کے معاہدے کی رو سے برطانیہ کو جو مراعات ملی تھیں ، امریکہ نے اپنے معاہدے میں ان کے علاوہ کچھ ضمنی خصوصی مراعات بھی لکھوا لیں ۔ الفاظ کو دیکھتے ہوئے یہ مراعات کم و بیش ملکوتی لگتی تھیں ۔ انہوں نے "قلیوں" کو بیرون ملک لے جانے کے لئے یہ بنیاد پیش کی کہ "نقل وطن اور شہریت کی تبدیلی انسان کا پیدائشی اور لازمی حق ہے" ! ** ۱۸۶۰ء کے عشرے تک امریکہ کی بحرالکاہل کی ساحلی ریاستوں میں ریلوے لائن تعمیر کرنے والے مزدوروں میں چینیوں کی تعداد ۹۰ فیصد تک پہنچ چکی تھی ۔ ان سے امتیازی سلوک ہوتا تھا ، مارا پیٹا جاتا تھا اور ذرا ذرا سی بات پر وہ قتل کر دیئے جاتے تھے ۔ *** آخر میں انہیں

---

* ایضاً ۔

** متعدد امریکی مصنفوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امریکہ جانے والے چینی مزدور "آزاد" تھے اور "قلیوں کی تجارت" کا جزو نہیں تھے ۔ بات یہ نہیں تھی ۔ ڈینیٹ نے اپنی کتاب *Americans in Eastern Asia* میں موازنہ کرتے ہوئے صاف لکھا ہے کہ کسی کو "یہ نتیجہ اخذ نہیں کر لینا چاہیئے کہ وہ آزاد تھے ۔"

*** P.J. Treat, *The Far East, A Political and Diplomatic History*, New York, 1928, p.510. وہ لکھتا ہے : "جیسے ۱۸۵۵ء میں کیلیفورنیا میں ۳۲ چینیوں کو قتل کر دیا گیا ، " "... ۱۸۶۲ء میں یہ تعداد ۸۸ تک جا پہنچی ۔"

دھوبیوں اور باورچیوں ایسے ادنیٰ پیشوں میں دھکیل دیا گیا اور وہ آج بھی یہی کام کرتے ھیں ۔ مغربی امریکہ کی تعمیر میں سخت ترین جسمانی مشقت کا کام ختم ھوا تو چینی تارکین وطن کی ضرورت بھی نہ رھی اور ۱۸۸۲ء میں چینیوں کو امریکہ آنے کی اجازت دینے سے بالآخر قطعی انکار کر دیا گیا ۔ یہ تھا "نقل وطن کا پیدائشی اور لازمی حق" ۔ اور جہاں تک "شہریت کی تبدیلی" کا تعلق ھے ، جو لوگ پہلے ھی امریکہ میں تھے ، انہیں بھی اسی سال نسلی امتیاز کی بنیادوں پر شہریت کا نااھل قرار دے دیا گیا (درحقیقت ۱۸۴۹ء ھی میں ، جب وہ پہلی بار کیلیفورنیا آئے تھے ، انہیں یہ حق دینے سے انکار کر دیا گیا تھا)۔

زار شاھی روس ، جس نے دوسری جنگ افیون میں حصہ نہیں لیا تھا اور امریکہ ، جس نے گو اعلان جنگ نہ کیا مگر چین کے خلاف معاندانہ کارروائیوں میں شریک رھا تھا ، "انتہائی ترجیح یافتہ ملک کی شق" کے ناتے مزید مراعات کے دعویدار بن بیٹھے ۔ شمالی چین کے سمندروں میں برطانوی اور فرانسیسی بیڑے کے ساتھ ان ملکوں کے ایلچی بھی موجود تھے اور جارحین کے مطالبات منوانے کے لئے چین پر دباؤ ڈالنے میں شامل رھے ۔ بلکہ حقیقت یہ ھے کہ ۱۸۵۸ء میں تھیئن چن میں چین پر جو چار معاھدے مسلط کئے گئے ان میں سے ان "غیرجانبدار" ملکوں کے ساتھ معاھدوں پر پہلے اور جنگ میں دشمنوں کے ساتھ معاھدوں پر بعد میں دستخط ھوئے ؛ روس سے ۱۳ جون ، امریکہ سے ۱۸ جون اور برطانیہ اور فرانس سے بالترتیب ۲۶ اور ۲۷ جون کو معاھدے ھوئے ۔ مزیدبرآں ، برطانیہ اور فرانس

کی معاندانہ سرگرمیوں کے دوران ، زار شاہی روس نے چین کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الگ سے معاہدۂ آئی گون (۲۸ مئی ۱۸۵۸ء) مسلط کرکے دریائے ہئی لونگ چیانگ (دریائے آمور) کے شمال میں مشرقی سائبیریا کا علاقہ ہتھیا لیا ۔ یہ سب سے بڑا مال غنیمت تھا — ہر نوع کے وسائل سے مالا مال ۶ لاکھ مربع کلومیٹر رقبہ ، جس کے بارے میں اس وقت اینگلز نے لکھا کہ یہ علاقہ " فرانس اور جرمنی کے مجموعی رقبے کے برابر " اور اس میں " ڈینیوب جتنا بڑا دریا " شامل ہے ۔

چین کی شاہی حکومت نے عوامی غم و غصے کے مدنظر چونکہ ان معاہدوں کی توثیق میں تاخیر کر دی تھی ، لہذا ۱۸۶۰ء میں برطانیہ اور فرانس نے دوبارہ جنگ چھیڑ دی اور مضبوط دفاع کے باوجود ، تاکو قلعہ بندیوں پر جو سمندر کے راستے پیچنگ تک رسائی میں سدراہ تھیں ، قبضہ کرکے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی ۔ اس کے بعد دونوں ملکوں کی فوجوں نے دارالحکومت پیچنگ پر دھاوا بول دیا ، یوان مینگ یوان قصر گرما میں ، جو ایک عجوبۂ روزگار تھا ، لوٹ مار مچا کر برباد کر دیا اور عوام پر شدید مصائب توڑے ۔ " نیک طینت " چارلس جارج گورڈن (اس وقت برطانوی فوج کا محض ایک چھوٹا افسر) نے اس ڈاکہ زنی اور لوٹ مار میں اپنے حصے کے متعلق گھر والوں کو لکھا :

ہم وہاں پہنچے اور لوٹ مار کے بعد آگ لگا دی ...
یہاں سے نکلتے نکلتے ہم میں سے ہر ایک کو ۸۰ پاؤنڈ سے

زیادہ نقد انعام مل چکا تھا ؛ اگرچہ بہت سے لوگوں کی نسبت کم مال میرے ہاتھ لگا ، پھر بھی خاصا تھا ... یہ جگہ جو ہم نے نذرآتش کی ، تم اس کی خوبصورتی اور عظمت کا اندازہ نہیں لگا سکتے ... وقت اتنا کم تھا کہ ہم پوری طرح لوٹ مار بھی نہ کر سکے ... ہر کوئی لوٹ مار میں دیوانہ ہو رہا تھا ۔*

مشہور فرانسیسی جمہوریت پسند ، شاعر اور ناول نگار وکٹر ہیوگو نے اس پر یوں صدائے احتجاج بلند کی :

ہمارے گرجا گھروں کے سارے نوادر مل کر بھی اس پرشکوہ مشرقی عجوبے کی همسری نہیں کر سکتے ... ایک روز دو ڈاکو اس قصر گرما میں گھسے ۔ ایک نے لوٹ مار مچائی اور دوسرے نے اسے آگ دکھا دی ۔ ... ایک نے اپنی جیبیں اور دوسرے نے اپنی تجوریاں بھریں اور ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے قہقہے لگاتے باہر نکل گئے ۔ جب تاریخ لکھی جائے گی تو ان ڈاکوؤں میں سے ایک کو فرانس اور دوسرے کو برطانیہ کا نام دیا جائے گا ۔

۱۸۶۱ء میں اس تلخ اظہار کے ساتھ ہیوگو نے یہ تبصرہ بھی شامل کیا :

---

* Boulger Demetrius, *Life of Gordon*, London, 1896, p.46.

لیکن میں احتجاج کرتا ہوں ... حکومتیں بعض اوقات ڈاکہ زنی کی مرتکب ہوتی ہیں ، مگر عوام کبھی ایسا نہیں کرتے ... مجھے امید ہے ایک دن آئے گا جب فرانس ، تطہیر اور نجات کے بعد ، یہ لوٹا ہوا مال چین کو واپس کر دے گا ۔ *

ایک صدی سے زیادہ عرصہ بیت گیا ۔ یہ نوادر آج بھی مغربی ممالک کے عجائب گھروں اور حویلیوں کی زینت بنے ہوئے ہیں یا " پروقار " نیلام گھروں میں اس مسروقہ دولت کی بولی لگتی ہے اور سرمایہ کاری یا " خوش ذوقی " کے ثبوت کے طور پر پیش کی جاتی ہے ۔

آئندہ جارحیت کے لئے برطانیہ اور فرانس نے پیچنگ میں ۱۸۶۰ء میں ، ۱۸۵۸ء کے ان معاہدوں کی توثیق کروائی اور مزید تاوان کے طور پر نئے معاہدے مسلط کئے ۔ زار شاہی روس نے ، جو متحارب ملک نہیں تھا ، خالصتاً بلیک میل کے ذریعے ایک اور بڑا فائدہ حاصل کر لیا ۔ روس کے نمائندے کاؤنٹ اگنیٹئف نے ، جسے پہلے ہی سن گن مل چکی تھی کہ مغربی حملہ آور انخلا کا ارادہ رکھتے ہیں ،

---

* بحوالہ Jean Chesneaux, " French Friends of China, Old and New," *China Reconstructs*, July 1958. اس مضمون میں ژاں نے کندہ تصویروں کے ایک سیٹ کا ذکر بھی کیا ہے ، جن میں مشہور مصور ہونورے داومیئر نے " فرانس کی مہماتی فوج ... کے مظالم اور ایک ایسی بدترین جنگ کی مذمت کی جس میں عوام کو زہر (افیون — اسرائیل اپسٹین) کھانے پر مجبور کیا گیا تھا ۔ "

کمزور چھینگ دربار سے وعدہ کیا کہ وہ سفارتی دباؤ ڈلوا کر حملہ آوروں کو نکلنے پر مجبور کرے گا ، اور بدلے میں چین کا مزید ۴ لاکھ مربع کلومیٹر رقبہ حاصل کر لیا جس میں وہ علاقہ بھی شامل تھا ، جو زارشاھی روس کا بحری صوبہ بنا اور جہاں اس نے چینی شہر ھائی شن وئی کو ولاڈی واسٹک (مطلب " مشرق پر حکمرانی ") کے شہر اور قلعے میں بدل دیا ۔ یوں روس نے چھینگ حکومت پر دباؤ ڈال کر ۱۸۵۸ء اور ۱۸۶۰ء کے دو معاھدوں کے ذریعے ۱۰ لاکھ مربع کلومیٹر چینی علاقہ ھتھیا لیا (مختلف ادوار میں مغربی سرحدی علاقوں پر قبضے سمیت اس نے مجموعی طور پر چین سے لگ بھگ ۱۵ لاکھ مربع کلومیٹر علاقہ ھتھیایا) ۔ * دوسری طاقتوں کی طرح روس ناکارہ چھینگ حکومت کو نہ صرف ھتھیار ڈالنے پر مجبور کرتا رہا بلکہ انقلاب کے خلاف بھی اکساتا رہا ۔ وہ کبھی اسے لالچ دیتا — تھائی پھینگ کے خلاف لڑنے کے لئے توپوں کی فراھمی کا وعدہ کرتا — اور کبھی یہ دھمکی دیتا کہ اگر مطالبات نہ مانے گئے

---

* ۱۹۶۹ء کے بعد سوویت عوام میں جو پروپیگنڈا کیا گیا ، اس کے قطعاً برعکس چین ان وسیع و عریض علاقوں کی واپسی کا دعویدار نہیں ہے ، جو ۱۹ ویں صدی کے غیرمساوی معاھدوں کے تحت زارشاھی روس نے ھتھیائے تھے ۔ چینی حکومت نے ۷ اکتوبر ۱۹۶۹ء کو جو اعلان جاری کیا اس میں سرحدی تنازعہ طے کرنے کے لئے حسب ذیل نکات پیش کئے گئے تھے :

تاریخ میں صحیح اور غلط کے درمیان تمیز کرنے کی خاطر ، یہ توثیق کی جائے کہ موجودہ سرحدوں کے ضمن میں معاھدے غیر مساوی تھے جو روسی زاروں نے چین پر مسلط کئے تھے ۔ (بالادستی پسندوں کے برسراقتدار آنے اور زارشاھی توسیع پسندی کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملانے سے قبل سوویت حکومت اور سوویت

تو وہ لڑائی میں برطانیہ اور فرانس کا ساتھی بن جائےگا ۔

مانچو دربار پر مسلط یہ نئے غیرمساوی معاھدے غیرملکی طاقتوں کے لئے اس قدر بیش بہا اثاثہ تھے کہ وہ ان سے دستکش ھونے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے ۔ انہیں جو فوائد حاصل ھوئے وہ مساوی بنیادوں پر بڑھتی ھوئی تجارت کے خالصتاً تجارتی فوائد سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھے ۔ اور تھائی پھینگ کے جیتنے کی صورت میں صرف مساوی بنیادوں پر ھی تجارت ممکن تھی ۔ مزیدبرآں ، جاگیردار حکمرانوں نے بلاسبب ھی ملک سے غداری نہیں کی تھی ۔ برطانیہ سے معاھدے کی شق ۱۰ میں انہوں نے یہ بات شامل کی تھی کہ دریائے یانگسی میں برطانوی جہازوں کو آمدورفت کی سہولت اسی صورت ملے گی کہ تھائی پھینگ علاقوں میں " امن و امان بحال ھو جائے " ۔ فرانس کے ساتھ معاھدے میں وعدہ کیا گیا تھا کہ نانکنگ کو جونہی تھائی پھینگ سے آزاد کرایا جائےگا ، غیرملکیوں پر شہر

مطبوعات کا موقف یہی تھا ۔)

حقیقی صورت حال کے پیش نظر پرامن مذاکرات کے ذریعے سرحدی تنازعات کے ھمہ گیر تصفیئے کے لئے ان معاھدوں کو بنیاد بنایا جائے . . . چین ان معاھدوں کے ذریعے ھتھیائے گئے علاقے کی بازیابی کا مطالبہ نہیں کرتا ۔

نیا اور مساوی بنیادوں پر سرحدی سمجھوتہ کیا جائے ۔

جہاں تک متنازعہ علاقوں کا تعلق ھے (جن پر روس نے معاھدوں سے تجاوز کرتے ھوئے قبضہ کیا تھا) وھاں موجود صورت حال برقرار رکھی جائے ، مسلح تصادم سے اجتناب کیا جائے اور بات چیت کے ذریعے تصفیئے تک فریقین کی مسلح فوجوں کو پیچھے ھٹا لیا جائے ۔

کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ۔ یہی چال افیون کی تجارت کے سلسلے میں چلی گئی ۔ اس تجارت کو ایک معاہدے کے ذریعے قانونی حیثیت دی جا چکی تھی اور یوں تھائی پھینگ کو " بین‌الاقوامی قانون شکن " قرار دیا گیا تھا ، کیونکہ انہوں نے افیون پر پابندی عاید کر رکھی تھی ۔

ان اسباب کی بنا پر غیرملکی حکومتوں اور اخبارات کا لہجہ بالکل بدل گیا ۔ تھائی پھینگ کو اب اصلاح‌پسند اور ہم مذہب کہہ کر ستائش نہیں کی جاتی تھی بلکہ " نراجی " اور جداگانہ عیسائیت کا پرچار کرنے پر " کافر " قرار دے کر مذمت کی جانے لگی ۔ ان کے بارے میں طرح طرح کی خوفناک کہانیاں پھیلائی جانے لگیں جو شاہی حکومت کے کارندے خوشی سے مہیا کرتے تھے یا پھر غیرملکی ایسی کہانیاں خود ہی گھڑ لیتے تھے ۔ پٹچنگ میں شہنشاہ کی حکومت کو جسے کل تک رجعت پسند ، ناقابل اصلاح اور کافر کہا جاتا رہا تھا ، اب ایک مستحکم قوت اور تجارت اور قانون کی پاسبان قرار دیا جانے لگا ۔

۶۲ - ۱۸۶۱ء تک برطانوی اور فرانسیسی فوجیں شنگھائی میں تھائی پھینگ کے خلاف سرگرمیوں میں شریک ہو چکی تھیں ۔ اس کے علاوہ امریکی مہم جو فریڈرک ٹاؤن‌سینڈ وارڈ نے جو نکاراگوا پر ولیم واکر کے قزاقانہ حملے میں شرکت کے بعد تازہ تازہ چین آیا تھا ، مانچو جھنڈے تلے لڑنے کے لئے قزاقوں کا ایک بین‌الاقوامی دستہ تیار کیا جس میں کچھ چینی بھی شامل تھے ۔ وارڈ مارا گیا ۔ اور یوں تھائی پھینگ نے لاطینی امریکی عوام کا انتقام لے لیا ۔ اس کی جگہ

سامراجی " ہیرو " برطانوی میجر (بعدازاں جنرل) چارلس گورڈن نے لی ۔ یہ وہی گورڈن تھا ، جس نے یوان مینگ یوان قصر گرما میں لوٹ مار کی تھی ۔ وہ کئی سال بعد سوڈان کا دفاع کرنے والے محبان وطن کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچا اور یوں سوڈانی عوام نے اس سے اپنا اور چینی عوام کا انتقام لیا ۔ گورڈن کے علاوہ متعدد برطانوی بری اور بحری افسر بھی چھینگ شاھی فوج میں بطور مشیر کام کرتے رہے ۔ ان دستوں کو برطانیہ کے جدید ترین ہتھیار اینفیلڈ رائفل سے مسلح کیا گیا جو اس وقت تک یورپ میں بھی استعمال نہیں کی گئی تھی ۔ بکتربند دخانی گن بوٹیں بھی جو قبل‌ازیں کبھی استعمال نہیں کی گئی تھیں ، دریائے یانگسی میں بھیج دی گئیں ۔

ان سب کارروائیوں کے نتیجے میں عوام پر کیا گزری اس کا اظہار چین میں ایک برطانوی اخبار " اوورلینڈ ٹریڈ رپورٹ " کے ۱۰ جون ۱۸۶۲ء کے شمارے میں یوں کیا گیا ہے :

ایڈمرل پروٹیٹ کی موت کے بعد فرانسیسی فوجی سفاکی پر اتر آئے ہیں اور مردوں ، عورتوں اور بچوں کو بلاامتیاز قتل کر رہے ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ برطانوی ملاحوں نے بھی ایسی ہی نفرت انگیز بربریت کا مظاہرہ کیا ہے — وہ نہ صرف تھائی پھینگ بلکہ بےضرر ، نہتے دیہاتیوں پر بھی مظالم توڑ رہے ہیں ۔ ان حالات میں ایک عجیب مگر حق بات یہ ہے کہ تھائی پھینگ نے کسی یورپی کے خلاف ، خواہ وہ ان کے ہاتھوں گرفتار ہی

کیوں نہ ہو چکا ہو ، ایسی انتقامی کارروائی نہیں کی ۔ *

غدار ، حسب معمول گھناؤنا کردار ادا کرتے رہے ۔ جب نینگ پو شہر تھائی پھینگ کے ہاتھ سے نکل گیا تو ہانگ کانگ کے اخبار " چائنا میل " نے ۲۲ مئی ۱۸۶۲ء کے شمارے میں لکھا :

ایک اہم قاتل اور اذیت رساں ... برطانوی قونصل کا نوکر یا ذاتی خادم آفوک تھا ... اس نے ریشمی لباس پہن رکھا تھا اور خدمتگاروں کے جلو میں گھوڑے پر سوار شہر کے چکر لگا رہا تھا ۔ خدمتگاروں کے ہاتھوں بدقسمت شہریوں کو موت کے گھاٹ اتروا رہا تھا اور برطانوی سپاہیوں کو احکامات دے رہا تھا (جن پر واقعی فوراً عمل ہوتا تھا) ۔ **

مغربی ملکوں کے عوام کو یہ اعزاز جاتا ہے کہ انہوں نے اس مداخلت کے خلاف یورپ میں بڑی سرگرمی سے احتجاج کیا ۔ مارکس اور اینگلز نے اس مداخلت کو بری طرح بےنقاب کیا اور سخت مذمت کی ۔ برطانیہ کے مزدور طبقے اور جمہوریت پسند گروہوں نے لندن کے ٹریفالگر اسکوائر میں مظاہرہ کیا ۔ اس زمانے کے روسی اور دیگر لوگوں نے اس مداخلت کی مذمت کی ۔ بہت سے غیرملکی تھائی پھینگ کے شانہ بشانہ لڑے ۔ گو ، امریکہ کے برجیوآن کی مانند کچھ کیسے

---

* Lindley, op.cit., pp.519-520.

** Ibid., p.536.

مہم جو بھی تھے جو کبھی ادھر آ ملتے اور کبھی ادھر چلے جاتے تھے ۔ تاہم بہت سے نیک نیتی کے ساتھ آخر دم تک تھائی پھینگ کے نصب‌العین پر قائم رہے ۔ ان میں آگسٹس لنڈلے نے بغاوت کے بارے میں بیش بہا اور معرکتہ‌الآرا تفصیلات رقم کیں ، جن کا حوالہ ہم قبل ازیں دے چکے ہیں ۔ کچھ اور انگریز ، فرانسیسی فوج کے کئی سابق نان کمیشنڈ افسر اور ایک اطالوی ، سارڈینیا کے میجر مورینو شامل تھے ۔ میجر مورینو کے بارے میں لنڈلے لکھتا ہے کہ وہ ایک بےلوث اور باوقار شخص تھا ۔ اس نے شنگھائی میں کچھ عرصے تک تھائی پھینگ کے خفیہ رابطے کی حیثیت سے بھی کام کیا ۔ ایسے متعدد افراد ، جاگیردار حکمرانوں کے ملازم غیرملکیوں کے برعکس ، رضاکارانہ کام کرتے تھے اور کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے ۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ رضاکاروں میں متعدد ہندوستانی بھی موجود تھے ۔ برطانیہ نے ۱۸۵۷ء کی بغاوت ہند * کی سرکوبی کے بعد پانچویں

---

* ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی بغاوت دوسری جنگ افیون کے دوران ہوئی تھی ۔ گو بات ہنوز تشنۂ تحقیق ہے ، تاہم ان میں قریبی تعلق ضرور تھا ۔ ہندوستان میں اس وقت کے برطانوی کمانڈر جنرل سر ہنری ہیولاک نے بنگال کے گورنر لارڈ کیننگ کے نام ایک خط میں لکھا کہ ہندوستانی سپاہیوں میں موجود بےچینی کا سبب یہ نہیں تھا کہ "گائے یا سور کی چربی" والے کارتوس دے کر ہندوؤں اور مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح کئے گئے تھے (درحقیقت اس کا استعمال عرصہ قبل ترک کر دیا گیا تھا) بلکہ اس کا سبب جنرل سروس انلسٹمنٹ کا وہ حکم تھا جس میں چین کے خلاف لڑائی کے لئے فوج تیار کرنے کو کہا گیا تھا ۔ بنگال آرمی یونٹوں کے ہندوستانی سپاہیوں نے اس سے انکار کر دیا ؛ برطانیہ ۷۴ ویں رجمنٹ کو ایسے ہی حالات میں برما جانے سے انکار پر توڑ چکا تھا ۔

بمبے انفنٹری رجمنٹ، بائیسویں پنجاب انفنٹری رجمنٹ اور دیگر ہندوستانی یونٹ جن کے افسر انگریز تھے ، تھائی پھینگ کے خلاف لڑنے کے لئے چین بھیج دیں ۔ مگر جلد ہی ان یونٹوں کے سپاہیوں نے انقلابیوں کا ساتھ دینا شروع کر دیا ۔ چھینگ فوج کے کمانڈر لی ہونگ چانگ نے لکھا کہ فروری ۱۸۶۳ء میں " پچاس ساٹھ سانولے چہروں والے غیرملکی " چہہ چیانگ کے کسان فوجیوں کے شانہ بشانہ لڑ رہے تھے ۔ اسی سال مئی میں ایک برطانوی مبصر کے مطابق شنگھائی کے قریب تھائی چھانگ کی لڑائی میں ہلاک ہونے والے تھائی پھینگ سپاہیوں کے ساتھ پانچویں بمبے انفنٹری کے تین سابق سپاہیوں کی لاشیں بھی پائی گئیں ۔ لنڈلے نے بھی لکھا ہے کہ تھائی پھینگ کی صفوں میں ہندوستانی شامل تھے ۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سو سال قبل بھی " ایشیائیوں کو ایشیائیوں سے لڑانے " کی پالیسی کے نتیجے میں ایک بالکل مختلف احساس — مشترکہ مفاد اور سامراج دشمن تعاون کا احساس پیدا ہو چکا تھا ۔ *

جدوجہد کا آخری مرحلہ انتہائی خون آشام تھا ، جس میں چھینگ اور مداخلت‌کار فوجوں نے ملک کے وسیع و عریض علاقوں میں تباہی مچا دی ۔ تھائی پھینگ بڑی جوانمردی سے لڑے مگر اس وقت تک

---

* یہ بیشتر حقائق چینی مورخ یوی شنگ وو اور چانگ چن کھون کے مضمون " سو سال قبل چین اور ہندوستان کی تحریک آزادی " سے لئے گئے ہیں جو بغاوت ہند کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر مئی ۱۹۵۷ء میں پیچنگ کے اخبار " ژن من رپاؤ " (روزنامہ عوام) میں چھپا تھا ۔ معرکۂ تھائی چھانگ کے بارے میں حوالہ Andrew Wilson's, *The Ever-Victorious Army*, Edinburgh, 1868 سے لیا گیا ہے ۔

تحریک کی جبلی قیود ، رهنماؤں کی سیاسی اور اسٹریٹجک غلطیوں میں نمایاں هو چکی تھیں - غیرملکیوں کی شه پر جنونی جاگیردار قوتوں نے اپنے نئے نمائندے میدان میں لا کھڑے کئے - ان میں چینی جاگیردار جرنیل زنگ کو فان ، لی هونگ چانگ اور زو زونگ تھانگ شامل تھے - یه "مردان آهن" (عوام سے نمٹنے میں زورآور مگر غیرملکی جابروں کے مقابلے میں بھیڑ) کا اولین سلسله تھا جس کی انتہا چیانگ کائی شیک پر هوئی - یه امر قابل ذکر هے که ایسے غدار غیرملکی مورخوں اور رجعت پسند چینی اسکالروں اور سیاستدانوں کے محبوب بنے رهے (مثال کے طور پر زنگ کو فان چیانگ کائی شیک کا هیرو تھا) - تاهم ایک چینی مورخ نے قدیم چینی فلاسفر مینشس (۳۷۲ - ۲۸۹ ق م) کا قول دوهراتے هوئے یوں تبصره کیا هے :
"اولادیں بھلے سے اسلاف کے ناموں کا سکه چمکاتی رهیں ، بدنامی پھر بھی خاندان سے چپکی رهے گی - "

تھائی پھینگ انقلابی کسان جنگ پوری انیسویں صدی کی تلخ ترین جنگ تھی - یه شدت اور هلاکت کے اعتبار سے نپولین کی جنگوں ، جنگ کریمیا ، امریکی خانه جنگی اور فرانس - پرشیا جنگ کو پیچھے چھوڑ گئی - گو اسے پوری طرح کچل دیا گیا ، لیکن یه ثابت کر گئی که جاگیردار حکومت ، تن تنہا ، چینی عوام کو قابو میں رکھنے کی اهل نہیں رهی تھی -

جہاں تک رجعت پسندی کا تعلق هے ، چینی حکمران طبقه جو بال بال بچا تھا ، غیرملکی حمله آوروں کا دم چھلا بن گیا - (یه ناگوار گٹھ جوڑ جو ۱۹۴۹ء تک چین پر مسلط رها ، هنوز ناروا طور

پر تھائی وان میں موجود ہے ، اور ۱۹۷۰ء کی دھائی کے اوائل تک قائم رہا جبکہ اقوام متحدہ کے ایوانوں میں کومنتانگ کے بچے کھچے عناصر کو "چین کا نمائندہ" سمجھا جاتا تھا ۔) جہاں تک عوام کا تعلق ہے ، انہوں نے بھرپور تھائی پھینگ جدوجہد کے ذریعے چینی جاگیرداری پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ پھر کبھی پنپ نہ سکی ۔ اور اس کے بعد محض اپنے گورکنوں کی راہ دیکھتی رہی ۔ اور جہاں تک سامراجیوں کا تعلق ہے ، تھائی پھینگ انقلاب کے بعد وہ چین کی عوامی بغاوتوں کا براہ راست سامنا کرنے سے بدکنے لگے ۔ جب کبھی بھی ممکن ہوتا وہ اپنے اور اس لامتناہی طاقت کے درمیان چینی رجعت پسند حاکموں اور فوجوں کا پرفریب تانا بانا بن لیتے ۔

ایک پرشکوہ روایت زندہ رہی ۔ تھائی پھینگ مجاہدوں کی داستانوں نے سن یت سین کے لئے ، جو بغاوت کی قطعی سرکوبی کے اگلے سال ، یعنی ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے ، شمع اعتماد روشن کی کہ عوامی قوت کے بل پر ملکی ، غیرملکی جابروں یا بیک وقت دونوں کا تختہ الٹا جا سکتا تھا ۔

۱۹۳۰ء کے عشرے میں ، چینی سرخ فوج لڑتی بھڑتی جب انہی راہوں سے گزری جن سے کبھی تھائی پھینگ انقلابی گزر چکے تھے ، تو اس کے رہنماؤں نے تھائی پھینگ باغیوں کے بہت سے تجربات ذہنوں میں بسا رکھے تھے ۔ ۱۹۳۰ء کے عشرے کے دوران کمیونسٹ پارٹی کی زیرقیادت آزاد علاقوں میں عظیم‌الشان پیداواری مہم کی صورت ایک بار پھر تھائی پھینگ نعرے ، "پیٹ بھر کے کھاؤ ،

اچھی طرح تن ڈھانپو " کی بازگشت سنائی دی ۔ ان علاقوں میں فوج ، عوام اور سرکاری اہلکاروں نے " ایک ہاتھ میں کدال اور دوسرے میں رائفل " ایسے طریقے اپناتے ہوئے کومنتانگی ناکہ بندی کی کوششوں کو ناکام بنا دیا اور جاپان دشمن گوریلا جنگ میں خود کفالت حاصل کی ۔ اور نئے چین میں خودانحصاری کے جذبے نے اسی مثال سے جنم لیا ۔

آج تھائی پھینگ مجاھدوں کی یاد چین سے باھر تک پہنچ چکی ھے ۔ ایشیا ، افریقہ اور لاطینی امریکہ کے عوام مشترکہ سامراج دشمن جدوجہد میں اس سے شعور و آگہی پاتے ھیں ۔ دنیا بھر کے عوام اسے قومی اور سماجی نجات کی ایک عظیم جنگ کے نام سے ھمیشہ یاد رکھیں گے ۔

باب ۴

"مغربیت" میں پہلی ناکامی
(۱۸۶۵ ـ ۱۸۹۵ء)

۱۸۶۵ء میں تھائی پھینگ کی شکست سے ۱۹۱۱ء میں جاگیردارانہ شہنشاہیت کے خاتمے تک کا زمانہ تین خصوصیات کا حامل تھا ۔ اندرون ملک چھینگ شاہی خاندان کا کنٹرول وقتی طور پر مستحکم ہوا ۔ بتدریج غیرملکی مداخلت چین کو شکست و ریخت کے کنارے تک لے گئی ۔ چینی معاشرے میں نئے طبقے — سرمایہ‌دار اور صنعتی مزدور — ابھرے ۔

اسی دور میں یہاں غیرملکی استحصال کی شکل ایک بار پھر بدلی ۔ جنگ افیون سے قبل سوداگری استحصال کا اصل ذریعہ تھی ۔ ۱۸۴۰ء کے بعد اس کی جگہ صنعتی سرمائے نے لے لی اور بیسویں صدی کے اوائل میں سامراجی مالیاتی سرمایہ سامنے آ گیا ۔

نئے حالات میں ، جاگیرداری اور غیرملکی تسلط کے خلاف چینیوں کی جدوجہد نے بھی متعدد بےمثال روپ اختیار کئے ۔ اس مختلف‌النوع

جدوجہد سے عوام نے بہت کچھ سیکھا جو مستقبل کی جدوجہد میں کام آیا ۔

تھائی پھینگ کو شکست دینے کے بعد چھینگ فوجیں مقابلتاً جدید فوجی قوت بن چکی تھیں ۔ ان کے پاس مغربی ہتھیار تھے اور نئی طرز کے ایسے چینی جاگیردار افسروں کی کمان میں تھیں ، جو بحران کے دوران ابھرے تھے ۔ ان فوجوں کے ذریعے ملک کے دوسرے حصوں میں شہنشاہیت دشمن بغاوتوں کو کچلا گیا ۔ اور یہ عمل کئی عشروں تک جاری رہا ۔

آئیے ان بغاوتوں کی کچھ خصوصیات کا جائزہ لیں ۔

نیئن بغاوت ۱۸۵۳ء میں شروع ہوئی اور پندرہ برس جاری رہی ۔ یہ ابتداً شمالی چین کے صوبجات ہپے ، شان تونگ اور ہنان پر محیط رہی اور پھر وسطی اور مغربی چین میں ملحقہ صوبوں تک پھیل گئی ۔ یہ مساوات کی علمبردار کسان تحریک تھی اور چونکہ غریبوں کی پشت پناہ تھی اور شاہی حکومت اور امیروں پر کاری ضربیں لگاتی تھی لہذا اسے پرجوش عوامی حمایت حاصل رہی ۔ ابتدائی دور میں اس نے تھائی پھینگ کے اشتراک عمل سے کارروائیاں کیں اور بعدازاں تھائی پھینگ کے باقی ماندہ دستے اس سے آ ملے ۔ فوجی اعتبار سے اس نے تیز رفتار نقل و حرکت ، گھات ، جھوٹ موٹ پسپائی سے شدید جوابی حملے کی طرف فوری منتقلی ، اور گھڑسواروں کے برق رفتار حملے — ایسی گوریلا تدابیر میں اعلیٰ مہارت کا مظاہرہ کیا ۔ جہاں تک اس کی کمزوری کا تعلق ہے ، یہ اساسی علاقے اور حکومتی ڈھانچہ قائم کرنے میں ناکام رہی ۔ دور عروج میں جبکہ

اس کے لڑاکا سپاہیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی ، اس نے چھینگ حکومت کے ایک سرکردہ کمانڈر ، منگول شہزادے سنگ کو لین سن کی فوج کو گھیرے میں لے کر تباہ کر دیا ۔ سنگ کو لین سن ۱۸۶۵ء میں گھڑسوار دستوں کی ایک لڑائی میں مارا گیا ۔ چھینگ حکومت نے اپنے دارالحکومت پیچنگ میں خطرہ محسوس کرتے ہوئے ساری فوجیں مقابلے میں جھونک دیں ۔ ایک بار پھر برطانیہ اور فرانس اس کی مدد کو آ گئے اور رسوائے زمانہ غدار لی ہونگ چانگ چھینگ فوج کا کمانڈر مقرر ہوا ۔ ۱۸۶۸ء میں نیئن تحریک کچل دی گئی ۔

۱۸۷۲ء میں صوبہ کوئیچو میں میاؤ قومیت کی بغاوت کو کچلا گیا ۔ اس قومیت نے تھائی پھینگ فوج کے ایک کالم سے عارضی طور پر اتحاد بھی کیا تھا ۔ میاؤ باغیانہ کارروائیاں پورے اٹھارہ سال تک جاری رہیں ۔

۱۸۷۳ء میں زو زونگ تھانگ نے شمال مغربی صوبجات شینشی اور کانسو میں ہوئی مسلمان قومیت کی بغاوت کو کچلا ۔ اس قومیت نے نیئن تحریک کے ساتھ مل کر کچھ کارروائیاں کی تھیں ۔ اسی سال چین کے جنوب مغربی گوشے میں واقع صوبہ یون نان میں ایک مسلمان اقلیت کی بغاوت فرو کی گئی ۔ یہ بغاوت اس وقت شروع ہوئی جب چھینگ شاہی حکومت تھائی پھینگ سے لڑنے میں مصروف تھی ۔

بغاوتوں کی اس زبردست لہر نے ، جو قریب قریب پورے ملک کو لپیٹ میں لے چکی تھی ، ظاہر کر دیا کہ چین کی تمام قومیتوں کے لوگ بحران سے دوچار جاگیردار معاشرے کے ہاتھوں جبر و

تشدد اور استحصال کو ، جو سامراجی دراندازی کے باعث سنگین تر ہو چکا تھا ، مزید برداشت کرنے پر تیار نہ تھے ۔ ان کے درمیان متواتر تعاون بھی ، جو اتفاقی اور ثانوی ہونے کے سبب فیصلہ کن عنصر نہ بن سکا ، اس امر کا شاہد تھا کہ قومی عدم مساوات کے سبب اقلیتوں میں موجود شدید نفرت کا ہدف ہان اکثریت کے محنت کش لوگ نہیں بلکہ حکمران اور سرکاری اہلکار تھے ۔ اگرچہ بعض بغاوتیں قومی رنگ لئے ہوئے تھیں ، تاہم درحقیقت سب کی سب ، بلحاظ اصلیت ، کسان تحریکیں تھیں ۔ اور جس طرح مختلف قومیتوں کے مسلح کسان ملکر لڑتے تھے ، اسی طرح جاگیردار عناصر — چھینگ شاہی خاندان کی مانچو اشرافیہ سے لے کر لی ہونگ چانگ ، زنگ کو فان اور زو زونگ تھانگ ایسے ہان جاگیردار حکام اور منگول شہزادے سنگ کو لین سن تک — سب نے باہم گٹھ جوڑ کر رکھا تھا ۔ چین کے حکمران خاندانوں نے ، خواہ وہ ہان تھے یا دوسری قومیتوں سے تعلق رکھتے تھے ، ہمیشہ قومیتوں کے مابین منافرت کے بیج بوئے ، اور " لڑاؤ اور حکومت کرو " کے پرانے اصول کے تحت بعض قومیتوں پر نظر کرم رکھی اور بعض کو ذلیل کیا ۔ تاہم ، چین کے کثیرالقومیتی عوام کو ، گو کسی حد تک وہ اس منافرت سے متاثر ہوئے ، دشمن کے خلاف ہمیشہ کوئی نہ کوئی مشترک بنیاد مل جاتی رہی ۔ لہذا چین میں ، صدیوں پرانے عام ریاستی نظام سے بھی قبل وجود میں آنے والے معاشی اور ثقافتی ربط ضبط پر مبنی اتحاد ایک معروضی حقیقت تھا ۔ عوام جو کسی واحد " چھوٹی یا بڑی " قومیت پر مشتمل نہیں ہوتے ، دوسروں کی مدد کے بغیر

اپنے مسائل حل کر سکتے ھیں ۔ یہ حقیقت سامراج کی آمد کے بعد واضح تر ھو گئی ۔

لب مرگ سماجی اور انتظامی ڈھانچے کے خلاف چین کے عوام کی صدائے احتجاج کو بزور شمشیر کچلنے کی کارروائیاں بے تحاشا خونریزی اور آلام کا باعث بنیں ۔ ان گنت کسانوں اور اقلیتی قومیتوں کو خون میں نہلایا گیا ۔ صرف کوئیچو کی بغاوت میں ، دس لاکھ میاؤ باشندوں کو جان سے ھاتھ دھونے پڑے ۔ شمال مغربی اور جنوب مغربی چین کے پورے پورے صوبے بڑی حد تک ویران ھو گئے ۔ یہی کیفیت تھائی پھینگ کے خلاف مہم کے دوران وسطی چین کے بعض حصوں میں پیدا ھو چکی تھی ۔ چین کی آبادی خاصی کم ھو گئی ۔

ایک طرف چین کے غریب اور مظلوم عوام جاگیردارانہ حکمرانی کی بھیانک قیمت ادا کر رھے تھے تو دوسری سمت خارجہ تعلقات میں ملک مزید رسوائیاں اٹھا رھا تھا ۔ چھینگ دربار نے ، جو چند برس قبل غیرملکی سفارت کاروں کو اپنے دارالحکومت میں داخلے کی اجازت دینے سے انکار کر چکا تھا ، ۱۸۶۷ء میں انہی میں سے ایک — امریکی سفارت کار آنسن برلنگیم کی زیر قیادت سفارتی مشن بیرون ملک بھیجا ۔

غیرملکی مہماتی فوجوں اور پولیٹکل ایجنٹوں نے چین کی ساحلی اور بری سرحدوں پر سرگرمیوں کا آغاز کر دیا ۔

برطانیہ نے ، برما کے راستے ، یون نان کے مسلمانوں کی بغاوت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی (بغاوت کے رھنما کو ترغیب دی گئی کہ وہ اپنے بیٹے کو برطانیہ بھیج دے) ۔

برطانیہ نے اپنی سازشوں کو " پان - اسلامک " رنگ دینے کے لئے ترکی کو ساتھ ملا کر ، ۷۹ - ۱۸۶۸ء کے دوران جنوبی سنکیانگ کے علاقے کاشغر میں یعقوب بیگ کی زیر قیادت جاگیردار اشرافیہ کی بغاوت کو شہ دی - یعقوب ایک تاجک سردار تھا اور سنکیانگ کا باشندہ نہیں تھا - برطانیہ کی خواہش تھی کہ وہ کاشغر کو چین سے الگ کرکے برطانوی ہند کی ایک فاصل ریاست بنا دے - وائسرائے ہند کے ایک ماتحت افسر ٹی - ڈگلس فورسیتھ نے یعقوب بیگ کو اسلحے کی فراہمی اور اس کے لئے بیرونی رابطوں میں اہم کردار ادا کیا اور ۱۸۷۴ء میں اس سے ایک " سمجھوتے " پر دستخط بھی کئے - علاقائی تصرف کا برطانوی منصوبہ دو مرحلوں پر مشتمل تھا - یعقوب کو مجبور کیا گیا کہ وہ کشمیر کے قریب کچھ علاقوں سے بالکل دستبردار ہو جائے - دوسری طرف مانچو دربار کو باضابطہ تجویز پیش کی گئی کہ چین اور کاشغر ریجن کے درمیان ایک اور " سرحد " کا تعین کیا جائے - اور جب یعقوب کی حکومت ڈگمگا رہی تھی تو پیچنگ میں برطانوی منسٹر سر تھامس ویڈ نے یہ تجویز پیش کی کہ " اگر چین یعقوب بیگ کو چینی فرمانروائی کے سائے میں مملکت برقرار رکھنے کی اجازت دے دے تو وہ ہتھیار ڈال دےگا - " * برطانیہ سنکیانگ کے بٹوارے پر بھی دانت لگائے بیٹھا تھا ، جس کے

---

* اس واقعے کے کچھ پہلو اوون لیٹمور نے اپنی کتاب *Pivot of Asia: Sinkiang and the Inner Asian Frontiers of China and Russia*, Boston, 1950 میں بیان کئے ہیں - علاوہ ازیں اس سلسلے میں برطانوی دفتر خارجہ کی دستاویزات اور پارلیمانی دستاویزات سمیت متعدد ذرائع سے حقائق حاصل کئے گئے ہیں -

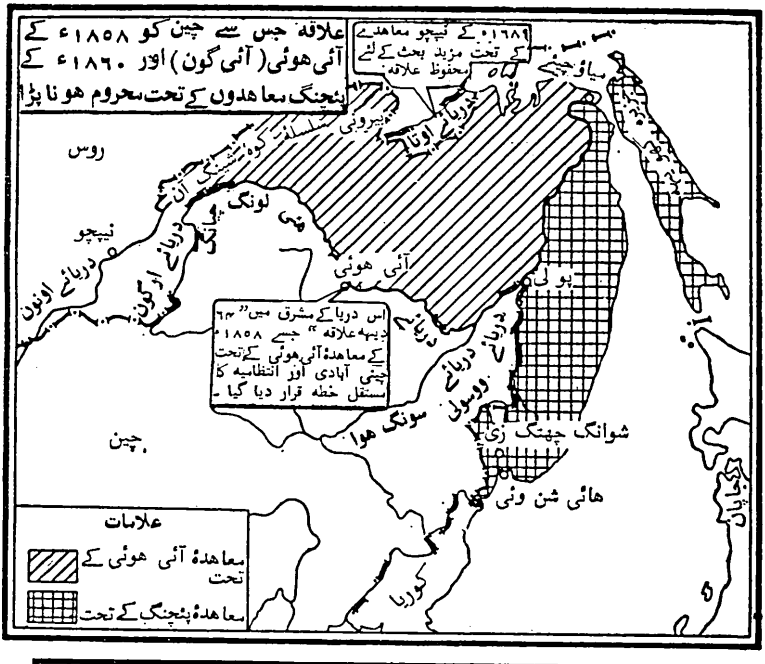

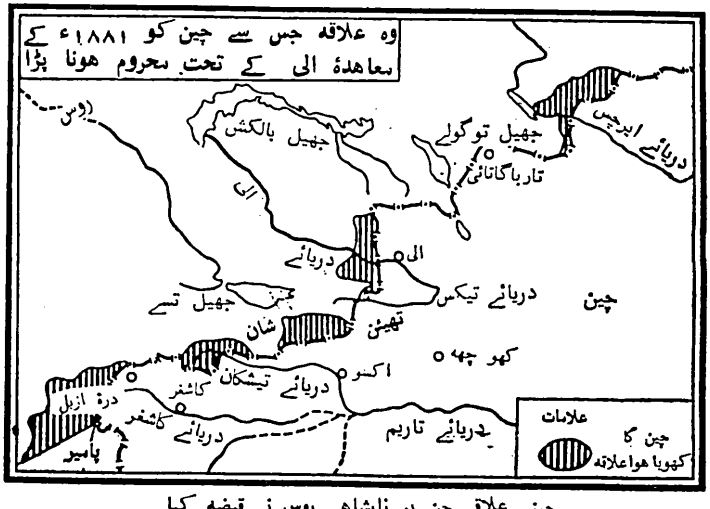

چینی علاقے جن پر زارشاہی روس نے قبضہ کیا

اصل چینی نام اور موجودہ روسی نام

آئی ہوئی (آئی گون)
ہائی شن وئی (ولاڈی واسٹک)
دریائے ہئی لونگ چیانگ (دریائےآمور)
جزیرہ کھو یہہ (ساخالین)
میاؤ چیئے (نکولائیوسک - نا - آمورے)
نیپچو (نیرچنسک)
پو لی (ہاباروسک)
شوانگ چھنگ زی (اوسوریئسک)
توگولے جھیل (الاکیل)
تسے جھیل (اسوک - قل)
دریائے ووسولی (ووسوری)

تحت جنوبی سنکیانگ برطانیہ کے تصرف میں اور شمالی سنکیانگ زارشاہی روس کے قبضے میں چلا جاتا ۔

گو یہ ساری سازشیں ناکام رہیں ، تاہم برطانیہ کاشغر میں قونصلیٹ جنرل قائم کرنے اور ایک مسلح دستہ رکھنے میں کامیاب ہو گیا ۔ یہ قونصلیٹ جنرل کئی عشروں تک گڑبڑ پیدا کرتا رہا ۔* ۱۸۸۹ء میں فرانسس ینگ ہسبنڈ ، جو ۱۹۰۴ء میں تبت پر حملے کا سرغنہ تھا ، کی زیرکمان سرحدی مہم سمیت متعدد سرحدی مہموں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسٹریٹجک اہمیت کی حامل قریبی پہاڑی ریاستیں ، مثلاً گلگت اور ہنزہ ، برطانوی کنٹرول میں آ گئیں ۔ ینگ ہسبنڈ کا سوانح نگار صاف صاف لکھتا ہے کہ اس کی جاسوسی کی مہموں کا مقصد " شمالی جانب سے تمام ہمالیائی دروں کے بارے میں تحقیق " تھا (مطلب ہندوستانی علاقے سے نہیں بلکہ چین اور دوسرے علاقوں سے تھا) ۔ ینگ ہسبنڈ نے بعدازاں برٹش فرنٹئر سروس کی وکالت کرتے ہوئے بذات خود لکھا :

موقع کبھی نہیں کھونا چاہیئے ۔ ایک فرنٹئر ایجنٹ کو چاہیئے کہ عقاب کی طرح جھپٹ کر موقع سے فائدہ اٹھائے ... موقع سے فائدہ اٹھانے میں ناکامی کا مطلب یہ ہوگا کہ حکومت کو ممکن ہے پھر برسوں تک کٹھن کوششیں کرنی پڑیں ۔

---

* George Seaver, *Francis Younghusband*, London, 1952, pp.129 and 260.

اس کا بیان کردہ یہ ملا جلا طریقہ دو پہلو رکھتا تھا ۔ ایک پہلو یہ تھا کہ جب بھی ممکن ہو بےجھجک علاقہ ہتھیا لیا جائے ۔ اور دوسرا یہ کہ مسلسل " کٹھن کوششیں " کی جائیں ، یعنی بڑے تحمل کے ساتھ ایسی شعبدہ بازی سے کام لیا جائے کہ سرحدی علاقوں میں چین کی حیثیت اقتدار مطلق سے گھٹ کر برائے نام اقتدار کی سطح تک آ جائے اور یہ علاقے " فاصل " بن جائیں اور بالآخر پوری طرح نوآبادیاتی شکنجے میں آ جائیں ۔ تبت میں یہ موافق طریقہ غیرمعمولی تحمل کے ساتھ بروئے کار لایا گیا ۔ اور تبت اور سنکیانگ دونوں جگہ سرحدی اور دیگر مسائل چھوڑ گیا ۔

جنوبی سنکیانگ میں برطانوی سازشیں دیکھ کر زارشاہی روس نے بھی شمالی سنکیانگ کے علاقے الی میں فوجیں بھیج دیں اور توسیع پسندانہ چالوں کا جال بچھاتا رہا ۔ ۱۸۸۱ء میں روس اس علاقے کے ایک حصے سے نکل گیا ، جبکہ دوسرا حصہ چھینگ حکومت نے اسی سال سینٹ پیٹرزبرگ سمجھوتے کے تحت اس کے حوالے کر دیا ۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس وقت کی روسی اور برطانوی حکومتیں ایک دوسری کے خلاف مدافعانہ کارروائی قرار دے کر چین کے علاقوں پر بتدریج قبضے کا جواز پیدا کر لیتی تھیں — اور بعض اوقات تو ایسے قبضے کو دخل اندازی کے خلاف چین کا دفاع قرار دے دیتی تھیں ۔ برطانیہ کی تاریخی کتب ہنوز یہی راگ الاپتی ہیں ۔ اور حالیہ سوویت تاریخی کتب میں بھی اس کا احیاء ملتا ہے ۔ یہ لوگ زاروں کی توسیع پسندانہ پالیسیوں کو دوبارہ آب دے رہے ہیں ، جنہیں قبل ازیں سوشلسٹ سوویت مورخوں نے علانیہ اور بڑی

دیانتداری سے بےنقاب کیا تھا ۔ حقیقتاً اس دور کے روسی یا برطانوی حکمرانوں میں سے کوئی بھی " دفاع " نہیں کر رہا تھا ۔ دونوں خالصتاً وحشی تھے ۔ دونوں کو چین کی یکجہتی سے کوئی دلچسپی نہ تھی ، بلکہ آپس میں لڑے بغیر سرکاری اور غیرسرکاری طور پر ، خفیہ اور علانیہ ، اس بات پر لامتناہی بحث اور سودے بازی میں الجھے رہتے تھے کہ چین کے حصے بخروں کے لئے چھری کہاں چلائی جائے ۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ وہ اقلیتی قومیتوں سے آباد سرحدی خطہ تھا یا کثیرالتعداد ھان آبادی پر مشتمل اندرون ملک علاقہ ۔

اس دوران چین کی بحری سرحدوں پر یا ان کے قریب سامراجی طاقتوں کی جارحیت مسلسل جاری رہی ۔ ۱۸۶۷ء اور ۱۸۷۱ء میں امریکیوں نے چین کے شمال مشرقی پڑوسی ملک کوریا میں مسلح مداخلت کی (دوسرے حملے میں انہوں نے سمندری راستے سے بمباری کر کے ۳۰۰ کوریائی باشندوں کو ہلاک کر دیا) ۔ ۱۸۷۱ء میں ایک جاپانی مشن چین آیا ، جو بظاہر دونوں ملکوں کے درمیان اتحاد کا غماز تھا ، تو امریکہ نے خطرے کی بو سونگھ کر جاپان پر زور دیا کہ وہ جزائر لیو چھیو (اوکی ناوا) پر مکمل قبضہ کر لے ، جو روایتی طور پر چین اور جاپان دونوں سے قربت رکھتے تھے اور امریکی بحریہ خود انہیں ہتھیانے کی فکر میں تھی ۔ چین ۔ جاپان تعلقات خراب تر کرنے کے لئے ٹوکیو میں امریکی سفارت خانے نے جاپان کو چین کے صوبے جزیرہ تھائی وان پر حملے میں مدد دی ، جہاں امریکی پہلے پہل ۱۸۵۰ء کے عشرے میں اور پھر ۱۸۶۷ء میں اتر چکے تھے ۔ جاپانی فوجوں کے لئے ٹرانسپورٹ

امریکہ نے مہیا کی اور ایک امریکی افسر سی ۔ ڈبلیو ۔ لیجنڈر نے ، جو جزیرے سے بخوبی واقف تھا ، جاپانیوں کے لئے گائڈ کے فرائض انجام دیئے ۔ ۱۸۷۴ء میں جاپانی یہاں اترے مگر جلد ھی نکل گئے تاھم ، ۱۸۹۴ء میں جزیرے پر مکمل قبضہ کر لیا ۔

۱۸۶۹ء کے بعد نہر سویز کھلی تو یورپ اور چین کے درمیان بحری راستہ بےحد مختصر ھو گیا اور مغربی ملکوں کے تجارتی اور بحری جہاز کہیں زیادہ سرعت ، حفاظت اور کم خرچ پر مشرق بعید تک پہنچنے لگے ۔ یوں اس نہر نے ، جو مصر کے خلاف سامراجی جارحیت کا ایک پھل تھی ، چین پر سامراج کا اقتصادی اور فوجی دباؤ دوچند کر دیا ۔ یہاں ھم دیکھ سکتے ھیں کہ جب ۱۹۰۶ء میں مصر نے پورے ایشیا کے مستقبل پر گہرے اثرات مرتب کرنے والی یہ اھم آبی شاھراہ نوآبادیت پسندوں سے واپس لینے کی پرعزم جدوجہد کی تو آزاد چین نے مصر کی جو بھرپور حمایت کی وہ تاریخی اعتبار سے کس قدر جائز اور ساتھ ھی ساتھ چین کی اپنی سلامتی کے لئے کس قدر ضروری تھی ۔

چین کے دو پرامن پڑوسی ملک برما اور ویت نام ۱۸۸۰ء کی دھائی کے وسط تک بالترتیب برطانیہ اور فرانس کی مسلح جارحیت کا شکار ھو کر نوآبادیاں بن گئے اور یوں چین کی جنوب مغربی سرحد بھی خطرے اور دراندازی سے دوچار ھو گئی ۔

مغرب کی فوجی طاقت کا " راز " صنعت میں — اور خصوصاً اسلحے کی صنعت میں — پاتے ھوئے چینی جاگیردار افسروں کے ایک " مغرب پسند " گروپ نے چین میں کچھ صنعتی ادارے قائم کرکے شاھی

حکومت کو تقویت پہنچانے کی کوشش کی ۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جاپان کی مثال ان کے لئے حوصلہ افزا ثابت ہوئی ، جو تخت شاہی کو خیرباد کہے بغیر یا سماجی ڈھانچے کی بنیادیں ہلائے بغیر بڑی بڑی صنعتیں قائم کر رہا تھا ۔ تھائی پھینگ بغاوت کی سرکوبی سے لے کر ۱۸۸۰ء کی دھائی کے اوائل تک کے عرصے میں لی ہونگ چانگ ، زنگ کو فان اور زو زونگ تھانگ نے نوکرشاہی کے زیرانتظام چند اسلحہساز کارخانے ، ڈاک یارڈ ، کوئلے کی کانیں ، جہازراں کمپنی اور بعدازاں ٹیکسٹائل ملیں قائم کیں ۔

بہرحال ، چین میں مشین سازی کی ابتدا ملک کی اقتصادی ترقی یا قومی دفاع کے لئے کچھ زیادہ اہمیت کی حامل ثابت نہ ہوئی ۔ ابتدائی دور کے ان صنعتی اداروں میں سے بیشتر تباہ کر دیئے گئے ، دیوالیہ ہو گئے یا غیرملکی کنٹرول میں چلے گئے ۔ جاپان میں ، ۱۸۶۰ء کی دھائی کے بعد بڑے تاجروں اور جاگیرداروں کا اتحاد وجود میں آیا ، اور خاصی حد تک جاگیردارانہ زراعت کی بنیادوں پر صنعتی ترقی کا سبب بنا ۔ اس کے برعکس چین میں ، "مغرب پسند" حکام نے نجی سرمایہداروں کو صنعت سے دور رکھا اور ہر شے پر اجارہداری کے خواہاں رہے ۔

چین ، جاپان ایسی راہ کیوں اختیار نہ کر سکا ۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ خارجہ تعلقات میں اس کی کیفیت مختلف تھی ۔ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں ، جاپان پر امریکہ کا دست شفقت تھا ۔ اور برطانیہ کو یہ احساس ہونے لگا کہ جاپان مشرق بعید میں زار شاہی روس کا مناسب توڑ تھا — اور اسی نقطۂ نظر سے وہ جاپان کے

ہاتھ مضبوط کر رہا تھا ۔ لیکن کمزور ، مگر وسیع اور زرخیز علاقے کے مالک چین کو اتحادی نہیں ، خالصتاً شکار تصور کیا جاتا تھا ۔ یہ ایسا ملک تھا جسے بیشتر غیرملکی طاقتیں کمزور بنانے اور بالآخر اس کے حصے بخرے کرنے کے خواب دیکھتی رہتی تھیں ۔

ایسے میں جبکہ عالمی سرمایہ‌داری اجارہ‌دار سامراج کے مرحلے میں داخل ہو رہی تھی ، چین کی داخلی اور بین‌الاقوامی صورت حال جاپان سے مختلف تھی ۔ لہذا چین کے لئے ناممکن تھا کہ " جاپانی طرز " پر ترقی کرتا ۔ اس ترقی کے لئے شرط اول یہ تھی کہ عوامی انقلاب کے ذریعے غیرملکی تسلط اور اندرونی جاگیردار حکومت کی زنجیریں توڑی جائیں ۔

۱۸۶۸ء میں زو زونگ تھانگ نے فوچو میں جو بحریہ کا جہاز ساز کارخانہ قائم کیا اس کی کہانی خاصی دلچسپ ہے ۔ قومی دفاع کے اس مشہور کارخانے کے لئے تمام انجنیر ، بیشتر فورمین اور ہنرمند مزدور فرانس سے آئے تھے کہ فرانس کے ساتھ زو زونگ تھانگ کے تعلقات ان دنوں سے چلے آ رہے تھے جب نپولین سوم کی فوجوں نے تھائی پھینگ کے خلاف لڑائی میں اس کا ہاتھ بٹایا تھا ۔ فرانسیسی عملے کا خرچ کام کے معاوضے کی بجائے خراج کی یاد دلاتا تھا ۔ غیرملکی کاریگر چینی کاریگروں کے مقابلے میں دس گنا اور فورمین پانچ گنا تنخواہ پاتے تھے ۔ چیف انجنیر پراسپر جیکیل کو یہ عہدہ ان سابقہ خدمات کے صلے میں ملا جو اس نے تھائی پھینگ انقلاب کی سرکوبی میں کرائے کے سپاہی کی حیثیت سے انجام دی تھیں (اس نے تھائی پھینگ انقلاب کے خلاف دخانی دریائی گن بوٹیں استعمال کی تھیں) ۔

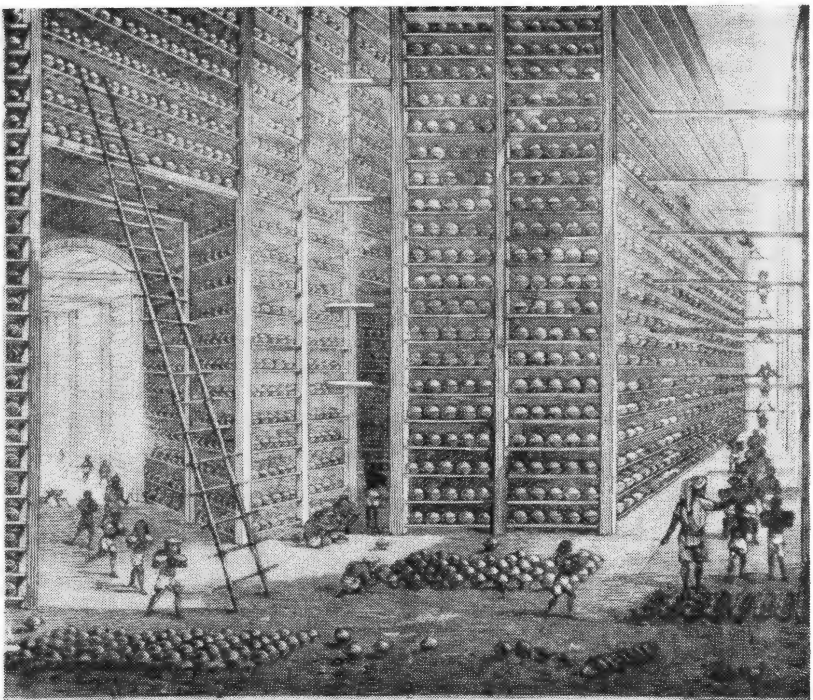

INDIAN GOVERNMENT OPIUM FACTORY—THE STACKING-ROOM.

"In the Stacking-Room the balls are stacked before being packed in boxes for Calcutta *en route* to China. A number of boys are constantly engaged in stacking, turning, airing, and examining the balls. To clear them of mildew, moths, or insects, they are rubbed with dried and crushed poppy petal dust."—*The Graphic*.

"ALL GOING TO DEBAUCH THE CHINESE."

"After he had led me through storey after storey, and gallery after gallery, of the factory, with opium balls right and left in tiers of shelves to the ceiling, upon my expressing astonishment at an exhibition of opium enough to supply the medical wants of the world for years, he replied tragically in these words: 'I see you are very innocent; these stores of opium have no such beneficent destination. It is all going to debauch the Chinese.'"

۱۷۷۳ء میں برطانیہ کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے چین میں افیون
لانی شروع کی ۔ ہندوستان میں برطانیہ کا افیون کا ایک گودام

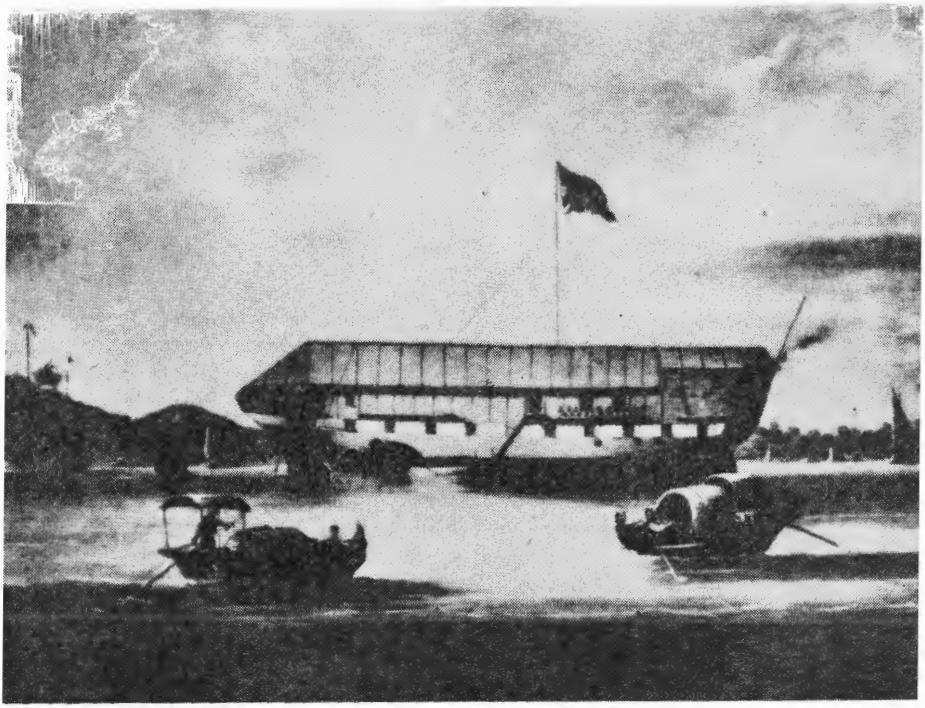

۱۸۳۹ء میں افیون لانے والے برطانوی جہاز کینٹن کے نزدیک لنگر انداز ہیں ۔

۷ جنوری ۱۸۴۱ء کو کینٹن کے قریب چھینگ بحریہ اور برطانوی حملہ‌آوروں کے درمیان لڑائی ہوئی۔

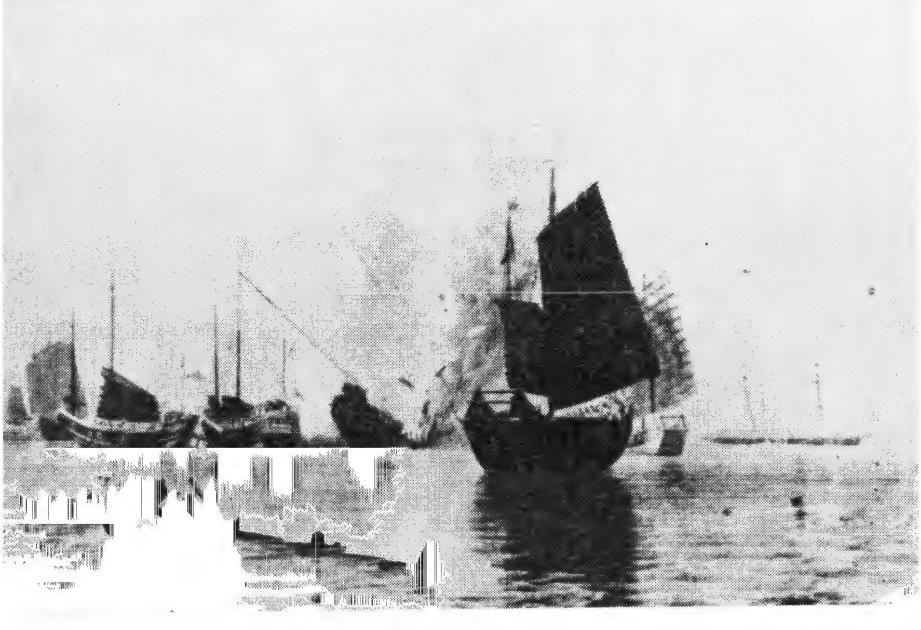

افیون پر پابندی کے زبردست حامی کمشنر لین زے شوئی

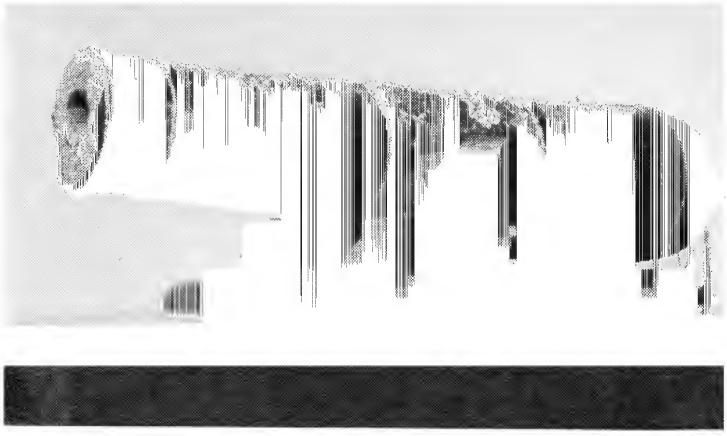

ہو من توپ خانے کی ایک توپ

۱۸۴۰ء کی جنگ افیون کے دوران چینی فوجوں نے یہاں برطانوی حملہ‌آوروں کی مزاحمت کی تھی۔

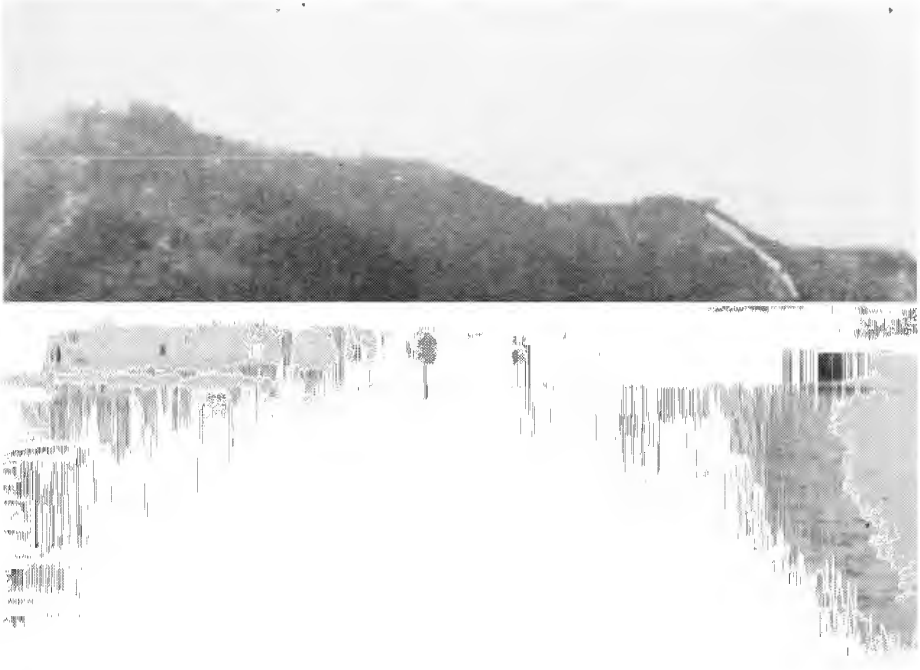

۱۸۴۱ء میں کینٹن کے گاؤں سان یوان لی کے باشندوں نے قدیم مندر
(تصویر) میں برطانوی حملہ‌آوروں کا مقابلہ کرنے کا عہد کیا تھا ۔

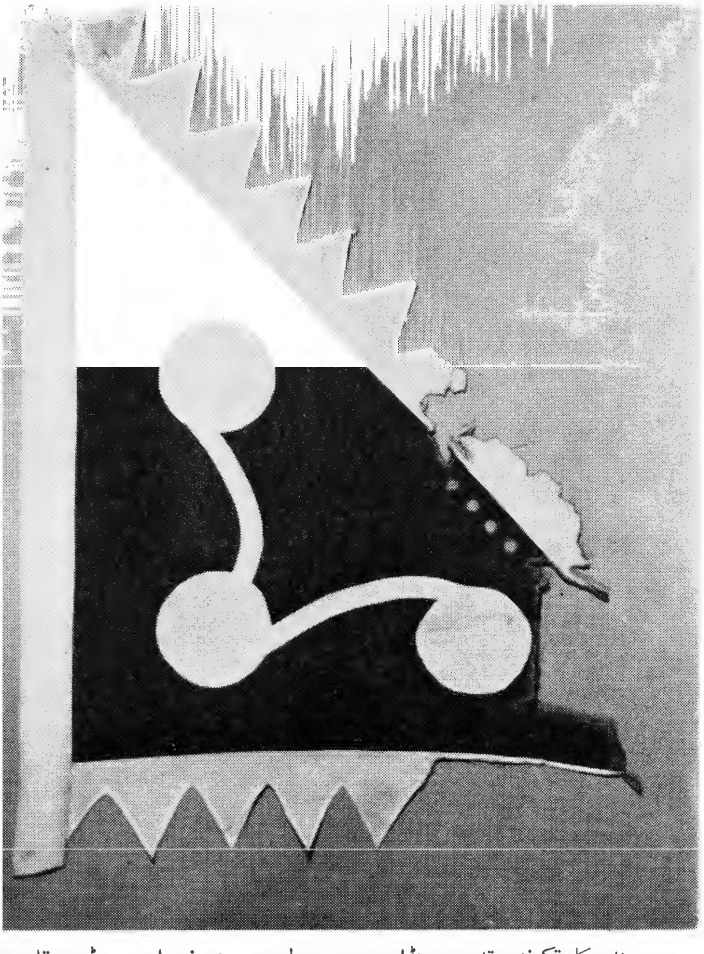

مندر کا تکونہ مقدس جھنڈا ۔ محب وطن چینیوں نے اس جھنڈے تلے
برطانوی جارح فوجوں کے خلاف لڑائیوں میں شاندار فتوحات حاصل کیں ۔

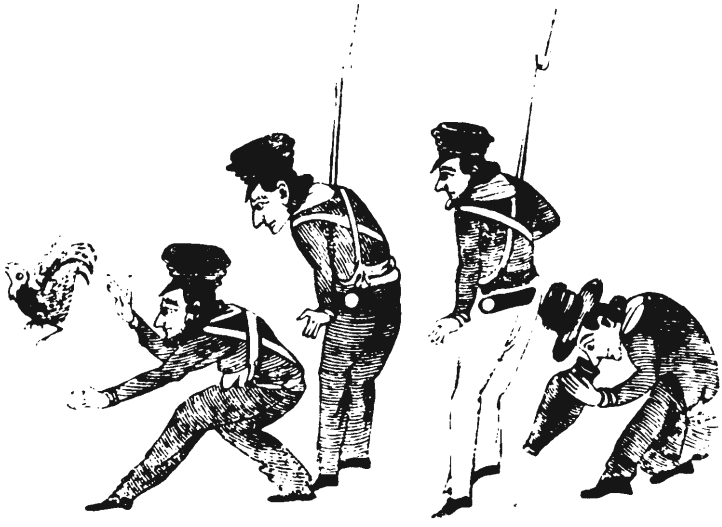

برطانوی جارح فوجیوں کی غارت گری کا منہ بولتا ثبوت ایک کارٹون

برطانوی فوجیوں کی وردیاں اور ہتھیار جو سان یوان لی کے باشندوں کے ہاتھ لگے

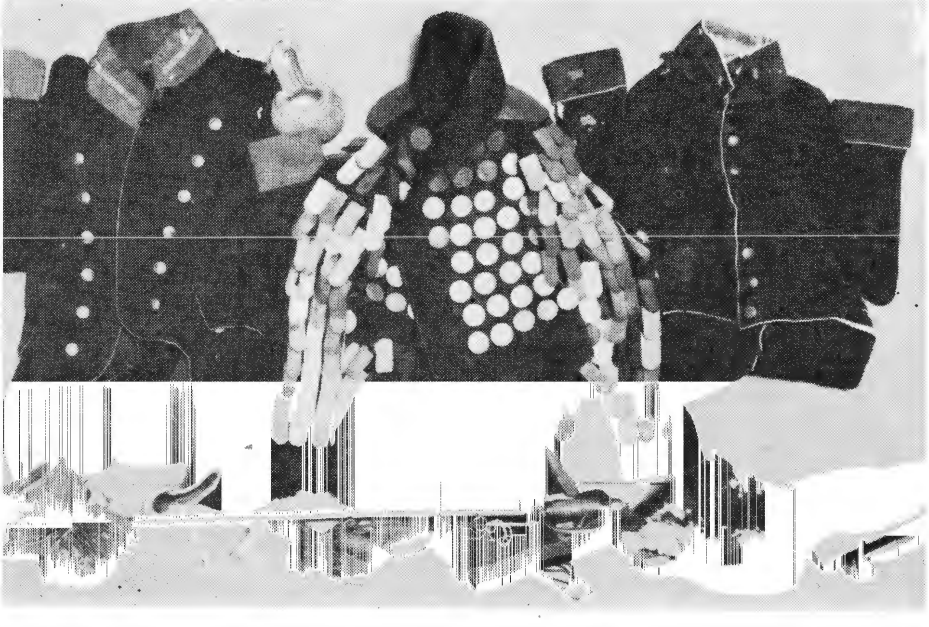

تھائی پھینگ آسمانی مملکت کے رھنما ھونگ شیو چھوان کا مجسمہ

کوانگشی کے چن تھیئن گاؤں میں تھائی پھینگ فوج کے پڑاؤ کے آثار - ۱۸۵۱ء میں ہونگ شیو چھوان نے یہاں انقلابی کسانوں کی قیادت کرتے ہوئے بغاوت کا اعلان کیا تھا -

تھائی پھینگ سپاھیوں کی تلواریں جو انھوں نے
چن تھیئن بغاوت کے دوران استعمال کی تھیں

تھائی پھینگ فوج کا توپخانہ

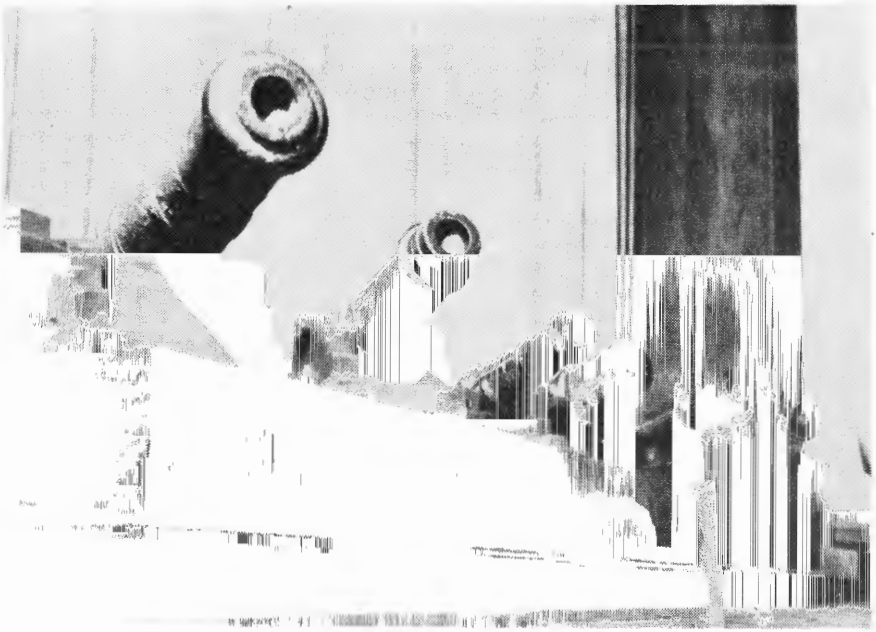

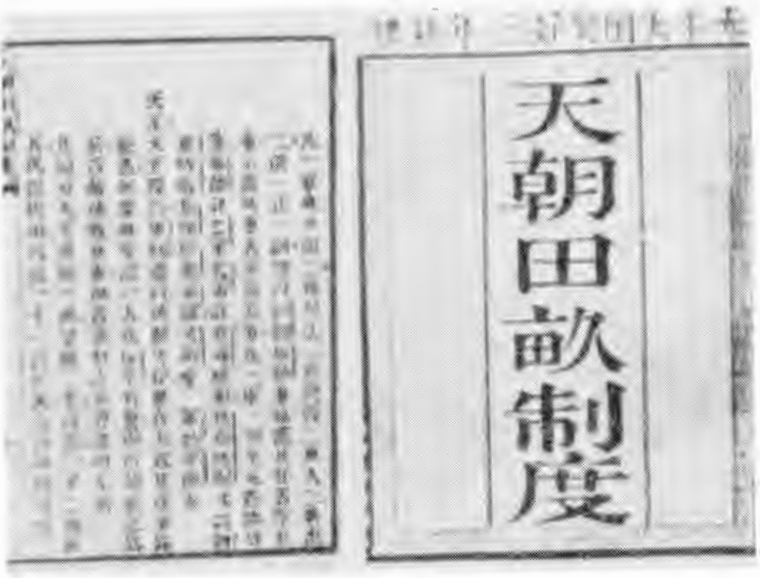

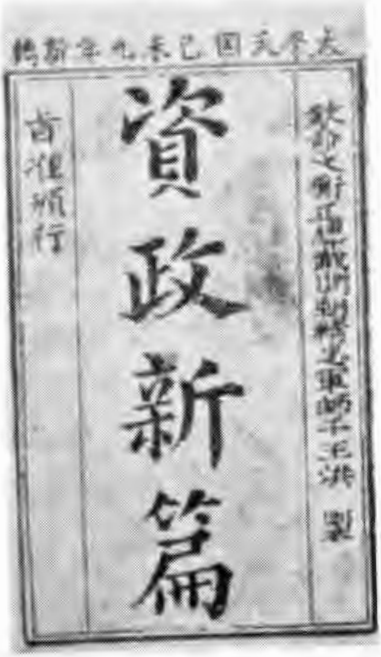

تھائی پھینگ آسمانی مملکت کی اہم دستاویزات : "آسمانی مملکت کا نظام اراضی" اور "معیشت کے فروغ اور سیاست کی اصلاح کے متعلق نئی تجاویز" جن میں زمین کی مساوی ملکیت ، جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ اور سرمایہ‌دارانہ اصلاحات پر عمل کا اعلان کیا گیا تھا ۔

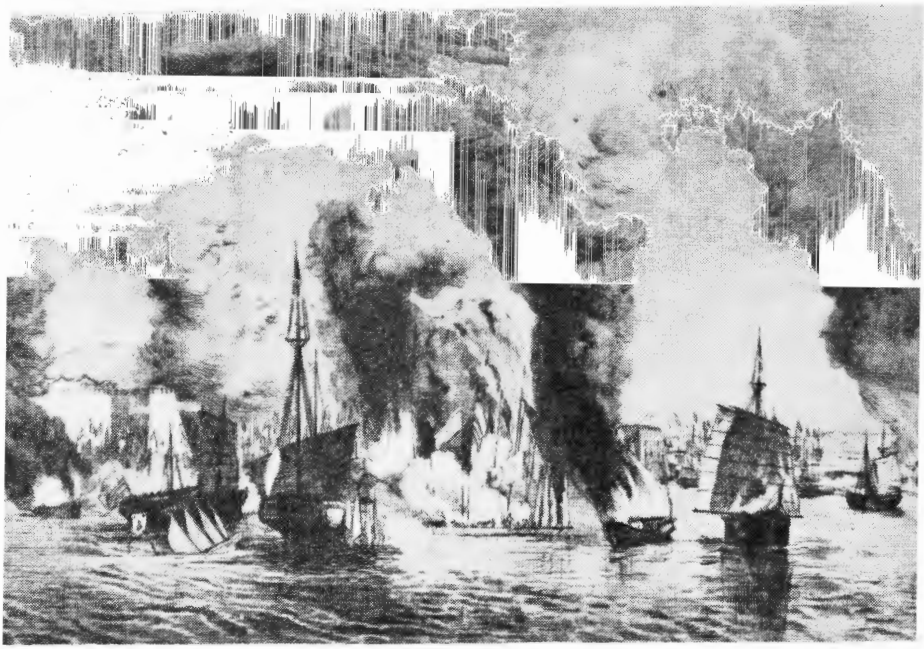

تھیئن چینگ کا محاصرہ کرنے والی چھینگ فوج پر تھائی پھینگ فوج کی گولہ باری

یوان مینگ یوان قصر گرما کے آثار جسے ۱۸۶۰ء میں دوسری جنگ افیون کے دوران اینگلو ۔ فرانسیسی جارح فوجوں نے لوٹنے کے بعد نذر آتش کر ڈالا تھا ۔

۱۸۹۱ء کا ایک کارٹون جس سے سامراجی طاقتوں کی طرف سے چین کے بٹوارے کی حقیقت سامنے آتی ہے ۔ شیر ، ریچھ ، مینڈک ، سورج ، انٹڑی اور عقاب بالترتیب برطانیہ ، زارشاھی روس ، فرانس ، جاپان ، جرمنی اور امریکہ ھیں ۔

وہ الاؤنسوں کے علاوہ سالانہ ۹۶ ہزار طلائی فرانک شاہانہ تنخواہ پاتا تھا ۔ اس پر طرہ یہ کہ برائے نام انچارج چینی جاگیردار حکام جونکوں کی طرح کارخانے سے چمٹے ہوئے تھے ۔

اس کارخانے کے لئے صرف مشینری ہی نہیں بلکہ لوہا ، کوئلہ اور لکڑی تک درآمد کئے جاتے تھے ۔ کیونکہ نہ تو ذیلی ضروریات کی فراہمی کے کارخانے موجود تھے اور نہ ہی اندرون ملک ، جہاں تمام مطلوبہ خام مال دستیاب تھا ، جدید نقل و حمل کا نظام قائم کیا گیا تھا ۔ کارخانے کو چلانے کے لئے پیسہ کسٹمز کی آمدنی اور صوبائی محاصل سے آتا تھا ۔ آمدنی کے اول‌الذکر ذریعے پر زیادہ‌تر غیرملکیوں کا تصرف اور موخرالذکر کا انحصار مقامی حکام کی مرضی پر تھا ۔ ان میں بہت سے لوگ پورے منصوبے کی افادیت سے متعلق زو زونگ تھانگ کے ہم خیال نہ تھے ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ گو اس کارخانے میں تین ہزار افراد کام کرتے تھے ، اور چند ایک عمدہ بحری جہاز بھی تعمیر کئے گئے ، جو نئی تکنیک سیکھنے کے سلسلے میں چینی مزدوروں کی اہلیت کے غماز تھے ، مگر پانچ سال کے بعد ہی کام عملاً ٹھپ ہو کر رہ گیا ۔

اور آخر میں ، فرانسیسی بحریہ نے ، جس کے پاس پوری پوری معلومات موجود تھیں‌کہ گولہ باری کا رخ کس طرف ہونا چاہیئے ، کارخانے کو شدید نقصان پہنچایا اور یہاں تیار ہونے والی بہت سی گن بوٹیں تباہ کر دیں ۔ ۱۸۸۴ء میں فرانس نے چین کے خلاف انتقامی کارروائی کے طور پر اعلان جنگ کر دیا کہ چینیوں کی ایک عوامی تنظیم "سیاہ پرچم" کے رضاکاروں نے فرانسیسی نوآبادیت پسندوں

کے خلاف لڑائی میں ویت نامیوں کی مدد کی تھی ۔ فرانس نے کسی باضابطہ اعلان جنگ کے بغیر پہلی کارروائی یہ کی کہ فوچو پر اچانک سمندری راستے سے حملہ کر دیا ۔ اس شہر کے ایک برطانوی باشندے نے نتائج یوں بیان کئے ہیں :

تین ہزار سے زائد چینی ہلاک ہوئے ، اور یہ سب کچھ کسی اعلان جنگ کے بغیر ہوا ۔ مد و جزر کی وجہ سے لاشیں سمندر میں چلی گئیں اور لہروں نے بہت سی لاشوں کو واپس دھکیل دیا ۔ کئی دن تک لنگرگاہ سے ۲۰ میل نیچے سمندر تک کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں دریا پار کرتے وقت اس وحشیانہ پن اور درندگی کی کوئی مثال نظر نہ آتی ہو ۔ *

۱۸۸۵ء میں ، کچھ مزید لڑائی کے بعد ، چھینگ حکومت نے ویت نام پر فرانس کا دعویٰ تسلیم کر لیا ۔ اس سارے عرصے کے دوران چھینگ حکومت پر جو دباؤ ڈالے جاتے رہے ان میں سے ایک یہ تھا کہ پیچنگ میں امریکی سفارت خانے کا منسٹر جان رسل ینگ متواتر چین کو ہتھیار ڈالنے کا مشورہ دیتا رہا ۔ امریکی مورخ اے ۔ ٹیلر ڈینیٹ رقمطراز ہے : " وہ اس وضاحت میں کوشاں رہا کہ سوال یہ نہیں کہ چین حق پر تھا یا غلطی پر ، بلکہ یہ تھا کہ وہ ایک غیرملکی طاقت سے پنجہ آزمائی کی اہلیت رکھتا تھا یا نہیں ۔ " بقول

---

* George B. Smyth, *Causes of Anti-Foreign Feeling in China*, a chapter in *Crisis in China*, New York and London, 1900, p.29.

ڈینیٹ ، ینگ کا موقف یہ تھا کہ " کسی بھی قیمت پر امن ، جس کا مطالبہ فرانس کر سکتا تھا ، لڑائی سے بہر حال بہتر تھا ۔ " * امریکہ ، کئی سال بعد تک ، یہ طریقہ اختیار کئے رہا کہ وہ چین کے اقتدار اعلیٰ اور یکجہتی کے لئے اظہار تشویش کے ساتھ ساتھ اس پر یہ دباؤ بھی ڈالتا رہتا تھا کہ وہ ہر جارح کی اطاعت قبول کر لے ۔

جاپان نے اسی بحران سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چین سے جبراً یہ بات منوا لی کہ دونوں میں سے کوئی بھی ملک ایک دوسرے کو مطلع کئے بغیر کوریا میں فوجیں نہیں بھیجے گا ۔ مطلب یہ کہ چین اس پڑوسی مملکت کی مدد کے لئے فوجیں بھیجنے کی قدیم روایت سے دستبردار ہوگیا ، جبکہ ایک روایتی دشمن جاپان نے ، جس کے خلاف کوریا کو ہمیشہ امداد کی ضرورت رہتی تھی ، وہاں فوجیں بھیجنے کا حق حاصل کر لیا ۔

۱۸۹۰ء میں ، برطانیہ نے ہمالیائی مملکت نیپال کو مجبور کر دیا کہ وہ چین سے قدیم اور قریبی تعلقات منقطع کر لے اور اسے اپنی ایک پروٹیکٹوریٹ کی حیثیت دے دی ۔ اسی سال چین کو مجبور کیا گیا کہ وہ ایک اور ہمالیائی ریاست سکم کے " داخلی نظم و نسق اور خارجہ تعلقات پر " برطانیہ کا " براہ راست اور بلا شرکت غیرے

---

* Dennett, op. cit., pp. 492-493. چین کے خلاف ہونے والی متواتر جارحیت میں خاموش رہنے کا یہ امریکی "مشورہ" برسوں بعد ، ۱۹۳۰ء کے عشرے میں لکھی جانے والی ایک کتاب میں ملتا ہے ۔ جس کا مصنف مشرق بعید کے بارے میں حکومت کا ایک منظور نظر نتھینیل پیفر تھا ۔ اس کا عنوان "China Must Not Fight Now" تھا (اس زمانے میں جاپانی جارحیت کا خطرہ بڑھتا جا رہا تھا) ۔

کنٹرول " تسلیم کر لے - اس ضمن میں کہا گیا تھا :

... برطانوی حکومت کی وساطت اور اجازت کے بغیر ، ریاست کے حکمران یا کسی افسر کو ، کسی بھی ملک سے ، رسمی یا غیررسمی ، سرکاری سطح پر کسی بھی نوع کے تعلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں ہوگی - *

یہ دونوں کارروائیاں اس برطانوی پالیسی کی عکاسی کرتی تھیں کہ ہندوستان کو مزید جارحیت میں بطور اڈہ استعمال کیا جائے اور مقصدبراری میں خودمختار ریاستوں کو پہلے " فاصل " ریاست ہائے محروسہ اور پھر " فاصل " ریاستوں کو عملاً نوآبادیات بنا کر اندرونی ایشیائی سرحدوں کے راستے چین میں گھسنے کے لئے بحیثیت تختۂ جست کام میں لایا جائے -

فرانس سے جنگ کے بعد چین نے جنگی جہاز اور اسلحہ خریدنے کی نئی کوششیں شروع کر دیں اور مغربی تکنیکوں کے مطالعہ کی خاطر بہت سے طلبا کو بیرون ملک بھیجا - ایک اور " ماڈرن " افسر وائسرائے چانگ چی تونگ نے دریائے یانگسی کے وسطی علاقے میں ہان یہہ پھینگ اسٹیل ورکس قائم کیا - نوکرشاہی کے زیرانتظام

---

* G. Hertslet, *Treaties & Conventions Between Great Britain and China and Between China and Foreign Powers*, London, 1908, Vol. I, p. 92. سے اقتباس - " سکم اور تبت کے سلسلے میں برطانیہ عظمیٰ اور چین کے درمیان سمجھوتہ " ، اس پر مارچ ۱۸۹۰ء میں کلکتہ میں دستخط ہوئے -

صنعت میں سوتی کپڑے کے کچھ مزید کارخانے لگائے گئے ، اولین ریلوے لائن تعمیر ہوئی اور تار کا نظام وجود میں آیا ۔ مگر یہ ساری ترقی کس قدر محدود اثر رکھتی تھی ، اس کا اظہار ۹۵ - ۱۸۹۴ء کی پہلی چین ۔ جاپان جنگ میں چین کی بدترین شکست سے ہو گیا ۔ اس بار چین کو یہ شکست مغرب کے کسی مستند صنعتی ملک کے ہاتھوں نہیں ، ایک نسبتاً چھوٹے ہمسائے سے کھانی پڑی ، جس کے روابط پہلی جنگ افیون کے کوئی دس سال بعد مغرب سے قائم ہوئے تھے ۔

چین ۔ جاپان جنگ کوریا کے سوال پر چھڑی ، جو اس وقت ایک بڑی محب وطن جاگیرداری دشمن کسان بغاوت — تونگ ھاک بغاوت — میں الجھا ہوا تھا ۔ یہ باغی بھی تھائی پھینگ کی طرح مذھب کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے ۔ کوریا کے بادشاہ نے پئچنگ کے شاھی دربار سے کہا کہ بغاوت کچلنے کے لئے شمالی سرحدوں کے پار فوجیں بھیجی جائیں ۔ جاپان نے ۱۸۸۵ء کے چین ۔ جاپان معاھدے کا حوالہ دیتے ہوئے جنوب میں اپنی فوجیں لا اتاریں ۔ تھوڑے ھی عرصے میں چینی فوج نے پیونگ یانگ کے آس پاس اور جاپانی فوج نے سیول کے آس پاس مورچے سنبھال لئے ، یعنی وہ لگ بھگ ۳۸ویں عرض بلد پر ھی ایک دوسری کے مقابل صف آرا تھیں ۔ ۲۵ جولائی ۱۸۹۴ء کو جاپان نے ، فرانس کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بنا اعلان جنگ چینی بیڑے پر حملہ کر دیا ۔ دو ماہ بعد اس نے پیونگ یانگ میں چین کی اصل فوج کو شکست دی اور اسے دریائے یالو کے اس پار دھکیل دیا ۔ بعدازاں اس نے اپنی کارروائیوں کا دائرہ چین تک پھیلاتے ہوئے بسرعت لوی شیون اور وئی ھائی وئی کے بحری اڈوں پر قبضہ کر لیا ، جن کی تعمیر میں چین

بےحد کوششیں اور بھاری رقوم صرف کر چکا تھا - جنوری ۱۸۹۵ء میں چین نے صلح کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے -

معاہدۂ شیمونوسکی کے تحت ، جس پر مارچ میں دستخط ہوئے ، چھینگ حکومت نے تھائی وان اور جزائر پھنگ ہو جاپان کے حوالے کر دیئے - تھائی وان کے لوگوں نے اس معاہدے کو تسلیم نہ کیا اور کچھ عرصے تک مزاحمت کرتے رہے مگر بالآخر انہیں خاموش کر دیا گیا - چین کو کوریائی معاملات میں بھی اختیارات سے دستبردار ہونا پڑا ، مزید سات بندرگاہیں غیرملکی تجارت کے لئے کھول دی گئیں اور جاپان کو ۲۰ کروڑ اونس چاندی بطور تاوان ادا کی گئی - انجام کار ، جاپان نے (اور نتیجتاً ، " انتہائی ترجیح یافتہ ملک کی شق " کے تحت دوسری غیرملکی طاقتوں نے بھی) سرزمین چین پر کارخانے لگانے کے حقوق حاصل کر لئے -

معاہدے کی اصل دفعات میں لوی شیون (مغربی سامراجی اسے " پورٹ آرتھر " کہتے تھے ، انہوں نے از خود ہی اسے برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ کے ایک بیٹے پرنس آرتھر آف کناٹ سے منسوب کر دیا) اور تالیئن (اسے مختلف اوقات میں جاپانی لفظ " ڈائرن " یا روسی لفظ " ڈالنی " کے نام سے پکارا جاتا رہا) کا جاپان سے الحاق بھی شامل تھا - * لیکن یہ الحاق عملی شکل اختیار نہ کر سکا کیونکہ زارشاہی روس ، جرمنی اور فرانس نے — جو سب ، جیسا کہ

---

* آج ، عوامی جمہوریہ چین میں لوی شیون اور تالیئن پھر اپنے اصل ناموں سے پکارے جاتے ہیں - اور شہر کا نام لوی تا (دونوں ناموں کے پہلے حصوں کو ملا کر) ہے -

ہم اگلے باب میں دیکھیں گے ، ہوس ملک گیری رکھتے تھے — بحری طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشترکہ تنبیہہ کے ذریعے جاپان کو اس الحاق سے باز رکھا ۔ چنانچہ ، جاپان مزید تاوان جنگ کے عوض ، وقتی طور پر اپنے دعویٰ سے دستکش ہو گیا ۔

لوٹ کھسوٹ کی اس جنگ میں جاپان کو برطانیہ عظمیٰ ، جس نے اسے بحریہ کی تعمیر میں مدد دی ، اور امریکہ کی صریح پشت پناہی حاصل تھی ۔ شرمناک معاہدۂ شیمونوسکی کا اہتمام ابتدائی مراحل پر ایک سابق امریکی وزیر خارجہ نے کیا ، جسے چھینگ حکومت نے مشیر بنا رکھا تھا ۔ اس نے چھینگ حکومت میں امریکی اثر و نفوذ بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ۔ یہ شخص جان فوسٹر ڈلس کا دادا ، جان ڈبلیو ۔ فوسٹر تھا ۔ یہی شخص تھا جس نے مانچو حکمرانوں کو تھائی وان سے دستبرداری کی " ترغیب " دی ۔

باب ۵

بٹوارے کا خطرہ
(۱۸۹۵ ــ ۱۸۹۸ء)

چین پر حملہ آور ایک ملک نے پہلی بار یہاں کارخانے لگانے کے اختیارات کا مطالبہ کیا اور اختیارات حاصل کر لئے ، یہ اس اس حقیقت کی علامت تھا کہ اشیا کی برآمد کی جگہ سرمائے کی برآمد نے لینی شروع کر دی تھی جو عالمی سرمایہ‌داری کی نمایاں خصوصیت ہے ۔ بڑی بڑی صنعتی ۔ مالیاتی اجارہ‌داریاں ، یورپ ، امریکہ اور جاپان میں پاؤں جمانے کے بعد پوری دنیا میں سرمایہ‌کاری اور استحصال کے نوآبادیاتی حلقہ ہائے اثر قائم کر رہی تھیں ۔ چین اگلے چند برسوں کے اندر اندر سامراج کا اثرونفوذ پوری طرح محسوس کرنے لگا ۔ اس اثرونفوذ نے چین کو بٹوارے اور بحیثیت خودمختار ریاست معدومی کے فوری امکانات سے دوچار کر دیا ۔

چین میں غیرملکی سرمائے کی بےتحاشا آمد ، کارخانوں کے قیام سے نہیں بلکہ بینکوں کے قرضوں کی شکل میں شروع ہوئی ۔ ۱۸۹۵ء

سے قبل چین غیرملکی بینکوں کا برائے نام مقروض تھا ، مگر اگلے پانچ برسوں میں حکومت نے جاپان کو تاوان جنگ ادا کرنے کے لئے پانچ کروڑ پاؤنڈ سے زیادہ کے قرضے لئے - ایک حصہ روسی - فرانسیسی مالیاتی گروپ اور دوسرا برطانوی - جرمن گروپ نے دیا - اور ادائی کے لئے کسٹمز اور اندرون ملک نقل و حمل کے متعدد محاصل کو ضامن بنایا گیا - نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے ہی غیرملکیوں کے زیر تصرف چینی کسٹمز کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ حکومت کو ملنا بند ہو گیا اور اگلے کئی برسوں تک غیرملکی قرضخواہوں کی جھولی میں جاتا رہا (روسی - فرانسیسی قرضے کی ادائی ۱۹۳۱ء اور برطانوی - جرمن قرضے کی ادائی ۱۹۴۳ء تک ہوتی رہی) - آمدنی کی یہ کمی پوری کرنے کی خاطر حکمرانوں نے ظاہر ہے کہ مقامی محاصل میں اضافہ کر دیا ، لہذا پورا بار براہ راست عوام کے کندھوں پر آ پڑا -

جاپان کو تاوان جنگ ادا کرنے کے لئے قرضوں کے علاوہ ، غیرملکی سفارت کار چین پر ریلوے کی تعمیر کے قرضے بھی مسلط کرنے لگے - یہ رقوم ، قرض دینے والے ملکوں سے تعمیراتی سازوسامان ، ریلوے انجن اور ڈبے خریدنے میں استعمال ہوتی تھیں ، اور ادائی کے لئے ریلوے کی املاک اور آمدنی کی ضمانت رکھی جاتی تھی (شمالی چین ریلوے جو ۱۸۹۸ء میں برطانوی قرضے سے تعمیر کی گئی ، ۱۹۴۴ء تک برطانیہ کے پاس گروی رہی) - جہاں تک زارشاہی روس کا تعلق ہے ، اس کے پاس چونکہ سرمایہکاری کے لئے وافر رقم موجود نہ تھی ، لہذا کارروائی قدرے مختلف رہی - منچوریا میں براہ راست اپنی ملکیت ریلوے لائن تعمیر کرنے کی خاطر روس نے لی ہونگ

چانگ * کو ، جو اس وقت چھینگ حکومت کے امور خارجہ کا منصرم تھا ، دس لاکھ روبل رشوت دے کر آسانی سے مراعات حاصل کر لیں ۔ زار نے اس ریلوے لائن کے لئے فرانسیسی بینکاروں سے قرض لیا ۔ فرانس نے پیسہ دیا اور روس نے " تحفظ " — یعنی کاروبار کو منافع بخش اور محفوظ رکھنے کے لئے چین پر سیاسی اور فوجی دباؤ — کی ضمانت دی ۔

جاپان ایسی معمولی طاقت کے ہاتھوں چین کی شکست کے نتیجے میں تمام سامراجی اس کی عیاں کمزوری دیکھ کر شیر ہو گئے اور چین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے خیال سے اس کی علاقائی حدود میں قدم جمانے لگے ۔

جرمنی نے دو مبلغوں کی ہلاکت کو بہانہ بنا کر نومبر ۱۸۹۷ء میں شمالی چین کی ایک بڑی بندرگاہ اور بحری اڈے چھینگ تاؤ (خلیج

---

* روس میں انقلاب اکتوبر کے بعد زاروں کی خفیہ دستاویزات کھولی گئیں تو اس معاملت کا سارا راز آشکار ہوا ۔ اے ۔ روسانوف نے اپنی کتاب *Imperialism in Manchuria* (in Russian), Leningrad, 1928 میں سارا واقعہ لکھا ہے کہ کس طرح لی ہونگ چانگ کو ، جو سرکاری دورے پر یورپ جا رہا تھا ، مصر کے شہر اسکندریہ میں روسی سفارت خانے نے روک کر ایک روسی جہاز میں پہلے اوڈیسہ اور سینٹ پیٹرزبرگ پہنچایا جہاں اسے " منصوبے کے لئے قسطوں میں رشوت " دی گئی (رقم کا ایک حصہ اس وقت ادا کیا گیا جب اس نے ریلوے کی تعمیر کے حقوق پر دستخط کر دیئے اور باقی رقم ریلوے کی تکمیل پر ادا کی گئی) ۔ لی کے ساتھ روس کی سازشوں کا مزید اور بےحد مستند تذکرہ *The Memoirs of Count Witte*, English ed., Heinemann, London, 1921 میں ملتا ہے ۔ وٹی زار روس کا وزیر خزانہ اور لی ہونگ چانگ سے لین دین کا ذمہ دار تھا ۔

چیاؤ چو) پر قبضہ کر لیا ۔ اس قبضے میں بڑی گھٹیا چال اختیار کی گئی ۔ ایک مورخ نے یہ واقعہ یوں بیان کیا ہے :

جرمن بحریہ کے افسروں کی ایک جماعت اس بہانے ساحل پر اتری کہ وہ چینی کمانڈنٹ سے ملاقات اور خلیج چیاؤ چو میں بحری مشقوں کے خواہاں تھے ۔ چینی کمانڈنٹ کو ملاقاتیوں پر کوئی شبہ نہ ہوا اور انہیں کھانے پر مدعو کر لیا ... ۱۴ نومبر ۱۸۹۷ کی صبح بحریہ کے ۶۰۰ سپاہیوں نے ساحل پر اتر کر اسٹریٹجک مقامات پر قبضہ کر لیا اور پھر اصل فوج چلی آئی ۔ چینی کمانڈر اور اس کے عملے نے جرمن فوجیوں کو مسلح حالت میں دیکھنے کا یہ ایک مناسب موقع تصور کیا اور چینی اور جرمن سپاہیوں نے ایک دوسرے کی خوب آؤبھگت کی ۔ جب تمام اہم مقامات پر قبضہ ہو گیا تو ... چینی کمانڈنٹ کے نام ایک پیغام میں مطالبہ کیا گیا کہ چھینگ تاؤ کی تمام قلعہ بندیاں تین گھنٹے کے اندر اندر یوں خالی کر دی جائیں کہ قلعہ بندیوں ، توپوں اور اسلحے کو کوئی نقصان نہ پہنچے ۔ چینی اس اچانک اقدام پر بےدست و پا ہو کر رہ گئے اور کوئی مزاحمت نہ کر سکے ... یوں ایڈمرل ڈیٹریش نے مکاری اور فریب سے ، ایک بھی گولی چلائے بغیر ، چھینگ تاؤ اور خلیج چیاؤ چو پر قبضہ کر لیا ۔ *

---

* W.L. Godshall, *Tsingtau Under Three Flags*, Shanghai, 1929.

اس قبضے کے بعد جرمنی نے مارچ ۱۸۹۸ء میں ایک جبری سمجھوتے کے تحت چین سے ۹۹ سال ، یعنی ۱۹۹۷ء تک مشرقی جزیرہ نمائے شان تونگ کا پٹہ لکھوا لیا !

جرمن سمجھوتے کے تین ہفتے کے بعد ، زارشاہی روس نے بحری اڈے لوی شیون (" پورٹ آرتھر ") اور تجارتی بندرگاہ تالیئن (" ڈالنی ") — قبل ازیں جاپان سے جن کے الحاق کی وہ مخالفت کر چکا تھا — ۲۵ سال کے پٹے پر حاصل کر لئے ۔ یہ کوئی اتفاقیہ بات نہ تھی ، بلکہ مال غنیمت اسی غرض سے دانستہ جاپان کے تصرف سے بچا کر رکھا گیا تھا ۔ ۱۸۹۷ء کے موسم گرما میں قیصر جرمنی ولیم دوم ، زار نکولاس دوم سے ملنے سینٹ پیٹرزبرگ گیا تو ان کے درمیان مذاکرات میں یہ طے ہو گیا تھا کہ روس اپنا حصہ سمیٹنے کے ساتھ ساتھ خلیج چیاؤ چو پر جرمن قبضے کی حمایت کرے گا ۔ دونوں سامراجی طاقتیں یورپ میں باہم دست و گریباں ، مگر نوآبادیاتی لوٹ کھسوٹ میں ساجھی تھیں ۔ ولیم کی چال یہ تھی کہ چین کا علاقہ ہتھیانے میں نہ صرف نکولاس کی حمایت حاصل کرے بلکہ اسے ایسا علاقہ ہتھیانے پر اکسائے جو بعدازاں ، لامحالہ جاپان اور روس میں باعث جنگ بن جائے ۔ دریں حالات روس کے لئے یورپ میں جرمنی کی ہوس ملک گیری کے خلاف برطانیہ اور فرانس سے اتحاد کو فوجی اعتبار سے مضبوط بنانا مزید دشوار ہو جاتا ۔ نکولاس ، جو بقول اپنے وزیر خزانہ وٹی کے ، " مشرق بعید کے علاقوں پر قبضے کی مجنونانہ ہوس رکھتا " تھا ، اس چال میں آ گیا ۔ شاہی گدوں کے اس جوڑے کی باہمی حرص و آز کی تفاصل سے انقلاب روس کے بعد پردہ اٹھا اور جو نام نہاد

" ولی ۔ نکی خط و کتابت " * (عم زاد ہونے کے ناطے وہ ایک دوسرے کو پیار بھرے ناموں سے مخاطب کرتے تھے) کے زیرعنوان شائع کی گئیں ۔

روسیوں کے پانچ دن بعد برطانیہ نے وئی ہائی وئی کے بحری اڈے پر قبضہ کر لیا اور اعلان کیا کہ جب کہ " پورٹ آرتھر " پر روس کا قبضہ رہے گا وہ وئی ہائی وئی کو اپنے تصرف میں رکھے گا ۔

۱۰ اپریل ۱۸۹۸ء کو فرانس نے جنوبی چین میں خلیج کوانگچووان (آج چین کی ایک بڑی تجارتی بندرگاہ چان چیانگ) پر تسلط جما لیا ۔

۱۸۹۹ء میں برطانیہ نے بری سمت سے چینی سرحدوں کو پیچھے دھکیلنے کی کارروائیاں دوبارہ شروع کر دیں ۔ سنکیانگ میں وہ ایک بار پھر ، حسب عادت چین کے مشکل لمحات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے " سرحدوں کے تعین " پر زور دینے لگا ، جس کا مقصد یہ تھا کہ مسلسل اور بتدریج جارحیت کے ذریعے برطانیہ کو جو فوائد حاصل ہو رہے تھے ، چین انہیں تسلیم کرتا چلا جائے ۔ ایسی توسیع پسندانہ کارروائیوں کا مسلمہ طریقہ چند سال قبل ایک اعلیٰ برطانوی عہدیدار جو ان کارروائیوں میں براہ راست ملوث تھا ، " دفاعی " ضروریات کا حوالہ دیتے ہوئے ، بیان کر چکا تھا ۔ حکومت ہند کا سکریٹری امور خارجہ

---

* H. Bernstein, *The Willy-Nicky Correspondence, Being the Secret and Intimate Telegrams Between the Kaiser and the Tsar*, New York, 1918 and Levine, I.D. (ed.), *Letters From the Kaiser to the Tsar*, New York, 1921.

سر الفریڈ لائل لکھتا ہے :

ہم ، عموماً اپنے اصل علاقے اور اس طاقت کے درمیان ، جو ہماری سلامتی کے لئے خطرے کی علامت ہو ، کسی ریاست محروسہ کو بیچ میں لاتے ہوئے سیاسی حدبندی کا منصوبہ پیش کرتے ہیں ۔ لیکن اس نوع کے اقدام کا نتیجہ اکثر یہ نکلا کہ ہماری پیش قدمی کی رفتار تیز ہو گئی ، کیونکہ ہم انجام کار اس حد تک پیش قدمی پر مجبور ہو گئے جہاں سے ہم اپنے حریفوں کو قدم آگے بڑھانے کی اجازت نہیں دے سکتے ۔ *

جہاں تک چین کا تعلق تھا ، اس معتوب کو کسی صورت بھی " حریف " قرار نہیں دیا جا سکتا تھا ۔ اور اگر اس لفظ کا متبادل استعمال کیا جائے تو پوری تصویر عیاں ہو جاتی ہے ۔

غیرملکی طاقتوں نے کھلے بندوں چین کے حصے بخرے کرنے کی تیاری میں سرزمین چین پر اپنے اپنے " حلقہ ہائے اثر " قائم کر لئے ۔ دریائے یانگسی کی وادی برطانیہ کو الاٹ کر دی گئی اور یہی صورت تبت کے معاملے میں سامنے آئی ۔ منچوریا اور منگولیا زارشاہی روس کے تصرف میں چلے گئے ۔ جنوب مغربی چین برطانیہ اور فرانس کا مشترکہ اکھاڑا بنا ۔ صوبہ فوچیئن جاپان کے حوالے کر دیا گیا اور صوبہ شان تونگ جرمنی کے ہاتھ لگا ۔

چین کے بٹوارے کی اس رسہ کشی کے دوران امریکہ کی تاریخ

---

* Sir Alfred Lyall, *The Rise of the British Dominion in India*, London, 1893, p. 278.

میں ایک نیا مرحلہ سامنے آیا ۔ خانہ جنگی کے بعد تیز رفتار داخلی ترقی کے نتیجے میں امریکہ پرانی طاقتوں سے آگے نکلتا جا رہا تھا اور اس کے بڑے بڑے ٹرسٹ اور کارپوریشنیں دنیا کی تقسیم نو کے لئے صف آرا ہو رہی تھیں ۔ ۱۸۹۸ء میں کیوبا کی "آزادی" کے بہانے (جسے اس نے فوراً ہی اپنی نیم نوآبادی بنا لیا) امریکہ نے اسپین سے جنگ لڑی ۔ کہن سال نوآبادیاتی طاقت پر فتح کے نتیجے میں ، اس کے بحرالکاہلی مقبوضات — فلپائن اور گوام بھی امریکہ کی جھولی میں آ گرے ۔ ساتھ ہی ساتھ جزائر ہوائی میں امریکی مبلغوں اور نوآبادکاروں نے امریکہ سے الحاق کا اعلان کر دیا ۔

جواں سال امریکی سامراج جوں جوں کھاتا گیا ، حرص بڑھتی گئی ۔ اس کے فوجی (جن میں اس وقت کا نوجوان لفٹنٹ ڈگلس میکارتھر بھی شامل تھا ، جو دوسری جنگ عظیم کے بعد جاپان پر امریکی قابض فوجوں اور ۱۹۵۰ - ۵۱ء میں کوریا کے خلاف جارحیت میں امریکی فوجوں کا کمانڈر بنا اور یہیں شکست کے بعد ایشیائی سلطنت کا امریکی خواب چکنا چور اور میکارتھر کا کیرئیر ختم ہوا) فلپائن کے عوام کو خون میں نہلا رہے تھے ، * جو نئے آقاؤں کی تلاش میں

---

* عظیم چینی جمہوریت پسند انقلابی ڈاکٹر سن یت سین نے ۱۸۹۹ء کے بعد جاپان میں جلاوطنی کے دوران فلپائن کے "باغیوں" کو ، جو ایمیلیو آگیونالڈو کی زیرقیادت لڑ رہے تھے ، مدد دی اور اسی طرح ہنوئی میں جلاوطنی کے دوران جاگیرداری دشمن محب وطن ویت نامی دانشوروں کی تنظیم ، تونگ کنگ کلب کو مدد دی ۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ چین کی آزادی پورے ایشیا میں نوآبادیت دشمن جدوجہد کا جزولاینفک تھی ۔

نہیں ، بلکہ حصول آزادی کی خاطر امریکہ کے شانہ بشانہ اسپین سے لڑے تھے - یہی زمانہ تھا جب امریکی سیاستدان ، ایک طرف تو آنے والے دور کے سیاستدانوں کی نسبت کہیں زیادہ ڈھٹائی سے امریکی توسیع پسندوں کے بےپایاں حرص و آز کے حق میں شوروغوغا مچا رہے تھے ، اور دوسری طرف چکنی چپڑی باتیں بھی کر رہے تھے جن کے ساتھ ، بلاشبہ ، عالمی طاقت بننے کے خواہاں عناصر کی تلواروں کی جھنکار بھی سنائی دیتی ہے - مثال کے طور پر انڈیانا کے سینیٹر بیوریج کا بیان ملاحظہ کیجئے جو اس نے جنوری ۱۹۰۰ء میں دیا :

فلپائن ہمیشہ کے لئے ہمارا ہے ... اور فلپائن کے اس پار چین کی لامحدود منڈیاں ہیں - ہم ان دونوں جگہوں سے نہیں نکلیں گے .... خدا نے ہمیں دنیا کو تہذیب سکھانے کا جو فریضہ سونپا ہے ، ہم اس سے دستکش نہیں ہوں گے ... جو طاقت بحرالکاہل پر حکومت کرے گی وہی ساری دنیا پر حکمران ہوگی ... وہ طاقت ہمیشہ امریکی جمہوریہ رہے گی - *

تاہم ، امریکہ ابھی اتنا زورآور نہیں ہوا تھا کہ "چین کی لامحدود منڈیوں" پر اجارے کی حرص پوری کر سکتا جہاں طاقتور

---

* Foster Rhea Dulles, *China and America, the Story of Their Relations Since* 1784, Princeton, 1946, p. 104.

حریف پہلے سے موجود تھے ۔ اور نہ ھی وہ بلحاظ قوت ابھی اس قابل تھا کہ بحرالکاھل کو انجام کار " امریکی جھیل " میں بدل سکتا ۔ آخری بات یہ کہ ، اسپین پر فتح کے بعد بھی ، تمام امریکی عوام یا امریکہ کے سرکردہ افراد بیرون ملک توسیع پسندانہ کارروائیوں کے حق میں ھرگز نہ تھے ۔ خاص طور پر مزدوروں ، کسانوں ، پاپولسٹوں میں اور ڈیموکریٹک پارٹی کے اندر خاصی مخالفت پائی جاتی تھی ۔ لہذا امریکی حکومت سفارتی رکھ رکھاؤ کے ساتھ ، بتدریج قدم اٹھا رھی تھی ۔ پہلے قدم کے طور پر ، امریکہ کے وزیر خارجہ جان ھائے نے ۱۸۹۹ء میں ، چین کے لئے "کھلے دروازے" کی مشہور پالیسی کا اعلان کیا ۔

تب سے امریکہ کے سرکاری اعلانات میں ، اس اقدام کو چین کی سالمیت اور اقتدار اعلیٰ کے دفاع کی کارروائی قرار دیا جاتا رھا ھے ۔ درحقیقت معاملہ بالکل برعکس تھا ۔ ھائے کی "کھلے دروازے" کی پالیسی میں جس کی مخاطب پرانی سامراجی طاقتیں تھیں ، پرانی سامراجی طاقتوں کے ان علاقائی حقوق اور مفادات سے اختلاف نہیں کیا گیا تھا جو انہوں نے چین سے جبراً چھینے تھے ، بلکہ مقصد محض یہ تھا کہ ھر " حلقۂ اثر " یا " پٹے کے علاقے " میں ھر کسی کو تجارت کے مساوی مواقع دیئے جائیں ۔ (ایک امریکی مصنف اوون لیٹی‌مور نے اسے مذاقاً " میں بھی " کی پالیسی قرار دیا ۔) ایک اندازہ یہ تھا کہ امریکی تجارت اور سرمایہ‌کاری ڈالر کے بل بوتے پر بلاروک ٹوک چین کے تمام علاقوں میں پھیل جائے گی اور ایسے اقتصادی دباؤ تلے تمام حریف طاقتیں انجام کار سیاسی اور فوجی اعتبار سے بھاگ

نکلنے پر مجبور ہو جائیں گی ۔ چین سے ، بےشک ، یہ پوچھنے کی زحمت گوارا نہ کی گئی کہ وہ اپنے دروازے " کھولنا " چاہتا تھا یا بند رکھنا چاہتا تھا ۔

ظاہر ہے ، جو ملک فوجی اعتبار سے طاقتور مگر معاشی لحاظ سے دوسرے درجے پر آتے تھے (مثلاً زارشاہی روس) ، ہائے کی پالیسی کے بارے میں ان کا رویہ قطعاً سرد رہا ۔ تاہم برطانیہ نے ، جو ہنوز دنیا کی اعلیٰ ترین سرمایہ‌دار طاقت تھا ، اس پالیسی کی حمایت کی اور یہ سوچا کہ یوں اسے اپنے حریفوں — روس ، فرانس ، جرمنی ، جاپان — کے حلقہ ہائے اثر میں گھسنے کا موقع مل جائےگا اور اس کا اپنا حلقۂ اثر بھی خطرے میں نہیں پڑےگا ۔ درحقیقت یہ سارا منصوبہ امریکہ اور برطانیہ نے سانجھ میں بنایا تھا ۔ دونوں کو اپنا اپنا مفاد عزیز تھا اور بلاشبہ ، ایک دوسرے کے مفاد میں بھی ٹانگ اڑانے کی راہیں تلاش کرنا چاہتے تھے ۔ برطانیہ اور امریکہ کے مشترکہ اہتمام میں ، اور شدید چپقلش سے بچنے کی خاطر ، جس کے لئے کوئی بھی طاقت فی‌الوقت تیار نہ تھی ، اس پالیسی کو مشروط انداز میں سب نے قبول کر لیا — اگرچہ وہ اس بات پر تیار تھے کہ موقع ملتے ہی اس پالیسی کی دھجیاں بکھیر دیں گے ۔

سامراجی طاقتوں کے مابین " پرامن بقائے باہمی " کے اس نظریے کے مقاصد ، جو واقعتاً ان قوموں کے " پرامن " بٹوارے کا نظریہ تھا ، جنہیں وہ ہڑپ کرنے میں مصروف تھیں ، ایک برطانوی سفارت کار ویلنٹائن چیرول نے دوٹوک انداز میں بیان کئے ہیں :

"جیو اور جینے دو" واحد اصول تھا جس پر عمل کرتے ہوئے، یورپ کو خون ریز لڑائیوں کا شکار بنائے بغیر، افریقہ میں لوٹ کھسوٹ ممکن ہو سکتی تھی - اور مشرق بعید میں لوٹ کھسوٹ جلد شروع ہو یا بدیر، مشرق بعید کے مسئلے کا پرامن تصفیہ بھی صرف اسی اصول کے تحت ممکن ہوگا - *

چیرول نے جس "لوٹ کھسوٹ" کی پیش گوئی کی تھی، وہ جلد ہی شروع ہو گئی - ۹۸ - ۱۸۹۷ء میں، نئے سامراج نے چند ماہ کے اندر اندر چین کے وجود کے لئے ایسا بڑا خطرہ پیدا کر دیا کہ اس کی سابقہ شکستیں — ۴۲ - ۱۸۴۰ء کی جنگ افیون میں شکست، ۶۰ - ۱۸۵۸ء کی دوسری (اینگلو - فرانسیسی) جنگ افیون میں شکست، ۱۸۸۵ء کی چین - فرانس جنگ میں شکست اور ۱۸۹۴ء کی چین - جاپان جنگ میں شکست — ہیچ نظر آنے لگیں - مزیدبرآں، ۹۸-۱۸۹۷ء میں چین سے جو کچھ بھی ہتھیایا گیا اس کے لئے کوئی گولی چلانے کی ضرورت نہ پڑی، محض دھمکیوں سے کام نکل آیا - یہ صورت حال چھینگ حکومت کے مکمل دیوالیہ پن کا ثبوت تھی -

ان واقعات کے سیاسی ردعمل نے ایسے تمام تغیرات کی عکاسی کی، جو پچھلے ایک عشرے کے دوران چینی معاشرے میں رونما ہوئے تھے -

9/2/58

---

* Valentine Chirol, *The Far Eastern Question*, London, 1896.

باب ٦

مصلحین اور مایوسی
(۱۸۹۸ء)

ملک کو کیسے بچایا جائے ؟ اس سوال کا انتہائی جرأت مندانہ اور انقلابی جواب جواں سال محبان وطن کے ایک گروپ نے دیا ، جس میں اکثریت ایسے طلبا کی تھی جنہیں حصول علم کی خاطر بیرون ملک بھیجا گیا تھا ۔ عظیم اور انتھک جمہوریت پسند انقلابی ڈاکٹر سن یت سین ان محبان وطن میں ممتاز ترین حیثیت رکھتے تھے ۔ انہوں نے ۱۸۹۴ء ھی میں ایک سیاسی تنظیم — شینگ چونگ ہوئی یا " انجمن احیائے چین " قائم کر لی تھی ۔ اس وقت ان کا پروگرام یہ تھا کہ مانچو (چھینگ) خاندان اور اس کے ساتھ ھی ، بحیثیت مجموعی ، جاگیردارانہ ملوکیت کا خاتمہ کیا جائے اور مغربی طرز کی ایسی بورژوا جمہوریہ وجود میں لائی جائے جیسی امریکہ یا فرانس میں قائم تھی ۔ ۱۸۹۵ء میں اس پرچم تلے کینٹن میں ایک ناکام بغاوت بھی ہو چکی تھی ۔

سن یت سین نئے چینی بورژوا طبقے کے زیادہ انقلابی حصے کی نمائندگی کرتے تھے ۔ " مغرب پسند نوکرشاہی کارندوں " کی صنعتی اجارہ داریوں کی واضح ناکامی کے بعد اس طبقے کو خاص طور پر جنوبی اور وسطی چین کے بڑے شہروں میں وسیع میدان مل گیا تھا ۔ ۱۸۹۷ء میں دریائے یانگسی کے ساتھ ساتھ واقع صوبوں میں ۳۰ نجی کاٹن ملیں قائم ہو چکی تھیں ۔

سن یت سین بیرونی ملکوں میں آباد چینیوں کی غالب اکثریت کے نقطۂ نظر کی بھی نمائندگی کرتے تھے ۔ تھائی پھینگ بغاوت کے دوران اور بعدازاں ان تارکین وطن کی تعداد میں زبردست اضافہ ہو چکا تھا ۔ ۱۸۶۰ء کے عشرے میں چھینگ حکومت نے تھیئن چن سمجھوتوں کے تحت غیرملکی طاقتوں کو چین میں " قلی " بھرتی کرنے کی اجازت دی تو کثیرالتعداد تباہ حال کسانوں اور افلاس زدہ شہریوں کو مشقت کے لئے ملایا ، ہوائی ، امریکہ ، کنیڈا اور ویسٹ انڈیز برآمد کر دیا گیا ۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان میں سے کچھ اپنی کوششوں کی بدولت کاروبار میں لگ گئے ۔ بیرون ملک آباد چینی نوآبادیاتی اور نسلی امتیاز کا شکار تھے ، لہذا ان کی خواہش تھی کہ چین ایک طاقتور اور جدید ملک بن جائے تاکہ انہیں تحفظ دے سکے ۔ " بیرونی ملکوں میں آباد چینی " تاجر اپنے وطن میں سرمایہ‌کاری کی ایسی فضا کے بھی خواہاں تھے جو غیرملکی مسابقت سے پاک ہو ۔ اندرون ملک نوجوان انقلابیوں کی مانند انہیں بھی شہنشاہیت یا جاگیردارانہ کنفیوشسی نظریات سے کوئی لگاؤ نہ تھا ۔ انہیں جو سیاسی شکل سب سے زیادہ پسند آئی وہ بورژوا جمہوریہ تھی ۔

اسی دوران ، سرکاری اہلکاروں اور اسکالروں کے ایک حلقے میں ایک اصلاحی ، غیرانقلابی تحریک نے جنم لیا ۔ یہ لوگ نئے صنعتی اور کاروباری بورژوا طبقے کے زیادہ دولتمند اور قدامت پسند حلقے کے افکار کی نمائندگی کرتے تھے جو جاگیردار طبقے اور کمپراڈوروں سے ابھرا تھا ۔ وہ تدابیر کے اعتبار سے ان " مغرب پسند " جاگیرداروں سے مختلف تھے جو سمجھتے تھے کہ محض ٹیکنالوجی مستعار لینے سے ہی پرانا نظام برقرار رکھا جا سکتا تھا ۔ موخرالذکر کے برعکس وہ دقیانوسی شہنشاہیت کو جاپانی طرز کی شہنشاہیت میں بدلنے کے خواہاں تھے ، جس میں بورژوا گروپ اور جاگیردار گروپ محدود آئینی ڈھانچے کے اندر اقتدار میں ساجھےدار تھے ۔ تاہم ، وہ اساسی طور پر سن یت سین گروپ سے اختلاف رائے رکھتے تھے ، کیونکہ ان کے پاس چھینگ خاندان یا شہنشاہی نظام کو ختم کرنے کا کوئی تصور موجود نہ تھا ۔ ان کا ترجمان ایک اسکالر کھانگ یو وئی تھا جس نے چینی ادبیات کے ساتھ ساتھ مغربی بورژوا سیاسی نظریات کا بھی خاصا مطالعہ کر رکھا تھا ۔

کھانگ یو وئی اور اس کے پیروکار تھائی پھینگ دور سے خوفزدہ تھے ۔ انہوں نے کسی ممکنہ کسان بغاوت کی روک تھام کے لئے شاہی دربار میں " اعتدال پسندانہ تجاویز " پیش کیں ۔ اس بنا پر بھی وہ سن یت سین کی " انجمن احیائے چین " سے مختلف تھے ، جو تھائی پھینگ روایات کو بےحد محترم گردانتی تھی ۔ اگر جمہوری حکومت کے بارے میں سن یت سین کے بہت سے افکار مغربی تعلیم کی بدولت بورژوا سیاسی نظریات سے وجود میں آئے ، تو

ان کا انقلابی جذبہ زیادہ‌تر دیہی بغاوتوں ، اور خصوصاً تھائی پھینگ بغاوت کی روایات کا رھین منت رھا ، جو انہوں نے دیہی علاقے میں گزرے بچپن کے دوران اپنایا تھا ۔ تاھم ، درحقیقت سن یت سین گروپ کا واسطہ بھی کسانوں سے بہت کم تھا ۔ اس گروپ نے انقلاب کی امیدیں نوجوان دانشوروں اور فوجی افسروں کے درمیان گٹھ جوڑ سے وابستہ کر رکھی تھیں ۔

اصلاحی تحریک کی نوعیت کے مدنظر ھی کھانگ یو وئی نے سول سروس امتحان کے گریجویٹوں کو منظم کیا کہ وہ قومی بحران حل کرنے کی خاطر قدم اٹھانے کے لئے شہنشاہ کو عرضداشت پیش کریں ۔ گو درباری اھلکاروں نے عرضداشت شہنشاہ تک نہ پہنچنے دی ، تاھم سیاسی پروگرام کے طور پر ملک بھر میں اس کا چرچا ھو گیا ۔ کھانگ نے بذات خود مختلف علاقوں کا دورہ کرکے بڑی گرمجوشی سے اس عرضداشت کی تشہیر کی ۔ کھانگ کے حمایتیوں نے اسکولوں اور جریدوں کی مدد سے اس کا پرچار کیا ۔ آخرکار انہیں نوجوان شہنشاہ کوانگ شوی سے ملاقات کا موقع مل گیا جو سن بلوغت کو پہنچ چکا تھا اور اپنی چچی بیوہ ملکہ چھی شی سے جو ریجنٹ کے فرائض انجام دے رھی تھی ، اقتدار حاصل کرنے کے لئے ھاتھ پاؤں مار رھا تھا ۔ شہنشاہ کے حامیوں نے روزافزوں عوامی مقبولیت کی حامل اصلاحی تحریک کو چھی شی کے گرد جمع جاگیردار کٹر عناصر کے خلاف ایک سیاسی محاذ کے نقطۂ نظر سے دیکھا ۔ ادھر بین‌الاقوامی عنصر بھی موجود تھا ۔ اس وقت چھی شی کی ٹولی کا جھکاؤ زارشاھی روس کی طرف تھا ، نتیجتاً برطانیہ ، امریکہ اور جاپان شہنشاہ اور اصلاح

پسندوں کے حامی بن گئے ۔

۱۱ جون سے ۱۱ ستمبر ۱۸۹۸ء تک کے سو دنوں میں شہنشاہ نے متعدد بےمثل فرمان جاری کئے جو دراصل کھانگ یو وئی کے تیار کردہ تھے ۔ اس نے سول سروس کے روایتی کنفیوشسی امتحان کا سلسلہ ختم کر دیا اور جدید طرز کے تعلیمی ادارے قائم کرنے کا حکم دیا جن میں ایک یونیورسٹی بھی شامل تھی ۔ اس نے زراعت ، صنعت اور تجارت کی کمیٹی قائم کرنے کا فرمان بھی جاری کیا جسے براہ راست شہنشاہ تک رسائی حاصل تھی ۔ اس کمیٹی کو قومی ریلوے ، صنعت اور کانکنی کو ترقی دینے ، تمام صوبوں میں زرعی اور صنعتی تعلیمی ادارے قائم کرنے اور جدید زرعی مشینری کو رواج دینے کے فرائض سونپے گئے ۔ دیگر فرامین میں عدالتی نظام کی اصلاح کے لئے کہا گیا ؛ عام فوجی تربیت رائج کی گئی ؛ ایسے تمام بیکار سرکاری عہدے ختم کر دیئے گئے جو مانچو اشرافیہ نے سنبھال رکھے تھے ؛ اور روایتی طور پر طفیلی مانچو فوجوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی کفالت کے لئے کھیتی باڑی اور دیگر کام کریں ۔

نتیجہ اصلاح کی بجائے رجعت پسند بغاوت کی صورت میں برآمد ہوا ۔ پرانی جاگیردار اشرافیہ نے ثابت کر دیا کہ محض کاغذی فرامین کے ذریعے ، خواہ وہ شہنشاہ کے جاری کردہ ہی کیوں نہ ہوں ، اسے انقلابی تبدیلیاں لانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ شہنشاہ کوانگ شوی کو درباری ٹولی نے جس کی سرخیل بیوہ ملکہ تھی ، نظربند کر دیا اور وہ ۱۹۰۸ء میں انتقال کے وقت تک قید میں رہا ۔ کھانگ یو وئی اور اصلاحی تحریک کے دیگر رہنما

جان بچانے کی خاطر بھاگ نکلے ۔ جو بھاگنے میں کامیاب نہ ہو سکے ، پکڑے گئے اور انہیں کمر سے دو ٹکڑے کرکے وحشیانہ انداز میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ۔

تمام تر قیود کے باوجود ، اصلاحی تحریک میں کچھ صاحب فراست اور جرأت مند مخلص لوگ بھی شامل تھے ۔ ان کی سرگرمیوں نے چین کے پڑھے لکھے نوجوانوں کے ایک بڑے حلقے کو مطلق العنان شہنشاہیت کے کھوکھلے پن کا شعور بخشا اور مغربی بورژوا جمہوریت کے تصورات سے آگاہ کیا ۔ بہرحال ← اصلاحی تحریک ابتری کے عالم میں ختم ہو گئی کیونکہ وہ عوام کو درپیش کوئی بنیادی مسئلہ حل نہ کر سکی تھی ۔ →

۱۸۹۸ء کے اصلاح پسندوں نے جاگیردارانہ شہنشاہیت اور پورے روایتی نظام ملوکیت کی حقیقی فطرت کا سامنا نہ کیا ۔ وہ اس حقیقت سے نابلد تھے کہ طاقت جس کی نمائندگی چھینگ حکومت کر رہی تھی ، کسی ایک فرد ، خواہ وہ شہنشاہ ہی کیوں نہ ہو ، کے ہاتھ میں نہ تھی ، بلکہ اس کے پیچھے پورا رجعت پسند حکمران طبقہ تھا ۔ سیاسی اعتبار سے وہ سمجھوتے باز بالائی بورژوا طبقے کے ترجمان تھے ۔ شخصی لحاظ سے ان کا عمومی تعلق جاگیرداروں یا اعلیٰ حکام سے تھا ۔ لہٰذا ان کے پاس کوئی ایسا پروگرام نہ تھا ، جس سے وہ حکمرانوں کو مسند اقتدار سے ہٹا سکتے کہ اس مسند اقتدار کے پائے جاگیردارانہ معیشت اور سماجی نظام میں گڑے ہوئے تھے ۔ انہوں نے چینی عوام کی اکثریت یعنی کسانوں کے لئے مطلقاً کوئی پروگرام پیش نہ کیا ، جو چین کی ترقی کی راہ میں موجود رکاوٹوں کو دور کرنے والی

واحد قوت کی حیثیت رکھتے تھے ۔

مزیدبرآں ، اصلاح پسندوں کو سامراج کی فطری درندگی کا بھی کوئی اندازہ نہ تھا ۔ وطن کی تذلیل اور ہزیمتوں پر کھولتے ہوئے انہوں نے سامراج کا یہ جھوٹ بہرحال ، تسلیم کر لیا کہ چین کو پسماندگی کے سبب خارجہ تعلقات میں برابری کا درجہ نہیں مل سکتا تھا ۔ لہذا ، انہوں نے سوچا کہ "مغرب کی نقالی" سے چین کو نہ صرف وقار حاصل ہو جائےگا اور وہ جارحیت سے بچ نکلےگا بلکہ یوں اسے نئی راہ پر چلنے میں حمایت بھی حاصل ہو جائےگی ۔

رجعت پسند بغاوت کے بعد کھانگ یو وئی کے آئینی شہنشاہیت ایسے افکار جادو کھو بیٹھے ۔ نئے سیاسی رجحانات میں سن یت سین اور ان کے حامیوں کی سوچ کو فوقیت حاصل ہوئی ۔ تاہم ، اس تغیر کا بھرپور نتیجہ برسوں تک سامنے نہ آ سکا ۔ اس دوران ، چینی کسانوں نے ایک بار پھر علم بغاوت بلند کر دیا ۔ اور اب کے ای ہو تھوان بغاوت کی شکل میں اس کا ہدف براہ راست سامراج تھا ۔

باب ۷

عوام کی ای ہو تھوان (" باکسر ") بغاوت (۱۸۹۹ ــ ۱۹۰۱ء)

ای ہو تھوان یا " باکسر " بغاوت کا آغاز روایتی طرز کی پراسرار مانچو دشمن کسان خفیہ سوسائٹی سے ہوا ۔ " باکسر " کا نام اسے غیرملکیوں نے دیا کیونکہ باغیوں کی ایک جنگی مشق مکے بازی سے ملتی جلتی تھی ۔ ۱۸۹۸ء میں صوبہ شان تونگ میں یہ سوسائٹی جرمنوں کے خلاف غم و غصے کے اظہار کا مرکز بن گئی کیونکہ وہ صوبے کو انتہائی وحشیانہ انداز میں نوآبادی کی شکل دے رہے تھے ۔ انہوں نے نہ صرف اقتصادی لوٹ کھسوٹ مچا رکھی تھی بلکہ " غیردوستانہ " رویے پر گاؤں کے گاؤں جلا کر رکھ دیتے تھے ۔ مزیدبرآں ، شان تونگ کے لوگ ، پورے شمالی چین کے باسیوں کی مانند ، عیسائی مبلغوں سے تنگ آنے لگے تھے ، جو اپنی اپنی حکومتوں کے ہاتھوں چین کے مختلف علاقوں پر قبضے میں علانیہ ہراول دستوں کا کردار ادا کر رہے تھے ۔ ۱۵ مارچ ۱۸۹۹ء کے ایک شاہی فرمان

نے ، جو خودساختہ " محافظ مبلغین " فرانس کے دباؤ میں آ کر جاری کیا گیا تھا ، جلتی پر تیل کا کام کیا ۔ اس فرمان میں تمام ملکوں کے رومن کیتھولک پادریوں کو غیرمعمولی مراعات اور مقامی باشندوں پر اختیارات دیئے گئے تھے ۔ اس دور کا ایک برطانوی مصنف لکھتا ہے :

اسقفوں کو وائسراؤں اور گورنروں کے مساوی حیثیت ، اور مختلف مدارج کے پادریوں کو صوبائی خزانچیوں ، صوبائی ججوں ، مقامی حاکموں اور پریفیکٹوں کے مساوی حیثیت دی گئی ہے . . . نتیجتاً رومن کیتھولک عیسائیوں کو جو اثرورسوخ حاصل ہوا ، اسے دیکھتے ہوئے لوگ یہ باور کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ وہ اس سے فائدہ اٹھانے میں تاخیر نہیں کریں گے ۔ عیسائی مذہب کے پیروکاروں اور غیرعیسائیوں کے درمیان مقدمات میں موخرالذکر کو حصول انصاف کی کوئی امید نہیں ہوتی ، یا وہ سمجھ لیتے ہیں کہ انصاف نہیں ملےگا . . . یہ شکایت عام ہے کہ پادری مقدمات میں دخل دیتے رہتے ہیں ۔ *

گو باضابطہ عہدے صرف کیتھولک پادریوں کو حاصل تھے ،

---

* George B. Smyth, *Causes of Anti-Foreign Feeling in China*, a chapter (pp. 3-35) in *The Crisis in China*, یہ مضامین ۱۹۰۰ میں نیویارک کے جریدے *North American Review* میں شائع ہوئے ۔

مگر درحقیقت مختلف حکومتیں ساری ہی تبلیغی جماعتوں کو ایجنٹوں اور مشاہداتی چوکیوں کے طور پر استعمال کر رہی تھیں اور یہ یوں بھی خاص اہمیت رکھتی تھیں کہ ان کا " قانونی " دائرۂکار " غیرملکیوں کے لئے تجارتی معاہدوں کے تحت آنے والی بندرگاہوں " تک ہی محدود نہ تھا ، بلکہ پورے چین پر محیط تھا ۔ ایسے میں جبکہ سامراجی باہمی بٹوارے کے لئے چین میں کھلے بندوں سروے کر رہے تھے ، اس قسم کی ناجائز سرگرمیوں پر ۱۸۹۹ - ۱۹۰۱ء کے کسان باغی غیرملکیوں اور عیسائی مبلغوں کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے ۔ یورپی مورخوں نے اسے " جنون " قرار دیا ۔ یہ بات بالکل غلط تھی ۔ یہی سبب تھا کہ انہوں نے چینی عیسائیوں کو غیرملکی جارحین کے شریک جرم اور پٹھو گردانا ۔ یہ درست ہے کہ ای ہو تھوان کے پاس کوئی ترقی پسند سماجی پروگرام یا تنظیم نہیں تھی ۔ یہ درست ہے کہ ہر دو پہلوؤں سے وہ پچاس سال قبل کے تھائی پھینگ باغیوں سے کمتر تھے ۔ تاہم اس تحریک کو " رجعت پسند " قرار دینا ایک سامراجی لغویت تھی ۔ یہ درحقیقت چین کے عام لوگوں کی ایک مجاہدانہ اور خودرو کوشش تھی جو انہوں نے چین کے حصے بخرے کرنے کے خواہاں " مہذب " راہزنوں کے خلاف اور قومی بقا کے تحفظ کی خاطر کی ۔ لینن یہ حقیقت جان گئے اور اسے خراج تحسین پیش کیا ۔ بہت سی جمہوریت پسند شخصیتوں نے بھی یہ حقیقت تسلیم کی ۔ مثال کے طور پر مارک ٹوین نے پرزور الفاظ میں " باکسروں " کا دفاع کیا اور ان کے خلاف جہاذ کا نعرہ بلند کرنے والے " محافظین تہذیب " کا مذاق اڑایا ۔

ای ہو تھوان جانبازوں پر سامراجیوں اور شاونسٹوں نے جب "غیرملکی دشمن" ہونے کا الزام لگایا تو لینن نے اس کا سختی سے جواب دیا :

ہاں ! یہ سچ ہے کہ چینی یورپیوں سے نفرت کرتے ہیں ، مگر وہ کونسے یورپی ہیں اور اس نفرت کا سبب کیا ہے ؟ چینی یورپی عوام سے نفرت نہیں کرتے ، ان کا یورپ کے لوگوں سے کبھی کوئی تنازعہ نہ تھا ۔ وہ یورپی سرمایہ‌داروں اور حکومتوں سے نفرت کرتے ہیں جو سرمایہ‌داروں کی غلام ہیں ۔ چینی ان لوگوں سے نفرت کیوں نہ کریں جو محض حصول مفادات کی خاطر چین آئے ؛ جنہوں نے اپنی بلند بانگ تہذیب کو محض دھوکادھی ، لوٹ کھسوٹ اور تشدد کے لئے استعمال کیا ؛ انہوں نے افیون بیچنے اور لوگوں کو اس کی لت ڈالنے کے لئے چین کے خلاف جنگیں چھیڑیں (۱۸۵۶ء میں چین سے برطانیہ اور فرانس کی جنگیں) ؛ اور تبلیغ عیسائیت کے نام پر لوٹ مار مچائی ۔ *

اور مارک ٹوین نے جو اگرچہ انقلابی نہ تھا ، شدید احساس عدل سے مغلوب ہو کر "اندھیرے میں بیٹھے ہوئے آدمی کے نام"

---

* وی ۔ آئی ۔ لینن کا مضمون "چینی جنگ" ، جو انہوں نے دسمبر ۱۹۰۰ء میں بالشویک اخبار "اسکرا" کے پہلے شمارے کے لئے لکھا ۔

اور اسی طرح کے دیگر سخت مضامین لکھے جن میں امریکہ کی مجنونانہ چینی دشمنی کے خلاف بھرپور آواز اٹھائی ۔ اس نے بڑی دیانتداری سے نئے امریکی سامراج کا پول کھولا اور یہ کہا کہ امریکہ کا جھنڈا جو کبھی انقلابی جھنڈا ہوا کرتا تھا اب اس قابل نہیں رہا کہ اسے دیانتداری سے لہرایا جائے ، اور بڑی مناسب تجویز پیش کی کہ اس جھنڈے کی " سفید دھاریوں کی جگہ کالی دھاریاں اور ستاروں کی جگہ کھوپڑی اور چلیپائی ہڈیاں بنا دی جائیں " ۔ ٹوین نے جمہوریت پسند امریکیوں سے اپیل کی کہ وہ صحیح اور غلط میں امتیاز کریں ۔ " اب بات چین کی ہے اور میری ہمدردیاں چینیوں کے ساتھ ہیں ۔ " اس نے ایک خط میں لکھا ، " . . . مجھے یقین ہے کہ وہ تمام غیرملکیوں کو نکال باہر کریں گے اور پھر کبھی چین میں نہیں گھسنے دیں گے ۔ " *

لینن نے ، بحیثیت پرولتاری انقلابی بین‌الاقوامیت پسند ، " خود اپنے " یعنی روسی سامراج پر حملے میں طبقاتی بنیاد پر زور دیا ۔ وہ لکھتے ہیں :

حقیقت پسندی سے کام لیا جائے ، تو ہم بہرطور یہ کہیں گے کہ یورپی حکومتیں (جن میں روسی حکومت سرفہرست ہے) پہلے ہی چین کے حصے بخرے کرنے میں مصروف ہیں ۔ انہوں نے چین کو یوں بھنبھوڑنا شروع کیا جیسے غول بیابانی لاش

---

* ربورنڈ جوزف ٹی ۔ ٹوپچل کے نام خط ، مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۰ء (بحوالہ Philip F. Foner, *Mark Twain: Social Critic*, New York, 1958.)

کو بھنبھوڑتے ھیں ، اور جب اس بظاھر لاش نے مزاحمت کی کوشش کی تو وحشی درندوں کی طرح اس پر جھپٹ پڑے ۔ انہوں نے پورے پورے گاؤں نذرآتش کر دیئے اور نہتے لوگوں کو بیوی بچوں سمیت دریائے آمور میں غرق کر دیا ...

چین کے بارے میں ھم اپنی حکومت کی احمقانہ پالیسی کی توضیح کس طرح کر سکتے ھیں ؟ اس سے کن کو فائدہ پہنچا ؟ فائدہ صرف مٹھی بھر بڑے سرمایہ‌داروں کو پہنچا ...

لینن نے خصوصاً ان کوششوں پر سخت تنقید کی اور ان کے خلاف جدوجہد کرنے کو کہا ، جن کے ذریعے عام آدمی کو شاوننزم کی بھٹی میں جھونکا جا رھا تھا ۔ انہوں نے کہا :

... چین میں زارشاھی حکومت کی پالیسی نہ صرف یہ کہ عوامی مفادات کا ٹھٹھا اڑاتی ھے — بلکہ اس کا مقصد عوام کے سیاسی شعور کو گھن لگانا بھی ھے ... لیکن چینی عوام نے کبھی اور کسی صورت بھی روسی عوام کو تشدد کا نشانہ نہیں بنایا ۔ چینی عوام بھی ان ھی آلام سے دوچار ھیں ، جن کا سامنا روسی عوام کو ھے ... لہذا طبقاتی شعور رکھنے والے تمام مزدوروں کا فرض ھے کہ پوری قوت سے ان لوگوں کے خلاف اٹھ کھڑے ھوں ، جو قومی منافرت کو ھوا دے رھے ھیں اور عوام کی توجہ اصل دشمنوں سے ھٹا رھے ھیں ... *

---

* لینن ، تشریح صفحہ ۱۰۶ ۔

نہ صرف اس پرولتاری موقف بلکہ ادنیٰ بورژوا انتہا پسند مارک ٹوین کی صاف گوئی کے بالکل برعکس ، رویہ اس دور میں مارکسزم کے ایک بڑے منحرف اور " ارتقائی سوشلزم " (آج کے " پرامن تغیر " کا مترادف) کے جرمن پرچارک ایڈورڈ برنسٹین کا تھا ۔ برنسٹین نے دوسرے سامراجیوں کے جرائم کی بنیادوں پر ان جرائم میں جرمن سامراج کی شرکت کو ناروا کی بجائے جائز قرار دیا ۔ اس نے جرمنی کی سوشلسٹ مطبوعات کے خلاف ، جنہوں نے بین‌الاقوامیت پسندانہ راہ عمل اختیار کی اور چین پر نوآبادیاتی جارحیت پر صدائے احتجاج بلند کی ، دلائل دیتے ہوئے لکھا :

چین کے حصے بخرے کئے جاتے ہیں یا نہیں ، جرمن عوام اس میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے ... مگر جرمن عوام کو اس بات سے بھرپور دلچسپی ہے ... کہ چین سے متعلق جملہ معاملات میں جرمنی کی بات سنی جائے ۔ چین میں اس کی تجارت اس حق کی مقتضی ہے ۔ جہاں تک خلیج چیاؤ چو پر تصرف کا تعلق ہے ، یہ اس حق کے حصول کا ایک وسیلہ ہے ... میری رائے میں سوشل جمہوریت کے لئے اس بات کا کوئی جواز پیدا نہیں ہوتا کہ وہ اصولی طور پر اس کے خلاف آواز اٹھائے ۔

اور برنسٹین نے " برتر " (یعنی سرمایہ‌دار) یورپی تہذیب ، جس نے ایشیائی اور افریقی عوام کو لوٹنے کا دھندہ اپنا رکھا تھا ، کے سرمایہ‌دارانہ دلالی پر مبنی خیالات کے خلاف جدوجہد کی بجائے

مزدوروں کو یہ ترغیب دینے کی کوشش کی کہ وہ اپنے آپ کو دنیا کے دیگر مزدوروں سے وابستہ نہ کریں بلکہ " خود اپنے " سامراجی حکمران طبقے کا ساتھ دیں ۔ اس نے دلیل دی کہ بین‌الاقوامی سوشلزم ناقابل رسائی تصور تھا ۔ ذرا اس کا شاونی " ہم " ملاحظہ کیجئے :

اگر ہم یہ حقیقت مدنظر رکھیں کہ اس وقت جرمنی ہر سال ایک خاصی بڑی مقدار میں اشیا نوآبادیات سے درآمد کرتا ہے ، تو ہمیں یہ بات بھی لازماً ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ ایک وقت آئےگا جب ان اشیا کا کچھ نہ کچھ حصہ ہم خود اپنی نوآبادیات سے درآمد کریں گے ... مزیدبرآں ، غیرمہذب لوگوں کا یہ حق مشروط طور پر ہی تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ جس زمین پر رہتے ہیں اسے استعمال بھی کر سکتے ہیں ۔ اعلیٰ تہذیب انجام کار زیادہ حق کی دعویدار ہو سکتی ہے ۔ زمین کے استعمال کا تاریخی حق فتوحات سے نہیں ، اس پر کاشت سے متعین ہوتا ہے ۔ میری رائے میں ، یہ بنیادی نقطہ ہائے نظر ہیں جو نوآبادیاتی پالیسی کے سوال پر سوشل جمہوریت کے موقف کا تعین کرتے ہیں ۔ *

---

* Eduard Bernstein, *Die Vorraussetzungern des Sozialismus und die Aufgaber der Sozial-Demokratie*, 1899 (یہ اقتباسات کتاب کے انگریزی ترجمے *Evolutionary Socialism, A Criticism and Affirmation*, N.Y., 1961, pp. 172 and 177-9 سے لئے گئے ہیں ۔)

جیسا کہ لینن نے نشاندھی کی ، سوشل سامراج (اقوال میں سوشلزم ، افعال میں سامراج) کی ابتدا برنسٹین سے ہوئی ۔ افسوس یہ نہ تو وھیں ختم ہوا اور نہ ھی سوشل جمہوریت کی مسخ شدہ شکل تک محدود رہا ۔

آج بھی دوسروں کے لئے " محدود اقتدار اعلیٰ " اور " بین الاقوامی تقسیم محنت " کا پرچار جاری ھے جس کے تحت دوسرے " نوآبادیاتی اشیا " فراھم کرتے ھیں ۔ یہ اساسی طور پر برنسٹین ھی کے نظریئے کی تکرار ھے کہ " اعلیٰ تہذیب " ، " زیادہ حق " اور " کاشت " ، " تاریخی حق " کے برابر ھے ۔ اس میں پرانے نسل پرستانہ بھوت ، یعنی " زرد خطرے " کی دھائی دے کر مغربی ممالک کو ڈرانے کی کوشش بھی کی گئی ھے ۔

ای ھو تھوان باغی اس لئے لڑ رھے تھے کہ ملک اقتدار اعلیٰ سے محروم ھو چکا تھا اور بدترین قسم کا نسلی تکبر حاوی تھا ۔ باغیوں کا المیہ یہ تھا کہ ان کے پاس کوئی واضح پالیسیاں نہ تھیں ۔ وہ چین کے دوسرے انقلابی گروپوں سے کٹے ھوئے تھے اور اندرون ملک یا بیرون ملک قوتوں کے درمیان تعلق کو سمجھنے سے قاصر تھے ۔ بہ ایں وجوہ وہ آسانی سے فریب میں آ گئے اور شکست ان کا مقدر بن گئی ۔

پٹچنگ کے جاگیردار حکمرانوں نے تحریک کو جنگل کی آگ کی مانند پھیلتے دیکھا تو انہیں اپنا انجام قریب نظر آنے لگا ۔ چنانچہ انہوں نے یہ تاثر دیا گویا وہ اس تحریک میں پیش پیش تھے ۔ انہوں نے ایسے سحرانگیز اعلانات جاری کئے جو بظاھر حب الوطنی کے جذبے

سے معمور تھے ، اور عوامی دباؤ کے تحت سامراجی طاقتوں کے خلاف عملاً " اعلان جنگ " کر دیا ۔ مگر ، خود پیچنگ میں لڑائی کے باوجود ، ان حکمرانوں نے انہی سامراجی طاقتوں کے نام ایک عاجزانہ اپیل جاری کی اور اس حد تک گر گئے کہ " آپ کے باوقار ملک نے ... کبھی علاقے پر قبضہ کرنے کی کسی حریصانہ خواہش کا اظہار نہیں کیا ۔ " انہوں نے غیرملکی حکومتوں سے درخواست کی کہ وہ ظاہری رویے سے دھوکا نہ کھائیں اور یہ شبہ نہ کریں کہ شاہی حکومت " عام لوگوں کی حمایت کر رہی ہے " ۔ آخر میں انہوں نے لکھا کہ " چین فوجوں کے لئے رقوم اکٹھی کرنے میں سخت مشکل سے دوچار ہے ... اور اس دلدل سے نکلنے کا اور کوئی راستہ نہیں پاتا کہ آپ کے باوقار ملک سے امداد کی درخواست کرے ۔ "

صاف بات یہ تھی کہ شاہی حکومت اپنی فوجوں کا رخ محب وطن " باغیوں " کے خلاف موڑنے کے لئے رشوت طلب کر رہی تھی ۔ غداری کی راہ ہموار کرنے کے لئے بیوہ ملکہ نے پیچنگ کے سفارتی علاقے میں خوراک پہنچائی ، جسے خود اس کے سپاہیوں نے محاصرے میں لے رکھا تھا ۔ اور شمالی چین کے سوا ، جہاں " باکسر " بےحد طاقتور تھے ، باقی تمام علاقوں میں مقامی وائسراؤں نے کسی معاندانہ کارروائی میں حصہ نہ لیا ، بلکہ دشمن سے یوں برتاؤ کرتے رہے گویا لڑائی کا سان گمان تک نہ تھا ۔

صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حملہ آور برطانوی ، امریکی ، جرمن ، روسی ، فرانسیسی ، جاپانی ، اطالوی حتیٰ کہ آسٹریا ۔ ہنگری کے دستوں پر مشتمل طاقتور فوج لیکر پیچنگ پر چڑھ آئے اور لوٹ

مار اور قتل عام کا بازار گرم کر دیا ۔ ایک برطانوی بی ۔ ایل ۔ پٹنام ویلی نے ، چین کے دارالحکومت میں اس قتل و غارت کے چشم دید واقعات بیان کئے ھیں ، جو ۱۸۶۰ء کی غارت گری کو مات کر گئے :

ایک سفارت خانے کا ایک عجیب و غریب نوجوان ... بڑھ بڑھ کر جلاد کا کام کر رہا تھا ... یہ نوجوان ھر بار شاٹ گن استعمال کرتا تھا اور اسے بڑی پیار بھری نظروں سے دیکھتا تھا ... وہ دیوانہ سا ھو گیا اور جونہی اس کی نظریں مجھ پر پڑیں ، ایک لمبی ٹوٹی پھوٹی تقریر کی جو میں کبھی نہ بھول سکوں گا ... "کیا تم نے مشرقی پھاٹک کے قریب والے کنویں دیکھے ھیں ، جن میں عورتیں اور لڑکیاں کودی تھیں ؟ وہ سپاھیوں سے خوفزدہ تھیں ... " پھر وہ میرے قریب آ کر سرگوشیوں میں بتانے لگا کہ سپاھیوں نے کس طرح عورتوں کی آبروریزی کی تھی ... اس نے بتایا کہ ھمارے اپنے درندہ صفت فوجیوں نے اسے یہ سب کچھ دیکھنے کے لئے مدعو کیا تھا ۔ *

ویلی نے بڑے جاندار پیرائے میں بیان کیا ھے کہ شہر میں گھروں کو کس طرح لوٹا گیا تھا ۔ اس نے غیرملکی فوجیوں کو "لٹیروں کا

---

* B.L. Putnam Weale, *Indiscreet Letters from Peking*, London, 1900 (یہ اقتباس ۱۹۲۲ء کے چاٹنا ایڈیشن سے لیا گیا ھے) ، صفحہ ۳۶۲ ۔

ایک لامتناهی جلوس " قرار دیا اور یه لکھا که خون کی هولی کھیلنے اور تباهی مچانے کے بعد انہوں نے مال غنیمت بیچنا اور ادل بدل کرنا شروع کر دیا ، یوں لگتا تھا گویا " هماری ساری فوجیں سوداگروں کی فوجیں بن گئی هوں ۔ "

اور جب لڑائی ختم هو چکی تھی تو فیلڈ مارشل کاؤنٹ وون ویلڈرسی کی کمان میں ۲۰ هزار سپاهیوں پر مشتمل خاص مہماتی جرمن فوج آ پہنچی ۔ بریمیرهیون سے اس فوج کی روانگی پر قیصر ولیم دوم نے ، جو عرصے سے یورپ کو " زرد خطرے " کا هوا دکھا رها تھا ، سامراجی خون کے حقیقی جذبے اور گھن گرج کے ساتھ سپاهیوں کو هدایت دی :

" یاد رکھو ، جب دشمن سامنے آئے تو کوئی رو رعایت نه برتنا اور قیدی بنانے کے چکر میں پڑنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ۔ اپنے هتھیاروں سے یوں کام لو که ایک هزار سال تک کوئی چینی نظریں اٹھا کر کسی جرمن کی طرف نه دیکھ سکے ۔ ایک هی هلے میں تہذیب کی راہ هموار کر دو ۔ "

اس وقت تک بیشتر یورپی فوجیں واپس بلائی جا چکی تھیں اور میدان میں کوئی چینی فوج نہیں تھی ۔ تاهم ، جیسا که ایک وقائع نگار لکھتا ھے ، " تعزیری مہمیں جرمن فوج کا معمول بن گئیں ۔ یوں لگتا تھا گویا هر معمولی افسر کو دیہی علاقے تاراج کرنے کا اختیار مل چکا هو ۔ وہ گاؤں جو کبھی باکسروں کا هیڈکوارٹر رهے تھے یا

جہاں سے ہتھیار برآمد ہوئے ، بھسم کر دیئے گئے اور دیہاتیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا یا بھگا دیا گیا ۔ " *

یوں " تہذیب کی راہ " ہموار کی گئی ، جس نے لامتناہی ذلتوں اور ان گنت مصائب کے شکار اور دم بدم مزاحمت کناں چینی عوام کو تعلیم دی اور صیقل کیا ۔

ای ہو تھوان بغاوت سے غداری ہوئی اور اسے کچل دیا گیا ، تاہم اس نے سامراجی طاقتوں کو سبق بھی سکھایا ۔ اگرچہ چین کو ایک بار پھر شکست اور رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا تھا ، تاہم ملک کے بہ آسانی " بٹوارے " کی باتیں اب بہت کم سنائی دیتی تھیں ۔ پہلے غیرملکی طاقتوں میں رسہ کشی ہوتی رہتی تھی کہ چھری کہاں کہاں چلائی جائے مگر اب ایک نئے عنصر کا اضافہ ہو گیا تھا ۔ اب اس خدشے نے سر اٹھا لیا تھا کہ اگر چینی عوام کو بہت زیادہ مشتعل کیا گیا تو وہ کچھ نہ کچھ کر بیٹھیں گے ۔

" لنڈن ٹائمز " کے نامہ نگار آرچیبالڈ کولکوہن نے علانیہ خبردار کیا کہ "۳۰ کروڑ ایشیائیوں پر مشتمل مملکت میں انتشار پیدا کرنے کے حقیقی عواقب " کو نظرانداز نہ کیا جائے ۔ اس نے دلیل دی کہ چھینگ حکومت کے تحت چین " سنبھلے ہوئے تھا . . . دولت کی بارودی سرنگ تھا . . . ایک عظیم پسماندہ ریاست جسے ، اینگلو ۔ سیکسن لوگوں کی موجودہ نسل کو اپنی آئندہ نسلوں کے لئے چھوڑنا

---

* Prof. W.L. Godschall, *Tsingtau Under Three Flags*, Shanghai, 1929, p. 136.

ہوگا ۔ " بات کا ماحصل یہ تھا کہ صرف ہتھیار کبھی بھی اس معاملے کا فیصلہ نہیں کر پائیں گے اور یہ کہ " سرمائے کا بہاؤ اور چین میں اس کا ماہرانہ استعمال ہی مناسب طریقہ تھا ۔ " *
چھینگ حکمرانوں نے غیرملکی سامراجیوں کو معاف کر دیا تھا کیونکہ عوام کو دبانے کے لئے ان کی ضرورت تھی ۔ اسی طرح ، غیرملکی طاقتوں نے چین کے رجعت پسند حکمرانوں کو معاف کر دیا ، باوجودیکہ انہوں نے اعلان جنگ کیا تھا ، کیونکہ وہ بھی سامراج کے لئے ناگزیر تھے ۔ انہوں نے ثابت کر دیا کہ وہ ایک عوامی تحریک کو فریب دے کر کچلنے کی اہلیت رکھتے تھے ، لہذا بطور چوکیدار ان کی اہمیت دوچند ہو چکی تھی ۔

بغاوت کے بعد چین پر جو " باکسر سمجھوتہ " مسلط کیا گیا ، اس میں مذکورہ سوچ کی عکاسی موجود تھی ۔ اس سمجھوتے کا خلاصہ کچھ یوں تھا ۔

شاہی حکومت ، انجام کار ، سامراجی فاتحین کی مرضی کے تابع ہو کر رہ گئی ۔ سمجھوتے میں ایسی شقیں رکھی گئیں جن کی مثال بین‌الاقوامی معاہدوں میں نہیں ملتی تھی ۔ ان شقوں کے تحت شاہی حکومت پابند ٹھہری کہ اپنے ہی متعدد حکام کو جنہوں نے جنگ کو سنجیدگی سے لیا تھا ، موت کے گھاٹ

---

* Archibald F. Colquhoun, *The Far Eastern Crisis*, an article (pp. 109-136) in the compendium *The Crisis in China*, New York, 1900.

اتار دے یا " خودکشی کی سزا " دے ۔ حکومت کو اس بات پر بھی مجبور کیا گیا کہ وہ " ان تمام شہروں میں پانچ سال کے لئے سرکاری (سول سروس) امتحان ملتوی کر دے جہاں غیرملکیوں کو قتل یا تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا ۔ " اور ایک فرمان جاری کرایا گیا جس کے تحت " غیرملکیوں کے خلاف قائم ہونے والی کسی بھی سوسائٹی کی رکنیت پر دائمی پابندی لگا دی گئی اور خلاف ورزی کو قابل گردن زدنی قرار دیا گیا ۔ "

۵۰ کروڑ امریکی ڈالر کا تاوان جنگ عائد کیا گیا جو ماضی کے تمام تاوانوں سے زیادہ تھا ۔ یہ رقم نہ صرف بڑی طاقتوں کو بلکہ اٹلی ، ہالینڈ ، آسٹریا ، بلجیئم ، اسپین ، پرتگال اور اسکینڈے نیویا کے ممالک کو بھی ۱۹۰۱ء سے ۱۹۴۰ء تک کے عرصے میں قسط وار ادا کی جانی تھی ۔

دس طاقتوں کو چین کے دارالحکومت پیچنگ میں واقع " سفارتخانوں کی حفاظت کے لئے " اپنے اپنے فوجی دستے رکھنے کے اختیارات حاصل ہو گئے اور یہ کہا گیا کہ اس علاقے میں " چینیوں کو رہائش اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوگی " ۔

پیچنگ سے سمندر تک پوری ریلوے لائن پر بھی غیرملکی فوجیں قابض ہو گئیں ۔ نتیجتاً کئی ملکوں نے پیچنگ ، تھیئن چن اور شان ہائی کوان میں اگلے ۴۰ سال تک فوجیں تعینات کئے رکھیں ۔

ان ساری باتوں کا ایک مقصد سمجھوتے کی شق نمبر ۱۱ میں

صاف منکشف تھا : "چینی حکومت تجارت اور جہاز رانی کے سمجھوتوں میں اور تجارتی تعلقات سے متعلق دیگر موضوعات پر ، جو غیرملکی حکومتیں مفید مطلب سمجھیں گی ، ترامیم کے ضمن میں بات چیت کرے گی تاکہ ان میں سہولت پیدا کی جا سکے ۔"

باب ۸

بورژوا انقلاب کی طرف
(۱۹۰۱ ـــ ۱۹۱۱ء)

۱۹۰۱ء میں "باکسر سمجھوتے" اور ۱۹۱۱ء کے بورژوا انقلاب میں ملوکیت کا تختہ الٹنے تک کے دس سال میں چین کی صورت حال تیز رفتار تغیرات سے گزری۔

چین کی معاشی محتاجی اور سیاسی محکومی میں کوئی فرق نہ رہا۔ بقول سن یت سین، ملک "ذیلی۔ نوآبادی" میں بدل چکا تھا۔ ایسی دودھیل گائے بن چکا تھا جسے بیک وقت کئی غیرملکی طاقتیں دوہ رہی تھیں۔

سامراجی سرمایہ‌کاری ایک ارب پچاس کروڑ ڈالر تک پہنچ گئی۔ ریلوے لائنیں، جو زیادہ تر جبری بیرونی قرضوں سے تعمیر ہوئی تھیں، ۱۹۰۲ء میں ۵۶۰ میل سے بڑھ کر ۱۹۱۲ء میں ۶۰۰۰ میل تک جا پہنچیں۔ یہ گیارہ گنا اضافہ تھا۔ ان ریلوے لائنوں کا مقصد غیرملکی قرضخواہوں کو منافع فراہم کرنا اور چینی

وسائل کی برآمد اور غیرملکی مصنوعات کی درآمد میں سہولت پیدا کرنا تھا ۔

غیرملکی سرمایہ‌داروں نے "ماڈرن" نوکرشاہوں کے قائم کردہ صنعتی ادارے بھی اپنے تصرف میں لے لئے ۔

لی ہونگ چانگ کی ملکیت کھائی پھینگ کوئلے کی کانیں اس کی قابل ذکر مثال ہیں ۔ یہ کانیں ایک امریکی انجنیر کی ریشہ دوانیوں کے نتیجے میں سامراجی (خاص کر برطانوی) ملکیت میں آ گئیں ۔ بظاہر چین کے معدنی وسائل کو ترقی دینے کے لئے چینی حکومت کا فنی مشیر یہ انجنیر درحقیقت برطانوی سرمایہ کاروں کا کارندہ تھا ، جو چین کے معدنی وسائل ہتھیانا چاہتے تھے ۔ اس کا نام ہربرٹ ہوور تھا ۔ اس کے خودساختہ نظریے کے مطابق کانکنی کا مقصد یہ تھا کہ ، "دوسرے کی کھال کھینچ کر زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے عظیم فلسفے" کی خدمت کی جائے ۔ * آسٹریلیا ، جنوبی افریقہ ، نکاراگوا ، نائجیریا اور برما میں اس فلسفے کو بروئے کار لاتے ہوئے ، یہ "عظیم مخیر" کی حیثیت سے مشہور ہوا اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کے منصب صدارت تک جا پہنچا (۱۹۲۸ - ۱۹۳۲ء) اور امریکی حکمران طبقے میں "معزز بزرگ مدبر" کی حیثیت سے ۱۹۶۰ء کے عشرے تک زندہ رہا ۔ سامراجی "مشیر"

---

* ہوور کا خط جو اس نے جوہانسبرگ سے ۱۵ جولائی ۱۹۰۴ء کو لندن کے جریدے the *Mining Journal* کو لکھا ۔

کی حیثیت سے ہوور کے کردار کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ۔ اس نے ۱۹۰۰ء میں اپنے چینی افسر کو ڈرادھمکا کر (ان دنوں جب شمالی چین میں آٹھ حملہ‌آور غیرملکی طاقتوں کی فوجیں دندناتی پھر رہی تھیں ، یہ کام کچھ مشکل نہ تھا) اور یہ وعدہ کرکے کہ انتقال اختیارات کے ساتھ ہی کمپنی میں کثیر غیرملکی سرمایہ‌کاری ہوگی ، کھائی پھینگ مائنز کا کنٹرول سنبھال لیا ۔ کھائی پھینگ مائنز میں ، ہوور جس کا ایک ڈائریکٹر بن چکا تھا ، نئی سرمایہ‌کاری لندن کی کمپنی چائنیز انجنیرنگ اینڈ مائننگ لمیٹڈ کارپوریشن نے کی اور اسے حصص پر کنٹرول حاصل ہو گیا ۔ یہ کمپنی ۱۹۱۲ء میں قائم شدہ ، کھائی لوان مائننگ ایڈمنسٹریشن کی کرتا دھرتا بن گئی ۔ لٹے پٹے چینیوں نے ہوور اور اس کے حواریوں کے خلاف دعویٰ دائر کیا تو برٹش چانسری کورٹ کے جسٹس جوائس نے بڑے چبھتے ہوئے لہجے میں اعلان کیا کہ اس کمپنی نے درحقیقت ایک پائی کی سرمایہ‌کاری نہیں کی تھی ۔ " ٹائمز " کے ۲ مارچ ۱۹۰۵ء کے شمارے کے مطابق جج نے کہا کہ " جہاں تک میں سمجھتا ہوں ، پروموٹروں نے اپنے اور اپنے دوستوں میں حصص بانٹے اور ڈیبنچر الاٹ کئے ، اور ان کے پاس غالباً ڈیبنچر اور مکمل طور پر ادا شدہ ایسے ۴۲۴۹۹۳ حصص موجود ہیں ، جن پر درحقیقت انہوں نے ایک پائی بھی خرچ نہیں کی ۔ " برطانوی سرمایہ‌داروں کے علاوہ اس کمپنی میں بلجیئم کے متعدد سرمایہ‌داروں کو بھی ، جو کانگو میں بدترین استحصال کر چکے تھے (ایمائل فرانکوئی ، شیولیئر دی ووٹرز وغیرہ)

اس نئی کمپنی میں شامل کر لیا گیا ۔ *

ہوور نے چین میں کانوں پر قبضے کے علاوہ " قلیوں " کی تجارت بحال کرنے میں حصہ لے کر بھی نام پیدا کیا ۔ جس زمانے میں وہ کھائی پھینگ مائنز کا ڈائریکٹر تھا ، ان کانوں سے کوئلے کے ساتھ ساتھ انسان بھی برآمد کئے گئے ۔ ۱۹۰۴ء سے ۱۹۱۰ء تک کے عرصے میں لگ بھگ ۵۰ ہزار چینیوں کو ۲۵ سینٹ یومیہ اجرت اور موت کی صورت میں ۵۰ امریکی ڈالر معاوضے پر بحیثیت قلی بھرتی کرکے جنوبی افریقہ کی ٹرانسوال کانوں میں بھیجا گیا ۔ **

چانگ چی تونگ کا ہان یہہ پھینگ آئرن اینڈ اسٹیل ورکس بھی چین میں بھاری صنعت اور قومی دفاع کی اساس بننے کی بجائے ایسی ہی کیفیت سے دوچار ہوا ۔ اس نے پہلے جرمنوں اور پھر جاپانیوں سے قرضے حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے ۔ اس کی نوآبادیاتی بےکسی کا اظہار امریکی اسٹیل کے ایک بڑے تاجر چارلس شواب (بیتھلہم اسٹیل کمپنی) کے ایک بیان سے ہوتا ہے ، کہ سان فرانسسکو

---

* کھائی پھینگ مائنز پر قبضے اور چین میں ہوور سے متعلق مزید تفصیلات Ellsworth Carlson, *The Kaiping Mines*, Harvard, 1957 and John Hamill, *The Strange Career of Mr. Hoover Under Two Flags*, New York, 1931 میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں ۔

** تین سالہ معاہدے پر ٹرانسوال لے جائے جانے والے چینیوں کو کان کے احاطے میں پابند رکھا گیا ۔ انہیں کوئی جائداد خریدنے یا کاروبار کرنے کی ممانعت تھی اور کوڑوں سے پیٹا جاتا تھا ۔ ملاحظہ کیجئے L. Phillips, *Transvaal Problems*, London, 1905 and E.G. Payne, *An Experiment in Alien Labour*, Chicago, 1912. اور جان ہیمل کی مذکورہ کتاب ، صفحہ ۱۵۷ تا ۱۶۷ ۔

میں اس کے کارخانے میں چینی خام لوہے کی درآمد ، پٹسبرگ میں واقع اس کے اپنے پلانٹ سے درآمد کی نسبت ارزاں پڑتی تھی ۔

شمال مشرق میں بالترتیب لوہے اور کوئلے سے مالامال علاقے آن شان اور فوشیون جاپان کی مٹھی میں تھے ۔

چین کی بیرونی تجارت دوگنی ہو گئی ، مگر دراصل وہ سامراجیوں کے لئے خام مال کے ایک وسیلے اور مصنوعات کی بہت بڑی منڈی بن گیا ۔ چین کا تجارتی عدم توازن بڑھتا رہا اور وہ قرضوں کے بھنور میں ڈوبتا چلا گیا ۔

چین کے اہم شہروں میں امریکہ ، برطانیہ ، فرانس ، زارشاہی روس ، جرمنی اور جاپان کے بڑے بڑے اجارہ دار بینکوں کی شاخیں کھل گئیں ۔

نتیجتاً ، چینی معاشرے کے اندر "کمپراڈور" بورژوا طبقے کو مزید فروغ حاصل ہوا ۔ تاجر "کمپراڈور" غیرملکی کاروباری اداروں کے ذیلی ایجنٹ بن گئے ۔ یہ بیرونی تجارتی ادارے ان ایجنٹوں کے توسط سے چین کے دورافتادہ علاقوں تک اپنا مال پہنچاتے تھے اور برآمد کے لئے انہیں جو کچھ مطلوب ہوتا ، خرید لیتے تھے ۔ بینکار کمپراڈور غیرملکی سرمایہ‌داروں اور ملکی جاگیردار اور سودخور سرمایہ‌داروں کے دھڑے اور تاجروں کے ایک حصے کی نمائندگی کرتے تھے ۔ یہ سب لوگ سیاسی اور اقتصادی شعبوں میں سامراج کے بارسوخ دلال تھے ۔

تاہم ، اسی دور میں ، چینیوں کی ملکیت ہلکی صنعتوں ، خصوصاً پارچہ بافی اور آٹا پیسنے کی صنعت میں قابل ذکر اضافہ ہوا ۔ یہ قومی

بورژوا طبقے کی مزید نشوونما کا ایک مظہر تھا ۔ سرمایہ‌دار طبقے کا یہ حصہ ، کمپراڈوروں کے برعکس طاقتور ، خودمختار اور اقتصادی اعتبار سے ترقی یافتہ چین میں دلچسپی رکھتا تھا ۔

قومی بورژوا طبقہ اس بات پر کڑھتا رہتا تھا کہ اسے مشینری ، حتیٰ کہ خام مال بھی (مثلاً امریکہ اور ہندوستان سے کپاس) درآمد کرنے پڑتے تھے ۔ کیونکہ جاگیردارانہ پسماندگی اور اندرونی علاقوں میں مواصلات کے فقدان کی وجہ سے ملکی خام مال کا حصول مشکل تھا ۔ اس کی مصنوعات مسلسل غیرملکی مصنوعات کے دباؤ میں رہتی تھیں ، جن کی درآمد ۵ فیصد کے زیادہ سے زیادہ درآمدی محصول کے تحت متواتر جاری تھی ۔ اس پر طرہ یہ کہ وہ چین میں قائم غیرملکی کارخانوں سے ناسازگار مسابقت پر مجبور تھے (یہ کارخانے ماورائے حدود نظام کے تحت چینی قوانین اور محاصل سے مستثنیٰ تھے) ۔ سامراج کے فوجی اور سیاسی دباؤ کی وجہ سے ، جسے روکنے کی چیانگ حکومت نے کبھی کوئی کوشش نہ کی ، غیرملکی سرمائے کی مسلسل درآمد نے چین کے قومی بورژوا طبقے کو اپنے ملک میں بھاری صنعت اور مواصلات کے فروغ میں شرکت سے بری طرح مانع رکھا ۔

پرانے چین میں سامراجی سرمایہ‌کاری کی انتہائی رجعت پسندانہ نوعیت ، اور یہ کہ اس نے جاگیردارانہ باقیات کو کس طرح برقرار رکھا اور ان سے فائدہ اٹھایا ، ایسے ہی ایک عنصر سے متعلق امریکہ کے سرکاری رویے کی تبدیلی میں دیکھا جا سکتا ہے ۔ یہ تکلیف دہ "لی کن" یا اندرونی راہداری ٹیکس تھا جو کسی چینی یا غیرملکی

سرمایہ‌دارانہ ادارے کی مصنوعات کے لئے ملک گیر منڈی تشکیل دینے میں آڑے آتا تھا ۔ امریکہ اپنی مصنوعات برآمد کرتا تھا ، لہذا عرصے سے مطالبہ کرتا چلا آ رہا تھا کہ یہ ٹیکس ختم کر دیا جائے ۔ لیکن جب وال اسٹریٹ کے سرمایہ‌دار ریلوے لائنوں کی تعمیر کے لئے قرضے کی فراہمی اور حصول مراعات کی دوڑ میں شامل ہوئے تو سارا انداز فکر ہی بدل گیا ۔ امریکی نائب وزیر خارجہ ولیم فلپس نے ۱۹۰۰ء میں اپنے افسر اعلیٰ، یعنی وزیر خارجہ نوکس کو مشورہ دیا کہ یہ ٹیکس برقرار رہنے دیا جائے ، کیونکہ "مستقبل میں ہمارے بینکوں کو چینی قرضوں میں شرکت کی دعوت دی گئی تو مجھے پورا پورا یقین ہے کہ وہ ... لی کن کو بخوشی بطور ضمانت قبول کر لیں گے ۔" اس سفارش کی بنیاد پر امریکہ کی سرکاری پالیسی بدل گئی اور لی کن چین کے جاگیزدار حکمرانوں اور سامراج ، دونوں کے مفادات کا خدمت گزار ، ان کے درمیان قریبی اتحاد اور سامراج کے سامنے چین کے جاگیردار حکمرانوں کی اطاعت گزاری کا مظہر بن گیا ۔ *

چین کے جدید صنعتی مزدور طبقے نے چینی سرمایہ‌داروں سے کہیں زیادہ تیزی کے ساتھ فروغ پایا ۔ یہ زیادہ متحد بھی تھا اور ایک بڑی قوت کی نمائندگی کرتا تھا ۔ ہر ریلوے لائن یا فیکٹری کی تعمیر کے ساتھ ، خواہ وہ چینیوں کی ملکیت ہوتی تھی یا غیرملکیوں کی ،

---

* وزارت خارجہ کی یہ مراسلت چارلس ویوٹر کی کتاب *The United States and China*, 1906-13, *A Study of Finance and Diplomacy*, Rutgers University Press, U.S.A., 1955 سے لی گئی ہے ۔

نوکرشاہی کے زیرانتظام ہوتی تھی یا نجی انتظام کے تحت ، مزدور طبقے کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا ۔ مزدوروں کو خواہ وہ کہیں بھی ملازم تھے ، یکساں مسائل کا سامنا تھا ۔

چین ایک زرعی ملک تھا ، لہذا ملکی بورژوا طبقے کے تمام حصے ، کم و بیش ، جاگیرداری سے وابستہ تھے ، جو اس وقت تک حصول سرمایہ کا اصل وسیلہ تھی ۔ یہ بھی ایک سبب تھا کہ چینی معاشرے کو غلاظتوں سے پاک کرنے میں یہ طبقہ تذبذب سے کام لیتا تھا ۔ دوسری طرف ، مزدوروں کی غالب اکثریت کسانوں سے بھرتی ہو کر آئی تھی اور انہوں نے دیہی علاقوں سے اپنے رشتے برقرار رکھے تھے ۔ ان مزدوروں کے دلوں میں نہ صرف کسانوں کے صدیوں پرانے آلام اور باغیانہ جذبات ، جو جاگیردارانہ استحصال اور جبروتشدد کی پیداوار تھے ، بلکہ اپنے مصائب کی آگ بھی بھڑک رہی تھی ۔ چین کے پرانے معاشرے سے ان کے کوئی مفادات وابستہ نہ تھے ۔

چین کے کروڑوں کسان براہ راست چینی جاگیرداروں کے ہاتھوں ہی استحصال کا شکار نہ تھے ، بلکہ سامراجی استحصال کا سلسلہ بھی دن بدن بڑھتا جا رہا تھا ۔ کسان جو پیداوار بیچتے ، یا اپنی ضرورت کے لئے جو مصنوعات خریدتے تھے ان کی قیمتوں کا تعین سامراجی ادارے کرتے تھے ۔ نئی ریلوے لائنوں اور بحری جہازوں کے کرائے بھی وہی طے کرتے تھے ۔ اس دوہرے بوجھ نے کسانوں کی کمر توڑ کر رکھ دی ۔ گنجان آباد صوبوں میں مزارعت کا تناسب ۷۰ فیصد سے زیادہ تک پہنچ گیا ۔

ان تغیرات نے چین کو تھائی پھینگ بغاوت یا حالیہ "ای ہو تھوان" بغاوت کے زمانے کے چین سے بالکل مختلف بنا کر رکھ دیا ۔ ملوکیت برقرار تھی مگر معاشرے میں تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں ۔ بعدازاں چین کے عوامی انقلاب میں جو طبقے نمایاں ہوئے، وہ سب اس وقت تک منظر عام پر آ چکے تھے ۔

اہم شخصیات کا معاملہ بھی کچھ اسی قسم کا تھا ۔ ایسے میں جبکہ سن یت سین اپنی سرگرمیوں کے فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو رہے تھے ، ماؤ زے تنگ ، جو ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے ، وسطی چین کے دیہی علاقے میں سن بلوغت کو پہنچ رہے تھے ، سن یت سین نے بچپن میں تھائی پھینگ کا اثر قبول کیا تھا ۔ ماؤ زے تنگ کے ذہن پر سامراجی جارحیت کے نتیجے میں شدید بحران ، قومی ذلت کے گڑھے سے نکلنے کے لئے مصلحین اور انقلابیوں کے درمیان گرما گرم مباحثہ ، اور یکے بعد دیگرے برپا ہونے والی کسان بغاوتیں اور ان کی ظالمانہ سرکوبی ایسے اولین نقوش ثبت ہوئے ۔

آئیے اس عشرے کے کچھ حقیقی واقعات پر ایک نظر ڈالیں ۔

بین الاقوامی اکھاڑے میں بڑی سامراجی طاقتیں ان وسیع ایشیائی اور افریقی نوآبادیاتی خطوں پر سیاسی اور اقتصادی گرفت مضبوط کرنے میں لگی ہوئی تھیں جہاں انہوں نے ۱۸۸۰ء اور ۱۹۰۰ء کے درمیان قبضہ جمایا تھا ۔ ساتھ ہی ساتھ وہ ، اس مال غنیمت کے دوبارہ بٹوارے کے لئے دو خون آشام جنگوں ، یعنی ۵ - ۱۹۰۴ء کی روس ۔ جاپان جنگ اور ۱۹۱۴ء کی پہلی جنگ عظیم کی تیاریاں بھی کر رہی تھیں ۔ باہمی چپقلشوں اور ای ہو تھوان باغیوں یعنی

بقول ان کے " باکسروں " کے ہاتھوں دانت کھٹے ہونے کے سبب بڑی طاقتیں فوری طور پر چین کے قطعی حصے بخرے نہ کر سکیں ، تاہم ، لوٹ مار اور سمجھوتوں کے ذریعے ہر گزرتے سال کے ساتھ چین کی گردن میں سامراجی پھندے کا حلقہ تنگ کرتی گئیں ۔

زارشاہی روس کے مشترکہ مقابلے کے لئے ۱۹۰۲ء میں برطانیہ نے جاپان سے اتحاد کے سمجھوتے پر دستخط کئے ۔ اس کی تمہید میں بڑی منافقت کے ساتھ "مشرق بعید میں امن " اور چین اور کوریا کی " خودمختاری اور علاقائی سالمیت قائم رکھنے " کا حوالہ دیا گیا ، مگر پہلی ہی شق میں برطانیہ کے لئے چین میں اور جاپان کے لئے کوریا میں " خصوصی مفادات " اور مسلح مداخلت کا " حق " تسلیم کیا گیا تھا ۔ اسی سمجھوتے کی آڑ لے کر جاپان ۵ - ۱۹۰۴ء میں روس پر چڑھ دوڑا اور تمام بری لڑائیاں سرزمین چین پر لڑی گئیں ۔ جنگ میں غیرجانبدار ہونے کے باوصف ، دراصل چین ہی کو اپنے علاقے سے ہاتھ دھونے پڑے ، کہ جاپان نے کوریا پر ، جنوبی منچوریا میں سابق روسی ریلوے پر ، اور تالیئن (ڈائرن) اور لوی شیون (پورٹ آرتھر) کے ان علاقوں پر قبضہ کر لیا جو روس نے پٹے پر لے رکھے تھے ۔ یہ تمام علاقے آئندہ جارحیت میں تختۂ جست بنے ۔

جس وقت جاپان اور روس منچوریا (شمال مشرقی چین) کے لئے ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے ، برطانیہ نے موقع پا کر جنوب مغربی چین میں تبت پر حملہ کر دیا ۔ بہانہ یہ کہ سائبیریا سے ایک بریات لاما ، دلائی لاما کا " مذہبی اتالیق " بن کر آ گیا تھا ۔ زار تبت میں واقعی سیاسی گٹھ جوڑ کر رہے تھے ، لیکن یہ بات نہ تو

حملے کا جواز تھی اور نہ جواز بن سکتی تھی ۔ درحقیقت برطانیہ عرصے سے جارحیت کی تیاریاں کر رہا تھا ۔ ہندوستان کا بدترین توسیع پسند وائسرائے لارڈ کرزن ، تبتی حکام سے سرکاری تعلقات استوار کرکے تبت کی چین سے علیحدگی کی کوششیں برسوں سے کرتا چلا آ رہا تھا ۔ لیکن تبتی حکام نے جب یہ کہہ کر اس کے خطوط لوٹا دیئے کہ خارجہ امور صرف پیچنگ کے توسط سے نمٹائے جا سکتے ہیں ، تو کرزن نے اعلان کر دیا کہ یہ کارروائی " ایک عظیم مہذب طاقت کے علاقے کی قربت " سے مناسبت نہیں رکھتی تھی ۔

یہ قربت اور تہذیب کیا تھی ، ۱۹۰۴ء میں تبتیوں کو اس کا احساس دلا دیا گیا ۔ فرانسس ینگ ہسبنڈ کی کمان میں ، جو چین کے علاقے سنکیانگ میں جاسوسی کر چکا تھا ، تبت کے خلاف ایک مہم روانہ کی گئی ۔ مارچ میں ، سیکڑوں تبتی فوجیوں کو جنہیں مذاکرات کا فریب دے کر مورچوں سے باہر لایا جا چکا تھا ، گرو کے مقام پر بےدردی سے تہ تیغ کر دیا گیا ۔ ایک برطانوی وقائع نگار سامراجی منطق سے کام لیتے ہوئے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ لکھتا ہے کہ تبتیوں سے نمٹنے کا کوئی اور طریقہ نہ تھا کیونکہ " جب تک کئی ہزار تبتیوں کو موت کے گھاٹ نہ اتارا جاتا ، وہ یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوتے کہ برطانیہ ایک خوفناک طاقت تھی ، ایک ایسی طاقت جس سے ٹکر لینا ممکن نہ تھا " ۔ *

معاصر ذرائع کی اطلاعات کے مطابق ، تبتی بخوبی جانتے تھے

---

* Edmund Candler, *The Unveiling of Lhasa*, London, 1905.

کہ ان کی جنگ کس کے خلاف تھی ۔ وہ سو سال سے زیادہ عرصے سے یہ دیکھ رہے تھے کہ برطانوی نوآبادیت پسندوں نے ان کے پڑوسی ملک ہندوستان کو کس طرح فتح کیا اور اپنا غلام بنایا ۔ انہوں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اپنے خطے کو ایسی کیفیت سے دوچار نہیں ہونے دیں گے ۔ ان کی "مجنونانہ جرأت" کا یہی سبب تھا ، جس نے حملہ آوروں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ۔ مثال کے طور پر ، جہاں تک شہر گیانزے کے سقوط کا تعلق تھا ، خود برطانوی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ متروک ہتھیاروں سے لیس مقامی فوجیوں نے بےمثال جرأت کے ساتھ دفاع کیا اور شہر پر قبضہ اس وقت ہوا جب برطانوی توپخانہ شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا چکا تھا ۔ اس کے بعد ینگ ہسبنڈ فوجیں لیکر لہاسہ پہنچا اور جبراً ایک "سمجھوتے" پر دستخط کرائے ۔ اس سمجھوتے کے تحت تبتیوں نے وعدہ کیا کہ وہ قصابوں کے اس گروہ کی مہم کا تاوان ادا کریں گے ؛ جب تک رقم ادا نہ ہو فوجی اہمیت کی حامل جوہیے وادی پر برطانوی فوج کا قبضہ رہےگا ؛ برطانوی تاجروں اور حکام کو اس خطے میں "آمدورفت کی کھلی آزادی" حاصل ہوگی ؛ سرحد اور لہاسہ کے درمیان "تمام قلعے اور قلعہ بندیاں گرا دی جائیں گی اور ہتھیار ہٹا لئے جائیں گے" ؛ مزیدبرآں یہ خطہ "برطانوی حکومت سے ما قبل اجازت یافتگان" کے سوا تمام دوسری طاقتوں کے نمائندوں اور سرمایہ کاری کے لئے بند کر دیا جائےگا ۔

تبتیوں نے پس و پیش کے ساتھ یہ کڑوا گھونٹ نگل لیا ۔ اس حقیقت نے ان کے غم و غصے کو مزید ہوا دی کہ وہ تو اپنے خطے

اور چینی اقتدار اعلیٰ کی خاطر اتنی جرأت سے لڑے مگر پیچنگ میں چھینگ دربار نے ، جو پورے ملک کے دفاع کا ذمہ‌دار تھا ، پہلوتہی کی اور انہیں بےدست و پا چھوڑ دیا ۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہ تھی ۔ شاہی حکومت سامراجیوں سے خوفزدہ ہونے کے علاوہ ان پر تکیہ بھی کئے ہوئے تھی ۔ وہ نہ صرف ہان اکثریت والے بہت سے اہم علاقوں بلکہ خود اپنے آبائی علاقے منچوریا کے بعض حصوں سے بھی دستبردار ہو چکی تھی ۔ اور ۱۹۰۰ء میں دارالحکومت ، پیچنگ تک کے دفاع کی سخت لڑائی سے بےاعتنائی برتی تھی ۔ وہ پیچنگ میں بھی " آمدورفت کی کھلی چھوٹ " دے چکی تھی ؛ اسی غرض سے " باکسر سمجھوتے " میں یہ طے کیا گیا تھا کہ سمندر تک جانے والی ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ غیرملکی فوجیں تعینات رہیں گی اور ساحلی دفاعی قلعہ بندیاں گرا دی جائیں‌گی ۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ ملک کے انتہائی گوشے میں واقع تبت پر فوج کشی پورے چین پر سامراجی حملے کا ایک جزو تھی ۔

اسی طرح ، ۱۹۰۴ء میں برطانیہ کے خلاف تبتی عوام اور مقامی فوجوں کی جرأتمندانہ مزاحمت مادر وطن کی خاطر تمام چینی قومیتوں کی سامراج دشمن جدوجہد کا ایک حصہ اور جاگیردار ملوکیت کی غداری کا بالکل الٹ تھی ۔ *

---

* ہندوستان کے وزیراعظم نہرو بذات خود ینگ ہسبنڈ کی کارستانی کو " سامراجی مداخلت " قرار دے چکے تھے ، اور کہا تھا کہ ، " وہ بیٹھے اور برطانوی حکومت کی مرضی مسلط کر دی ... تبت سے طرح طرح کی ماورائے حدود مراعات حاصل کر لی گئیں ۔ " (لوک سبھا میں نہرو کی تقریر ، دھلی ، ۳۰ مارچ ۱۹۵۹ء ۔)

ادھر سامراجیوں کے مابین ، چین اور دیگر ملکوں کو جنہیں وہ اپنا شکار سمجھتے تھے ، قربانی کا بکرا بناتے ہوئے ، سودے بازی کے ساتھ ساتھ چپقلشیں بھی جاری رہیں -

۱۹۰۵ء میں اینگلو - جاپان اتحاد کی تجدید ہوئی تو اسے پورے ایشیا میں دونوں ملکوں کی سابقہ اور آئندہ لوٹ مار کے واضح باہمی تیقن کی شکل دے دی گئی - اس کا ایک مقصد یہ بیان کیا گیا کہ " مشرقی ایشیا اور ہندوستان کے خطوں میں فریقین کے علاقائی حقوق برقرار رکھے جائیں گے - " نظرثانی شدہ سمودے میں جاپان کو " کوریا کی رہنمائی ، کنٹرول اور تحفظ کا " حق مل گیا ، اور یوں کوریائی ریاست کی بربادی کا راستہ ہموار کر دیا گیا - برطانیہ کو ہندوستانی سرحدوں " کے قریب واقع علاقوں " (یعنی تبت اور وسیع تر توضیح کے تحت آنے والے جنوب مغربی چین کے دیگر علاقے) میں اسی نوع کی مداخلت کے لئے حمایت حاصل ہو گئی -

۱۹۰۶ء میں برطانیہ نے چین پر ایک معاہدہ مسلط کر دیا جس میں بیشتر شرائط وہی تھیں جو ینگ ہسبنڈ ۱۹۰۴ء میں بنوک سنگین تبت پر مسلط کر چکا تھا ، اور تبت میں ٹیلی گراف لائنیں قائم کرنے کی سہولت حاصل کر لی - یہ بھی ڈکیتی کی ایک واردات تھی ، لیکن اس نے ثابت کر دیا کہ برطانوی حکومت تبت کو چین کے حداختیار سے نکالنے میں ناکام رہی تھی اور اس خطے سے متعلق امور میں اسے بالآخر پئچنگ ہی سے مذاکرات کرنے پڑے تھے - دوسرا قدم ۱۹۰۷ء میں یہ اٹھایا گیا کہ برطانیہ زارشاہی روس سے سودے بازی میں کامیاب ہو گیا اور روس نے اس کی مداخلت تسلیم

کر لی جس کی توضیح ۱۹۰۶ء کے معاهدے میں کی گئی تھی ، تاهم دونوں طاقتوں نے " چین کے حقوق فرمانروائی " اور " تبت کی علاقائی سالمیت " کے احترام کا عہد کیا ۔ یہ برطانوی انتظامات اس عمومی کوشش کا حصہ تھے جو وہ زارشاهی روس کے ساتھ ایشیا میں چپقلش کی شدت کو کم سے کم تر رکھنے کے لئے کر رہا تھا (۱۹۰۷ء کے سمجھوتے میں افغانستان اور ایران کے معاملات سے بھی نمٹا گیا تھا) ۔ * اس کا مقصد یہ تھا کہ جرمنی کی بڑھتی ہوئی قوت کے خلاف روس اور ساتھ ھی ساتھ فرانس کو بھی اتحاد کی ترغیب دی جائے ۔ سامراجی پہلی جنگ عظیم کے لئے صفیں درست کرنے میں مصروف ہو چکے تھے ۔

امریکہ نے بھی جاپان پر داؤ لگا دیا ۔ اس کا اندازہ یہ تھا کہ جنگی کوششوں میں اپنا خون بہانے اور محدود وسائل استعمال کر چکنے کے بعد جاپان اپنے نئے منچوریائی اور کوریائی مقبوضات

---

* روسی وزیر جنگ کوروپاٹکن اپنی ۱۶ فروری ۱۹۰۳ء کی یادداشت میں لکھتا ھے کہ روس کا زار نکولاس دوم بھی " تبت کو اپنے حلقۂ فرمانروائی میں لانے کے خواب دیکھ رہا تھا ۔ " (یہ یادداشت ، *Krasnyi Arkhiv*, Moscow, 1922, Vol.2, p.31 پر دوبارہ چھاپی گئی ۔) لیکن ۵ ۔ ۱۹۰۴ء کی روس ۔ جاپان جنگ میں شکست کے بعد روس کمزور ہو گیا ۔ اور ۱۹۰۷ء میں برطانیہ سے سمجھوتے میں تبت کو اس شرط پر برطانیہ کے لئے چھوڑ دیا ، کہ وہ دوسری جگہوں پر مداخلت میں روس کی حمایت کرےگا ۔ زار کی وزارت خارجہ نے اپنی خفیہ دستاویزات میں ، جو انقلاب اکتوبر کے بعد منظر عام آئیں ، لکھا تھا : " چونکہ برطانوی تجویز بظاھر یہ ھے کہ برطانیہ تبت کو عملاً اپنے ممالک محروسہ میں شامل کرےگا ، لہذا ھمیں اس کے عوض افغانستان یا ایران میں سہولتوں کا مطالبہ کرنا چاھیئے ۔ "

میں زیادہ سے زیادہ پولیس کا کردار ادا کرنے کے قابل رہ جائے گا ۔ نتیجتاً امریکہ کو سرمایہ کاری کرنے اور بھاری منافع کمانے کی پوزیشن حاصل ہو جائے گی ۔ روس پر جاپان کی چڑھائی میں جزوی سرمایہ کاری وال اسٹریٹ کے ایک بینکنگ سینڈیکیٹ نے کی تھی ۔ معاہدۂ امن کا اہتمام امریکی صدر تھیوڈور روزویلٹ نے کیا اور اس معاہدے سے جاپان کو جتنا کچھ ملا ، اگر جنگ جاری رہتی تو کبھی اتنا کچھ حاصل نہ کر پاتا ۔ ادھر ، لاطینی امریکہ میں لوٹ کھسوٹ کے بعد ، وہ نہر پانامہ تعمیر کر رہا تھا ، جس کا مقصد امریکی بحری بیڑے کو بحرالکاہل میں لا کر ایشیا کے لئے باہم دست و گریباں دوسری سامراجی طاقتوں کا مقابلہ کرنا تھا ۔

بعدازاں ، ۱۹۰۸ء میں امریکہ اور جاپان میں روٹ ۔ ٹاکاھیرا سمجھوتہ ہوا تو جاپان کو شمال مشرقی چین (منچوریا) اور کوریا میں کھل کھیلنے کی چھوٹ مل گئی ۔ عوضاً جاپان نے وعدہ کیا کہ اسے فلپائن میں امریکہ کے نوآبادیاتی تسلط پر کوئی تعرض نہیں ہوگا ۔ یہ کوریا سے جس کی خودمختاری کے تحفظ کا عہد امریکہ ایک سابقہ سمجھوتے میں کر چکا تھا ، ایسی شرمناک غداری تھی کہ سان فرانسسکو میں ایک کوریائی محب وطن نے دربار کوریا سے منسلک امریکی مشیر امور خارجہ ایم ۔ ڈی ۔ ڈبلیو ۔ سٹیونس کو قتل کر دیا ۔ کوریا نے سٹیونس کو جاپانی دباؤ میں آ کر اس عہدے پر فائز کیا ہوا تھا ۔ روٹ ۔ ٹاکاھیرا سمجھوتے نے ، جو غلاموں کی تجارت کا روایتی قسم کا سمجھوتہ تھا ، ایسی راہ ہموار کر دی جس پر چلتے ہوئے جاپان نے ۱۹۱۰ء میں کوریا کو براہ راست اپنا

ایک حصہ بنا لیا ۔ ایکہ مبصر بڑے تلخ لہجے میں لکھتا ہے کہ امریکہ نے کوریا سے تعلقات کے ضمن میں "آزادی کا مضحکہ اڑایا اور ظالم کے ہاتھ میں تلوار دے دی ۔" *

روٹ ۔ ٹاکاھیرا سمجھوتے سے وال اسٹریٹ کی ایک سازش نے جنم لیا کہ منچوریا میں زارشاھی روس اور جاپانی ملکیت ریلوے لائنیں خرید کر انہیں امریکی ملکیت "دنیا کے گرد ریلوے" کا جزو بنا دیا جائے ۔ اس سازش کا خالق امریکی ریلوے کا ٹائیکون ای ۔ ایچ ۔ ھیری‌مین تھا ۔ ** مورگن انٹریسٹس اور کوھن ، لوئیب اینڈ کمپنی (دی نیشنل سٹی بینک اور فرسٹ نیشنل بینک آف نیویارک) اس سازش کی مالی پشت پناھی کر رہے تھے ۔ واشنگٹن میں اس کا چیف پروموٹر ولرڈ اسٹریٹ تھا ، جو ایک امریکی مورخ کے بقول "اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ اور مشرقی ایشیا میں اس کی پالیسی کے سرکاری ترجمان بننے والے بینکاروں کے درمیان رابطہ تھا ۔ مشرق بعید ڈویژن کے قائم مقام سربراہ کی حیثیت سے اس (اسٹریٹ) نے ھیری مین اور ھیری مین کے نمائندے کی حیثیت سے اسٹیٹ ڈپارٹمنٹ کے لئے کام کیا ۔" *** جب ریلوے خریدنے کا منصوبہ ناکام ھو گیا تو اس ٹولے نے روسی

---

* Henry Chung, *The Oriental Policy of the United States*, New York, 1919, p.40.

** ای ۔ ایچ ۔ ھیری مین ، اوربل ھیری مین کا باپ تھا ۔ اوربل ھیری مین نے بینکاری ورثے میں پائی اور ۱۹۶۱ء سے صدر جان ایف ۔ کینیڈی کی انتظامیہ میں نائب وزیر خارجہ برائے امور مشرق بعید رہا ۔

*** A. Whitney Griswold, *The Far Eastern Policy of the United States*, pp. 141-144 and p. 161.

اور جاپانی ریلوں کا تیاپانچا کرنے کے لئے متوازی ریلوے تعمیر کرنے پر توجہ مرکوز کر دی ۔ امریکی وزیر خارجہ نوکس نے انہیں یوں اشیر واد دی ۔

جو ممالک چینی ریلوے میں سرمایہ‌کاری کریں‌گے ، انہیں چینی امور میں فوقیت حاصل رہے گی ، اور سرمایہ‌کاری میں امریکی سرمایہ‌داروں کی شرکت اس ملک کی سیاسی کشمکشوں میں امریکہ کی بات کو زیادہ وزن‌دار بنائے گی ...

اس صاف گوئی کے ساتھ ساتھ چین کی " انتظامی وحدت " کے بارے میں دکھاوے کی تشویش کا اظہار بھی کیا گیا تھا ۔ اسی دوران امریکہ کے صدر ولیم ایچ ۔ ٹافٹ نے اعلیٰ ترین سطح پر شدید دباؤ سے بھی کام لیا اور چھینگ حکومت کے وزیرخارجہ پرنس چھون کے نام ایک تار میں کہا : " میں بےحد آرزومند ہوں کہ چین کی ترقی میں امریکی سرمائے سے استفادہ کیا جائے ۔ " تاہم ، تھوڑے ہی عرصے بعد انقلابی طوفان اٹھا ، جس نے چین کو ہلا کر رکھ دیا اور منافع خوری کے یہ منصوبے کچھ زیادہ کارآمد ثابت نہ ہو سکے ۔

جیسا کہ نتائج نے ثابت کر دیا ، ان امریکی چالوں نے ، جو برطانوی چالوں سے کم تر نہ تھیں ، جاپان کو براعظمی مقبوضات پر تسلط برقرار رکھنے میں مدد دی ۔ انہی مقبوضات کی بنیادوں پر جاپانی سامراج نے ۱۹۳۷ء کے بعد پورے چین اور ۴۵ - ۱۹۴۱ء کے عرصے

میں امریکی اور برطانوی مقبوضات سمیت پورے بحرالکاہل کو فتح کرنے کی بھرپور کوشش کی ۔

نوآبادیاتی لوٹ کھسوٹ کے باہمی تحفظ کی خاطر فرانس اور جاپان میں بھی ایک سمجھوتہ ہوا ۔ اس کا مقصد کوریا پر جاپان کے نوآبادیاتی قبضے اور ہند چینی پر فرانس کے نوآبادیاتی قبضے کو مستحکم کرنا تھا ۔ اس سمجھوتے نے دونوں سامراجی طاقتوں کے اس " حق " کی بھی توثیق کی کہ وہ اپنی اپنی نوآبادیات سے ملحق چینی علاقوں میں مداخلت اور نتیجتاً ان پر قبضہ کر سکتی تھیں ۔ اندر ایں حالات ، اس شرمناک نظریے کا مسلسل اطلاق کیا جا سکتا تھا کہ قربت مداخلت کا حق دیتی ہے ، تاآنکہ شکار کا وجود ختم ہو جائے ۔

اسی عشرے میں اندرون چین تیز رفتار سیاسی تغیرات نے سماجی تغیرات جن کا ہم قبل ازیں تذکرہ کر چکے ہیں ، سامراج کے مسلسل دباؤ اور سامراجی دور شروع ہونے کے بعد یورپی مزدور طبقے کی اولین انقلابی مسلح جدوجہد یعنی ۷ - ۱۹۰۵ء کے روسی انقلاب سے اثرات قبول کئے ۔ اس انقلاب نے ، سامراجی طاقتوں میں سے بظاہر انتہائی خوفناک طاقت یعنی زارشاہی ملوکیت کی داخلی کمزوریاں عیاں کر دیں ۔ یہ انقلاب ایسے وقت بپا ہوا ، جب زار حکومت ۵ - ۱۹۰۴ء کی روس ۔ جاپان جنگ میں شکست کھا چکی تھی ۔ یہ ایک ایشیائی ریاست کے ہاتھوں کسی یورپی ریاست کی اولین جدید فوجی شکست تھی ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ایشیائی نوآبادیات اور نیم نوآبادیات میں قومی تحریکیں زور پکڑ گئیں اور انہیں داخلی جبروتشدد کے خلاف

جدوجہد کا پروگرام مرتب کرنے میں بھی مدد ملی ۔

۱۹۰۵ء کے بعد ایشیا میں روایتی طرز کی بغاوتوں اور کسان جنگوں کا دور ختم ہو گیا اور ان کی جگہ ایران ، ترکی اور چین میں بورژوا طرز کے انقلابوں نے لے لی ۔

تاہم اس سے پہلے ہی یعنی " باکسر سمجھوتے " پر دستخطوں کے بعد جب رسوائے زمانہ چھینگ حکمران شمال مغربی چین میں اپنی پناہ گاہ سے پیچنگ واپس لوٹے تو انہوں نے حالات بدلے ہوئے پائے ۔ اب انہیں اصل خطرہ مصلحین سے نہیں ، جو ان کے جبروتشدد کو محدود رکھنے کے خواہاں تھے ، بلکہ انقلابیوں سے تھا ، جو ان کا مکمل قلع قمع کرنے پر تلے ہوئے تھے ۔

بیوہ ملکہ اور درباری جس زبوں حالی میں واپس لوٹے اس سے کیفیت کا بڑا ڈرامائی اظہار ہوا ۔ انہوں نے ایک جگہ عارضی پڑاؤ ڈال رکھا تھا کہ ایک خفیہ کسان سوسائٹی کہ لاؤ ہوئی یا " انجمن برادران بزرگ " کے ارکان نے آگ لگا دی اور بیوہ ملکہ اور اس کے ہمراہی بمشکل جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوئے ۔ اس انجمن نے سن یت سین اور ان کے گروپ سے رابطہ قائم کر رکھا تھا ۔ بعدازاں ملکہ نے گھوڑے اور بگھی کی روایتی شاہی سواری کی بجائے غیرملکیوں کی تعمیر کردہ ریل میں سفر کیا اور جب خون میں نہائے اور تباہ و برباد پیچنگ لوٹی تو برطانوی اخبارات کے مطابق " جہاں بھی کسی غیرملکی کو دیکھتی ، زرد پالکی کا پردہ ہٹا کر مسکراتے ہوئے سر خم کر لیتی تھی ۔ "

یہ تبدیلی بڑی معنی خیز تھی ۔ بدترین رجعت پسند ملکہ " مغرب

پسند " بن گئی ۔ اس نے متعدد فرمان جاری کئے جن میں ۱۸۹۸ء کے ان مصلحین کے پروگرام کا رنگ جھلکتا تھا ، جنہیں وہ خود قتل یا ملک بدر کر چکی تھی ۔ یوں اس نے چھینگ اقتدار کو طول دینے کی کوشش کی ۔ اس کی " اصلاحات " مغربی سرمایہ‌داروں کے لئے نعمت غیرمترقبہ ثابت ہوئیں ۔ ماضی کے فرسودہ ادارے عوام کو قابو میں رکھنے کے لئے ناموزوں ثابت ہو چکے تھے ۔ دوسرے وہ ریلوں ، تاربرقی اور صنعت میں سرمایہ‌کاری کے ذریعے ملک کو نوآبادی بنانے میں سہولت پیدا نہیں کر سکتے تھے ۔

لیکن اب اس للو پتو کا زمانہ لد چکا تھا ۔ چین کے چنیدہ تعلیم یافتہ نوجوان خفیہ انجمنیں قائم کر رہے تھے ، خفیہ اخبارات چلا رہے تھے اور شاہی حکومت کے خلاف مختلف‌النوع سرگرمیوں میں مصروف تھے ۔ اندرون ملک شاہی کارندے ظلم و ستم اور سحرانگیز تقریروں سے انقلابی لہر کو کچلنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے تو جلاوطن سن یت سین انقلاب برپا کرنے کی انتھک جدوجہد کر رہے تھے ۔ انہوں نے دنیا کے ان تمام خطوں کا سفر کیا جہاں چینی آباد تھے اور نوجوان چینی لڑکیاں اور لڑکے یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم تھے ۔ انہوں نے فنڈ جمع کیا ، پروگرام بنایا ، کلب قائم کئے اور اخبارات نکالے ، اسلحہ خرید کر چین بھیجا ۔ ڈاکٹر سن اور ان کے ساتھیوں نے وطن لوٹنے والے طلبا کو مختلف‌النوع کاموں کی ہدایات دیں اور کہا کہ وہ انتظامیہ اور فوج میں گھس جائیں ۔ گرفتاریوں اور تختۂ دار پر کھنچنے کے باوجود ان لوگوں نے جرأت‌مندی کے ساتھ اپنی سرگرمیاں جاری رکھیں ۔

تھوڑے ھی عرصے بعد لاوا پھوٹ نکلا ۔ ۱۹۰۴ء میں صوبہ ھونان میں ھوانگ شینگ کی زیرقیادت مقامی انقلابیوں نے ایک بڑی کسان بغاوت منظم کی ۔ ھوانگ شینگ ، بعدازاں ڈاکٹر سن یت سین کے قریبی رفیق کار بنے ۔ اسی سال چین کے قومی بورژوا طبقے نے امریکہ کی ویسٹ کوسٹ پر چینیوں سے بدترین نسلی امتیاز کے خلاف احتجاج کی خاطر امریکی مصنوعات کے انتہائی موثر بائیکاٹ کی مہم چلائی ۔ * ۱۹۰۵ء میں ایک شاھی وفد پر بم پھینکا گیا جو دوسرے ملکوں کے دساتیر کا مطالعہ کرنے بیرون ملک بھیجا گیا تھا ۔

اگست ۱۹۰۵ء میں ایک اھم واقعہ یہ ھوا کہ سن یت سین نے ٹوکیو میں انجمن احیائے چین اور دیگر انقلابی گروپوں کے انضمام میں کامیابی حاصل کرکے انہیں تھونگ منگ ھوئی کی شکل دے دی اور یوں چین کی بیشتر انقلابی تنظیمیں جو چھوٹی اور منتشر تھیں پہلی بار ایک حقیقی پارٹی کی صورت میں متحد ھوئیں ۔

تھونگ منگ ھوئی نے اپنے بعض افکار و خیالات میں ۱۹۰۵ء کے روسی انقلاب جس کی بازگشت ایشیا میں دور دور تک سنائی دے

---

* اس بائیکاٹ کے اسباب اور طریق کار سے متعلق بہت سے حقائق ایک امریکی پروفیسر ھارلے ایف ۔ میکنائر نے اپنی کتاب *The Chinese Abroad* (Shanghai, 1927) میں بیان کئے ھیں ۔ میکنائر نے "منگولوں" کے قتل عام ، پٹائی ، گرفتاریوں ، اخراج اور نسلی امتیاز کے قوانین کا تذکرہ کیا ھے اور یہاں تک لکھا ھے کہ ۱۹۰۳ء میں ایک چینی ملٹری اتاشی نے سان فرانسسکو کی پولیس کے ھاتھوں تذلیل سے تنگ آ کر خودکشی کر لی ۔

رہی تھی ، کے اثرات کو بھی اپنایا ، حالانکہ وہ کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکا تھا ۔ اس کا ترجمان اخبار "مین پاؤ" (عوامی اخبار) لگ بھگ ہر شمارے میں روسی تحریک سے متعلق مضامین شائع کرتا تھا ۔ چین کے ترقی پسند جو اب تک اٹھارھویں صدی کے امریکی اور فرانسیسی انقلابات پر توجہ مرکوز کئے ہوئے تھے ، اپنے زمانے کے اس عظیم تغیر کی طرف متوجہ ہو گئے اور گہری دلچسپی ، ہمدردی اور قدر کی نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگے ۔ ایک مصنف نے لکھا : "روسی انقلاب دوسرے تمام ملکوں کے انقلابوں سے بڑھ کر ہے ۔ یورپی اور امریکی ممالک طاقتور مگر ان کے عوام غریب ہیں ۔" اس نے نتیجہ یہ اخذ کیا کہ "ساتھ ہی ساتھ ایک سیاسی اور معاشی انقلاب بھی برپا کرنا" ضروری تھا ۔ ۱۹۰۵ء کے روسی انقلاب سے چینی انقلابیوں نے یہ نیا تصور لیا کہ اصولوں کی تشہیر کے لئے اخبارات اہمیت رکھتے تھے ، مسلح جدوجہد اور عوامی تنظیم موثر ذرائع تھے اور زمین کا مسئلہ سیاسی اہمیت کا حامل تھا ۔

تھونگ منگ ہوئی کے پروگرام میں جمہوریہ ہی کا نہیں ، زمین کی مساوی ملکیت کا مطالبہ بھی شامل تھا ، تاکہ کسانوں کو جاگیرداروں کے شکنجے سے آزاد کرایا جا سکے ۔ اسے چین میں سرمایہ‌داری اور اس کے برے اثرات کو روکنے اور یوں سوشلزم کی راہ ہموار کرنے کا ایک اقدام سمجھا گیا ۔ لیکن درحقیقت ، اس دور کے حالات میں ایسے پروگرام کی تکمیل دیہی علاقوں میں سرمایہ‌دارانہ ملکیتی رشتوں اور چین میں سرمایہ‌داری کی عمومی افزائش کا ناگزیر سبب بن سکتی تھی ۔ لہذا ، جہاں تک پورے جاگیردارانہ نظام کا

تعلق ہے ، یہ پروگرام واقعتاً انقلابی تھا ، مگر سوشلزم کا لیبل محض تصوراتی تھا (اس میں مزدور طبقے کے کردار کو مدنظر نہ رکھا گیا اور لینن نے اسے پرانے روس کے " ناروڈازم " کے مساوی قرار دیا) ۔ ان دنوں چین کا مزدور طبقہ بہت چھوٹا تھا اور اس کی کوئی سیاسی پارٹی بھی نہ تھی ، لہذا یہ کیفیت بدیہی تھی ۔

تھونگ منگ ہوئی کا پروگرام درحقیقت بورژوا جمہوری انقلاب کا پروگرام تھا ۔ اور اس ضمن میں بھی یہ پروگرام نامکمل اور بہت سی خامیاں لئے ہوئے تھا ۔ اس نے مانچو مطلق العنانیت کو ہدف بنایا ، لیکن چین کے رجعت پسند جاگیردارانہ ڈھانچے سے غیرملکی سامراج کے تعلق کو نظر انداز کر دیا ۔ بہرحال جہاں تک شاہی حکومت کی " اصلاح " کے جملہ افکار سے مختلف انقلابی طریقوں کا تعلق ہے ، تھونگ منگ ہوئی کے خیالات چین میں انتہائی پیش رفتہ سیاسی افکار کی عکاسی کرتے تھے ۔ اس زمانے میں چین کو بچانے کے جتنے پروگرام پیش کئے گئے ، تھونگ منگ ہوئی کا پروگرام حقیقی صورت حال اور عوامی مطالبات سے انتہائی قربت کا حامل تھا ۔ ان بنیادوں پر ، سال بھر کے اندر لیگ کے ارکان کی تعداد دس ہزار سے تجاوز کر گئی ۔

۱۹۰۶ء میں تھونگ منگ ہوئی کی زیرقیادت صوبہ چیانگشی میں کوئلے کی کانوں کے مزدوروں نے بغاوت کر دی ، بعدازاں کسان بھی بغاوت میں شریک ہو گئے اور باغیوں کی تعداد ۳۰ ہزار تک جا پہنچی ۔ تاہم یہ بغاوت کچل دی گئی ۔ ۱۹۰۷ء میں تھونگ منگ ہوئی نے ہانکھو کے فوجیوں کو شورش پر ابھارا ، جنہیں عرصے

سے تنخواہیں نہیں ملی تھیں ۔ صوبہ کوانگ تونگ کے کسانوں کو ٹیکسوں کے خلاف جدوجہد پر اکسایا گیا ۔ ۱۹۰۸ء میں جب سن یت سین نے ھنوئی میں ہیڈکوارٹر قائم کر رکھا تھا ، تھونگ منگ ھوئی کے مسلح دستے ویت نام سے چین میں داخل ھوئے ۔ گو اس وقت انہیں پسپا کر دیا گیا ، مگر انہوں نے پہلے سے زیادہ قوت کے ساتھ پھر سرحد پار کر لی ، کیونکہ شاہی فوج کے بہت سے سپاھی بھی بغاوت کرکے ان سے آ ملے تھے ۔

اسی دوران ، کھانگ یو وئی اصلاح پسند گروپ نے ، جو ھنوز جلاوطنی میں تھا ، انقلابی لہر سے گھبرا کر " پاؤ ھوانگ تانگ " (شہنشاہ کو بچاؤ پارٹی) قائم کر لی ۔ یہ بات خالی از دلچسپی نہ ھوگی کہ مصلحین نے بھی ۱۹۰۵ء کے روسی انقلاب کا بغائر جائزہ لیا تھا ۔ لیکن ان کے اخبار " شی پاؤ " کی تحریروں کے مطابق ، ان کا مقصد یہ تھا کہ چھینگ ملوکیت کو ، زارشاھی کی مانند ، جلد از جلد کسی نہ کسی قسم کا آئین نافذ کرنے کی ترغیب دی جائے ، اور ایسی صورت حال کا تدارک کیا جائے جس میں " بدنیت لوگ عوام کے غم و غصے سے فائدہ اٹھا کر بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیتے ھیں ۔ " مگر تاریخ کی پیش قدمی کھانگ یو وئی اور اس کے ساتھیوں کی رسائی سے باھر تھی ۔ ان کے حقیقی خدوخال دیکھ کر انقلابی صفوں میں اضافہ ھونے لگا ۔

۱۹۰۹ء میں ، شاھی دربار نے ایک بار پھر اپنے آپ کو بچانے کے لئے اصلاح کی چال چلی اور صوبائی مشاورتی اسمبلیوں کے قیام کی منظوری دے دی — جسے بعدازاں قومی پارلیمنٹ کے قیام میں ابتدائی

قدم تصور کیا گیا ۔ ان اسمبلیوں سے نہ تو کوئی مطمئن ہوا اور نہ ہی انہوں نے شاہی حکومت کے حسب توقع خدمات انجام دیں ۔ گو اسمبلیوں پر غیرانقلابی مقامی اشرافیہ کا غلبہ تھا ، تاہم تھونگ منگ ہوئی نے ان سے کسی حد تک فائدہ اٹھایا ۔ دو سال بعد ، قدرتی آفات ، قحط اور کسانوں میں بڑھتی ہوئی بےچینی نے عملاً ہر صوبے میں بغاوت کا سماں پیدا کر دیا تو چین میں غیرملکی سرمائے کی در اندازی کے سوال پر اسمبلیوں اور شاہی حکومت میں ٹھن گئی ۔

ریلوے لائنیں فوری تنازعے کا باعث بنیں ۔ ۱۹۰۵ء کے بعد ، غیرملکی سرمایہ‌کاری سے قائم شدہ ریلوے لائنوں کے ساتھ ساتھ چینی سرمایہ‌داروں اور مقامی جاگیرداروں نے ریلوے لائنیں تعمیر کرنے کے لئے الگ الگ متعدد کمپنیاں اور کارپوریشنیں قائم کر لیں ۔ ۱۹۱۱ء کے اوائل میں ، چھینگ حکومت کو امریکہ کے صدر ٹافٹ کے براہ راست دباؤ میں آ کر امریکی ، برطانوی ، فرانسیسی اور جرمن بینکوں کے ایک کنسورشیم سے ۶۰ لاکھ پاؤنڈ کا قرضہ لینا پڑا ۔ چھینگ حکومت نے وسطی ۔ جنوبی اور جنوب مغربی چین میں نجی ریلوے لائنوں کی تعمیر کے حقوق "قومی ملکیت" میں لے لئے ۔ مقصد ان ریلوے لائنوں کو غیرملکی بینکوں کے پاس گروی رکھنا تھا ۔ صوبہ سیچھوان میں مجوزہ چھنگ تو ۔ چھونگ چھینگ ریلوے کے حصص یافتگان نے ایک احتجاجی وفد تشکیل دیا تو شاہی وائسرائے نے وفد کے ارکان کو حراست میں لے لیا اور جب صوبائی دارالحکومت چھنگ تو کے لوگ وفد کی رہائی کا مطالبہ کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے تو اس نے فوج کو گولی چلانے کا حکم دے دیا ۔

کسان بھی جو صوبے میں سیلاب کے ہاتھوں آفات کا شکار تھے ، شہریوں سے آملے اور سب نے ملکر بغاوت کر دی جو کئی مہینے جاری رہی ۔ انہوں نے جابر وائسرائے کو پکڑ کر موت کے گھاٹ اتار دیا ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سیچھوان میں ریلوے بغاوت کے ایک رہنما چانگ لان ، متحدہ محاذ کی ایک ممتاز شخصیت کی حیثیت سے ، ۱۹۴۹ء میں چین کی مرکزی عوامی حکومت کے ایک نائب چیرمین مقرر ہوئے ۔ (چانگ لان کا انتقال ۱۹۵۵ء میں ہوا ۔) متنازعہ چھنگ تو ۔ چھونگ چھینگ ریلوے لائن کی حقیقی تعمیر آزادی کے بعد شروع ہوئی اور ۵۲ ۔ ۱۹۵۰ء میں مکمل ہوئی ۔ اس کی تعمیر کا سہرا غیرملکی کمپنیوں یا مقامی اشرافیہ اور سرمایہ‌داروں کے سر نہیں ، جو چار عشروں تک بحث ہی کرتے رہے ، بلکہ یہ مزدور طبقے کی زیرقیادت عوامی جمہوری ریاست کے اولین کارناموں میں سے تھی ۔

باب ۹

ملوکیت کا خاتمہ
(۱۹۱۱ء)

۱۰ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو ایک فیصلہ کن واقعہ رونما ہوا ۔ وسطی چین کے اہم صنعتی اور تجارتی شہر ہانکھو سے دریائے یانگسی کے اس پار وو چھانگ میں شاہی گیریزن نے تھونگ منگ ہوئی کے خفیہ ارکان کی زیرقیادت بغاوت کر دی اور ایک منشور میں مطالبہ کیا کہ مانچو (چھینگ) شاہی خاندان کا تختہ الٹ دیا جائے ۔ مزدوروں اور طلبا کی مدد سے انہوں نے قریبی شہر ہان یانگ میں چین کے سب سے بڑے اسلحہ خانے پر قبضہ کر لیا ۔ یہاں ہتھیاروں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا ۔

چھینگ بحریہ کو ہانکھو بغاوت کچلنے کا حکم دیا گیا ۔ بحری جہازوں نے ہانکھو پہنچ کر لنگر ڈال دیئے مگر انقلابیوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا ۔ تیس دن کے اندر اندر، بظاہر طاقتور، چھینگ حکومت دریائے یانگسی کے سارے جنوبی علاقے میں بےدست و پا ہو

کر رہ گئی ۔ شمالی چین کے متعدد شہر بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئے ۔ ان میں چھینگ خاندان کی آبائی جاگیر منچوریا کا صدر مقام شن یانگ (مکڈن) بھی شامل تھا ۔

خودسر بیوہ ملکہ کا انتقال ہو چکا تھا ۔ یہی انجام اسیر " اصلاح پسند " شہنشاہ کوانگ شوی کا ہوا ۔ اسے شاید خون کی پیاسی چچی کے حکم پر ، جسے خود اپنا انجام بھی قریب نظر آ رہا تھا ، موت کے گھاٹ اتارا گیا تھا ۔ اور بےحیثیت لوگوں میں گھرا ہوا ایک شیرخوار بچہ پھو ای تخت نشین تھا ۔

غیرملکی طاقتوں اور چینی جاگیرداروں اور کمپراڈوروں نے دیکھا کہ شہنشاہیت کو بچانا اب بس میں نہیں رہا تو انہوں نے کسی ایسے " گھڑ سوار " کی تلاش شروع کر دی جو انقلاب کو کچل دے یا قبل اس کے کہ وہ مراعات سے ہاتھ دھو بیٹھیں ، انقلاب کا رخ کسی اور سمت موڑ دے ۔ انہوں نے یوان شی کھائی کو مناسب ترین آدمی جانا ، جو " ماڈرن " افسروں کی ٹولی کا ایک انتہائی جاہ پسند جرنیل تھا ۔ اس نے ۱۸۹۸ء میں بظاہر مصلحین کا ساتھ دیا مگر آخر میں غداری کر گیا تھا ۔

یوان کو پہلے شاہی فوجوں کا کمانڈر انچیف اور پھر وزیراعظم بنا دیا گیا ۔ اس نے پہلے پہل شمالی چین پر کنٹرول حاصل کیا جہاں انقلابیوں کی کوئی مسلح قوت نہ تھی اور بعدازاں جنوبی چین میں ری‌پبلکنوں سے بات چیت شروع کر دی ۔ غیرملکی طاقتوں نے اسے حمایت کا یقین دلایا ، جس کے ساتھ یہ ملفوف دھمکی بھی تھی کہ " پرامن " تصفیہ نہ ہوا تو وہ فوجی مداخلت کریں گی ۔

ادھر انقلابی خانہ جنگی کی صورت میں کسانوں کی بغاوتوں سے خوفزدہ جنوبی چین کے متذبذب بورژوا عناصر یوان کے ہاتھوں میں کھیلنے لگے ۔

دونوں گروہوں میں صلح ہو چکی تھی کہ انقلاب کے علمبردار سن یت سین لگ بھگ بیس سال کی جلاوطنی کے بعد فاتحانہ انداز میں چین لوٹے ۔ یکم فروری ۱۹۱۲ء کو نانکنگ میں ، جو تھائی پھینگ باغیوں کا دارالحکومت رہا تھا ، انہیں جمہوریہ کا عبوری صدر بنایا گیا ۔ بحیثیت صدر ان کے اعلانات میں ایک بات بالکل واضح تھی ۔ وہ یہ کہ آئینی یا کسی اور روپ میں شہنشاہیت کے وجود کی کوئی گنجائش موجود نہ تھی ۔ تاہم ، سہلک خامیاں بھی موجود تھیں ۔ ان میں تھونگ منگ ہوئی کے دوسرے کلیدی اصول یعنی زمین کی مساوی ملکیت کا کوئی تذکرہ نہ تھا ۔

انقلابی کثیرالتعداد کسانوں میں اپنی جڑیں مضبوط کرنے میں ناکام رہے تو شمالی چین کے رجعت پسندوں کو نئی جمہوریہ کی آڑ میں جاگیردارانہ نظام برقرار رکھنے کا موقع مل گیا ۔ یوان شی کھائی اور اس کے جرنیلوں نے فوری کارروائی کرکے چھینگ خاندان کو تخت سے دستبرداری پر مجبور کر دیا اور پئچنگ میں اقتدار سنبھال لیا ۔ تین سالہ شہنشاہ کی طرف سے جاری کردہ دستبرداری کے اس فرمان میں یوان شی کھائی کو جو اس دم شاہی حکومت کا وزیراعظم تھا ، حکم دیا گیا کہ " شمال اور جنوب کو متحد کرے ۔ " فرمان میں ، اس حقیقت کو نظرانداز کرتے ہوئے کہ نانکنگ میں جمہوری انتظامیہ موجود تھی ، یوان کو یہ اختیارات

دیئے گئے کہ وہ " ایک عبوری جمہوری حکومت قائم کرے ۔ "
اس فرمان میں یوان کے ساتھ ایک سمجھوتے کی تصدیق کی گئی کہ
معزول شہنشاہ کو " وہ منزلت حاصل ہوگی جس کا کہ ایک غیرملکی
فرمانروا مستحق ہوتا ہے " ۔ اس کی تنخواہ تقریباً ۲۰ لاکھ امریکی
ڈالر سالانہ ہوگی ، محلات سمیت شاہی خاندان کی تمام نجی املاک
برقرار رہیں گی اور خدام اور مسلح محافظ دستے کے اخراجات حکومت
برداشت کرے گی ۔ مانچو اشرافیہ نے بھی اپنی نجی املاک اور اعزازات
برقرار رکھے اور انہیں فوجی خدمات سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ۔ اشرافیہ
کے ارکان کے لئے جو عوام سے لوٹی ہوئی دولت ہضم کر چکے تھے ،
یا آئندہ ہضم کرنے والے تھے ، یہ شق رکھی گئی کہ " مفلوک الحال
شہزادوں اور نوابوں کو ذرائع کفالت مہیا کئے جائیں گے " !

دو دن بعد ۱۴ فروری ۱۹۱۲ء کو سن یت سین یوان شی کھائی
کے حق میں مستعفی ہو گئے ، جسے شاہی خاندان نے تخت سے دستبرداری
کے وقت جانشین مقرر کیا تھا ۔ ان تباہ کن نتائج کا سبب یہ تھا کہ
سن یت سین اور ان کے ساتھیوں نے جنوب میں بھی قیادت ان لوگوں
کے حوالے کر دی جو آخری لمحے " انقلاب میں شریک " ہوئے تھے
اور درحقیقت آئینی شہنشاہیت کے حامی تھے ۔ ایک سبب یہ بھی
تھا کہ انہوں نے نہ تو زمین کے حساس مسئلے پر عوام کو متحرک
و منظم کیا اور نہ ہی انقلابی مسلح افواج منظم کیں ۔ سن یت سین
کا استدلال یہ تھا کہ وہ خانہ جنگی اور غیرملکی مداخلت سے دامن
بچانا چاہتے تھے ، تمام گروپوں کو جمہوریہ کے جھنڈے تلے اکٹھا
کرنا ، نئی ریاست کو عالمی سطح پر تسلیم کرانا اور اقتصادی تعمیر

۱۸۹۸ء کی تحریک اصلاح کے رہنما: تھان سی تھونگ (دائیں) ناکامی کے بعد مارا گیا ، کھانگ یو وئی (بائیں ، اوپر) اور لیانگ چھی چھاؤ (بائیں ، نیچے) انحطاط پذیر ہوکر شہنشاہیت کے حامی اور انقلاب کے مخالف بن گئے ۔

سول سروس امتحان کے گریجویٹوں کی بیٹھک جہاں انہوں نے شہنشاہ کے نام عرضداشت پر بحث کی تھی -

۱۸۹۸ء کی تحریک اصلاح سے پہلے ، تحریک کے دوران اور بعد میں نکلنے والے جرائد

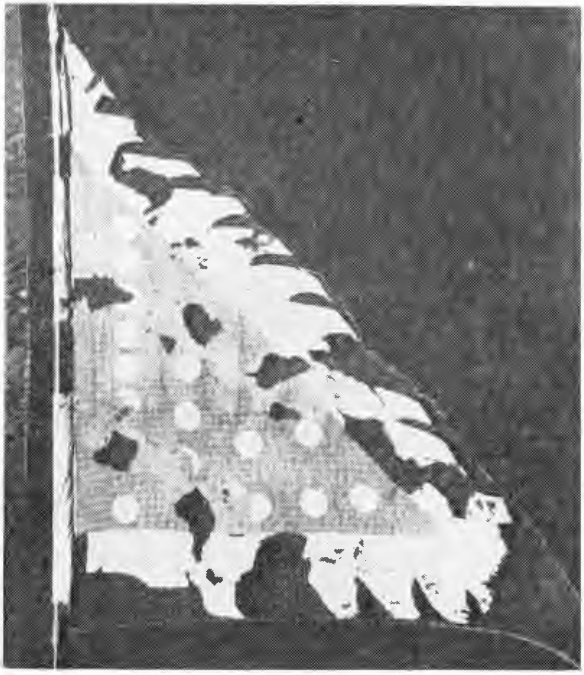

ای ہو تھوان کا پرچم

ای ہو تھوان کے رہنما چھاؤ فو تھیئن

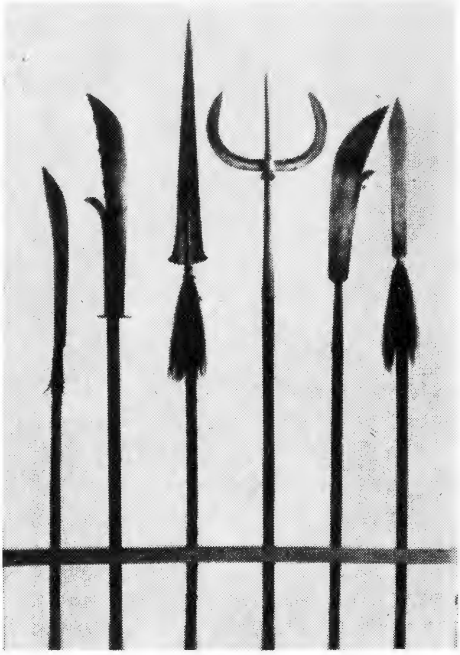

ای ہو تھوان کا اسلحہ

تھیئن چن کے قریب لانگ فانگ کے مقام پر ای ہو تھوان باغی سامراجی فوج کا مقابلہ کر رہے ہیں - (روغنی تصویر)

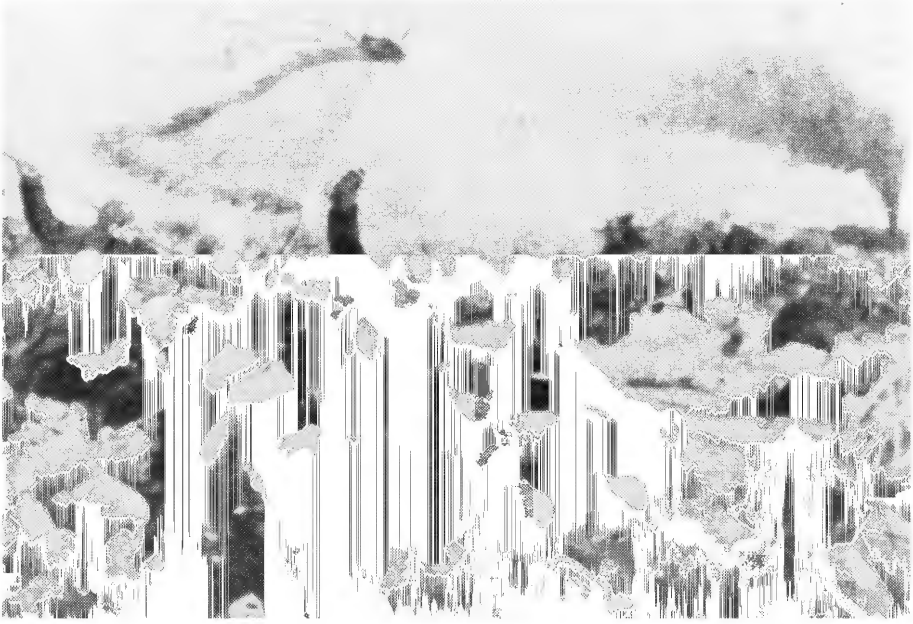

آٹھ طاقتی اتحادی فوج نے پٹچنگ پر قبضہ کرکے ای ہو تھوان باغیوں کی گرفتاری اور قتل عام میں چھینگ حکومت کا ھاتھ بٹایا تھا ۔ (تصویر) گرفتار شدہ ای ہو تھوان باغی

سامراجی سپاھی پئچنگ کی سڑک پر گشت کر رھے ھیں ۔

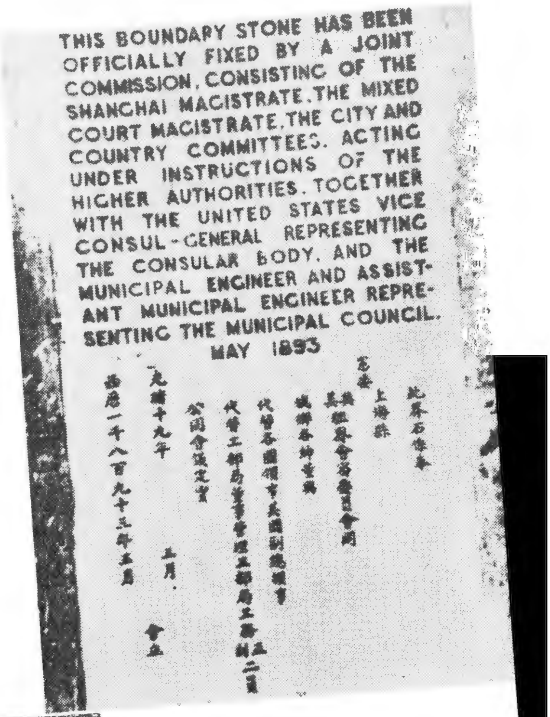

سامراجیوں نے غیرمساوی معاھدوں کے تحت چین کی اھم تجارتی بندرگاھوں پر کنٹرول حاصل کیا اور بہت سی بندرگاھوں میں ”مراعاتی علاقے“ قائم کئے - (تصویر) شنگھائی میں برطانیہ اور امریکہ کے مراعاتی علاقے کی حدبندی کا نشان

سامراجیوں نے چین میں بینک قائم کئے ، نوٹ جاری کئے اور اس طرح بینکاری پر کنٹرول حاصل کر لیا - (تصویر) امریکی بینک کے نوٹ جو چین میں جاری کئے گئے

سن يت مين

۱۹۱۱ء کے انقلاب سے قبل انقلاب کا پرچار کرنے والی مطبوعات

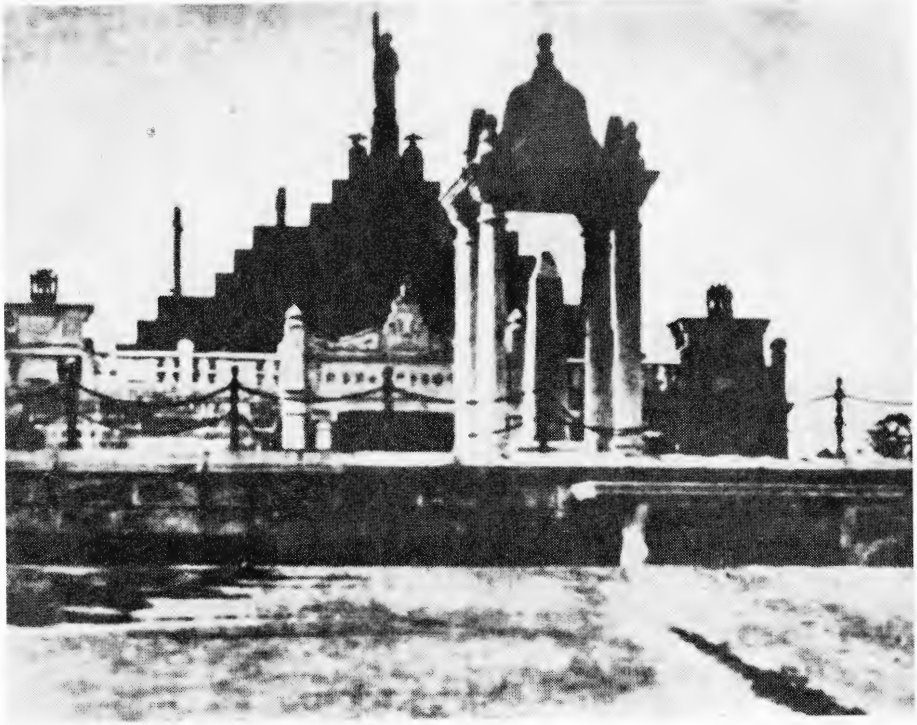

ہوانگ ہوا کانگ کے مقام پر ۷۲ شہداء کا مقبرہ

ھانکھو میں انقلابی فوج اور چھینگ فوج کے درمیان لڑائی کا ایک منظر

۲۸ جنوری ۱۹۱۲ء کو سن یت سین نے نانکنگ میں جمہوریۂ چین کے عارضی صدر کا عہدہ سنبھالا ۔

کے لئے غیرملکی قرضے حاصل کرنا چاہتے تھے - اور سامراجی طاقتوں نے اشارتاً کہہ دیا تھا کہ جب تک یوان صدر نہیں بنےگا ایسی کسی بات کی گنجائش نہیں ہوگی -

نیک نیت سن یت سین کی نظروں میں جمہوریہ کا قیام ، جس کے لئے انہوں نے طویل عرصے تک آرزو اور جدوجہد کی تھی ، ہر شے سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا اور وہ اس کی خاطر ہر سمجھوتے پر تیار تھے - لیکن بعدازاں اس اقدام پر سخت کبیدہ خاطر ہوئے - کیونکہ نتیجے میں نہ تو اتحاد حاصل ہوا ، نہ امن اور نہ ہی " باضابطہ ترقی " کی جا سکی ، جن کا انہیں بےحد ارمان تھا -

۱۰ مارچ ۱۹۱۲ء کو نانکنگ میں نئی جمہوریہ کے آئین کا اعلان کیا گیا - اس میں رائے دہندگان کے لئے جائداد کی ایسی شرط رکھی گئی کہ آبادی کی اکثریت حق رائے دہی سے محروم ہو گئی - اسی سال موسم گرما میں یوان کی فوجوں نے کسانوں کو گولیوں سے اڑانا شروع کر دیا - یہ وہی کسان تھے جو انقلاب کے بعد بہتر زندگی کے خواب دیکھتے رہے تھے - ان فوجیوں نے جمہوریہ کے جھنڈے تلے ایسے وحشیانہ انداز میں جاگیردارانہ لگان اور دیگر بھاری ٹیکس وصول کئے کہ شاہی دور کی بربریت ہیچ ہو کر رہ گئی -

چینی عوام کے لئے یہ سارا تجربہ ایک ریہرسل اور تربیتی اسکول کی مانند تھا - اس نے عوام کو یہ واضح سبق دیا کہ انقلاب محض حکومتوں کی تبدیلی سے کامیاب نہیں ہوتا - سن یت سین بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے یہ سبق یاد رکھا - ایسے بہت سے افراد جو ۱۲ - ۱۹۱۱ء کے واقعات میں شریک رہے تھے ، روس میں انقلاب

اکتوبر کے افکار نو سے سرشار ہونے کے بعد چینی کمیونسٹ پارٹی کے رہنما بنے ، جس نے سن یت سین کے ساتھ اتحاد قائم کیا ۔

چو تہہ جو صوبہ یون نان میں مانچو دشمن بغاوت کے علمبردار افسروں میں شامل تھے ، عوامی فوج آزادی کے کمانڈر انچیف بنے جس نے ۳۸ سال بعد ، سامراجی اسلحے سے لیس رجعت پسند فوجوں کو برخاص سے مار بھگایا ۔ تونگ پی وو ، جو بغاوت کے وقت ہانکھو میں انقلابی کام کر رہے تھے ، عوامی جمہوریۂ چین کے نائب چیرمین منتخب ہوئے ۔ صوبہ ہونان کے شہر چھانگشا کے طلبا میں ، جو مانچو فوجوں سے لڑنے کے لئے جمہوری فوج میں شامل ہوئے ، اور بعد کے واقعات میں اہم کردار ادا کیا ، ۱۸ سالہ ماؤ زے تنگ بھی شامل تھے ۔

باب ۱۰

جنگی سرداروں کا زمانہ اور نئی عوامی قوتیں
(۱۹۱۲ ــ ۱۹۱۸ء)

جمہوریہ قائم ہونے کے بعد تھونگ منگ ہوئی ، جس کے سربراہ سن یت سین تھے ، ختم ہو گئی ۔ اس کے بعض انتہائی بااثر ارکان نے متعدد نئی سیاسی پارٹیوں سے اشتراک و تعاون کرکے ، جو برساتی کیڑوں کی طرح وجود میں آ رہی تھیں اور کوئی انقلابی ماضی نہیں رکھتی تھیں ، کومنتانگ تشکیل دی ۔ یہ سب کچھ سن یت سین کی مرضی کے برعکس ہوا ۔ کومنتانگ کا قیام محض معمولی تغیر نہ تھا ۔ تھونگ منگ ہوئی ایک انقلابی تنظیم تھی ، جبکہ کومنتانگ ایک ڈھیلی ڈھالی تنظیم تھی جس میں ابن‌الوقت گھسے ہوئے تھے اور وہ انقلابی "آڑ" میں حالات کو جوں کا توں رکھنا چاہتے تھے ۔ یوان شی کھائی نے اقتدار غصب کر لیا تو کومنتانگ پارلیمنٹ میں حزب اختلاف بن گئی ۔ اگرچہ یہ مبہم‌الفاظ میں "سماجی خدمت" حتیٰ کہ "سوشلزم" تک کا ذکر کرتی تھی ، مگر اس کے پروگرام

میں ، تھونگ منگ ہوئی کے پروگرام کے برعکس ، زرعی اصلاحات ایسے بنیادی مسئلے کا کوئی تذکرہ نہیں تھا ۔ یہ نئی پارٹی ابتدا ہی میں انحطاط پذیر ہو کر جوش و جذبے اور اصولوں سے عاری سیاستدانوں کا ایک گروہ بن گئی ۔

سن یت سین کو جلد ہی صورت حال کا احساس ہو گیا اور انہوں نے کومنتانگ کے اندر ایک چھوٹی تنظیم ، تھونگ منگ ہوئی کلب قائم کر دیا ۔ بہرحال یہ بات پرانی لیگ کے نام اور انقلابی جذبے کو برقرار رکھنے کی ایک سعیٔ ناکام ثابت ہوئی ۔

اس دوران یوان شی کھائی نے ساری توانائیاں فوجی آمریت کا تانا بانا بننے پر مرکوز کئے رکھیں ۔ زیادہ عرصہ نہ بیتا تھا کہ اس نے آئینی نقاب اتار پھینکا اور تمام جمہوری طور طریقوں کو نظرانداز کرتے ہوئے بین الاقوامی بینکوں سے ویسے ہی قرضے لینے کی بات چیت شروع کر دی جن کے خلاف شاہی حکومت کے زمانے میں زبردست عوامی ردعمل ہوا تھا ۔ اس کی چیرہ دستیوں کے مخالفوں کو اکثر کسی نہ کسی قاتل کی گولی ہمیشہ کے لئے چپ کرا دیتی تھی ۔

پہلی پارلیمنٹ میں کومنتانگ کو اکثریت حاصل ہو گئی ۔ مگر جب وزارت عظمیٰ کے لئے کومنتانگ کے امیدوار سونگ چیاؤ ژن کو یوان شی کھائی کے غنڈوں نے موت کے گھاٹ اتارا تو اقتدار کے لئے اس کی ساری امیدیں خاک میں مل گئیں ۔ سونگ کے بارے میں عام تاثر یہی تھا کہ وہ پارلیمانی راستے سے حصول اقتدار کا پرچارک تھا ۔ غنڈہ گردی کے اس مظاہرے پر برطانوی ، فرانسیسی ، جرمن ، روسی اور جاپانی بینکوں کو اطمینان ہو گیا کہ یوان شی

کھائی نے انقلاب کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ھے ، اور اس کی نئی حکومت کو ڈھائی کروڑ پاؤنڈ کا قرضہ دے دیا ۔ امریکی اخبارات خاص طور پر یوان شی کھائی کی تعریفوں کے پل باندھنے لگے اور اسے " مرد آھن " قرار دیا جانے لگا ۔

" مرد آھن " کو اس غیرملکی امداد و اعانت کی قیمت بھی چکانی تھی ۔ چنانچہ ابتدا یوان کے دور صدارت کے پہلے مہینے ، ۲۷ جنوری ۱۹۱۲ء کو ایک " سمجھوتے " کے ذریعے ھوئی ، جس کے تحت کھائی لان مائننگ ایڈمنسٹریشن قائم کی گئی ۔ سمجھوتے کی شرائط کے مطابق برطانوی ملکیت کھائی پھینگ کولئری جو ۱۹۰۰ء میں ھربرٹ ھوور معاھدے کے تحت چین سے ھتھیائی گئی تھی ، چینی ادارے لوان چو مائننگ کمپنی میں انضمام کے بعد بااختیار شراکت‌دار بن گئی اور یوں اسے چین میں وسیع ترین علاقے پر پھیلی ھوئی کوئلے کی کانوں (اس علاقے کا مرکز تھیئن چن اور دیوار چین کے درمیان واقع شہر تھانگ شان تھا) پر مکمل تصرف حاصل ھو گیا ۔ اس سمجھوتے میں ایک شق شامل کرکے قومی اقتدار اعلیٰ کا کھلم کھلا تمسخر اڑایا گیا کہ کھائی لان ایڈمنسٹریشن پر ، حکومت برطانیہ کی پیشگی منظوری حاصل کئے بغیر کانکنی کے چینی قوانین کا اطلاق نہیں ھوگا ، اور حکومت چین اس ادارے پر محصول عائد کرنے میں آزاد نہیں ھوگی ۔ اس کا تمام تر حقیقی انتظام و انصرام برطانوی چیف مینجر کے ھاتھوں میں دے دیا گیا ۔ " ڈائریکٹر جنرل " کا منفعت بخش مگر برائے نام عہدہ بطور رشوت صدر یوان شی کھائی کے بڑے لڑکے کو ملا ۔

برطانیہ کو کوئلہ ملا تو امریکہ نے چین کے تیل پر پنجے گاڑ لئے ۔ نیویارک کی اسٹینڈرڈ آئل کمپنی کو صوبہ شینشی میں تیل نکالنے کی مراعات اور پورے شمالی چین میں تیل کی تلاش پر اجارہ حاصل ہو گیا ۔

علاقے کے اعتبار سے بھی قیمت وصول کی گئی ۔ چین کی اندرونی چپقلش دیکھ کر سامراجی عدم مداخلت کے باہمی عہد و پیمان بالائے طاق رکھ کر چین کے وسیع اقلیتی خطوں پر بالادستی کی تگ و دو میں لگ گئے ۔ نئی جمہوریہ کا جھنڈا چینی ریاست کے تاریخی کثیرالقومی وجود کا آئینہ‌دار تھا ۔ اس کی پانچ پٹیاں ، جو چوڑائی میں برابر تھیں ، بڑے قومیتی گروپوں ، ہان ، مانچو ، منگول ، مسلمانوں (ہوئی اور ویغور) اور تبتیوں کی نمائندگی کرتی تھیں ، مگر پرانے چین کے جاگیردار اور تاجر طبقوں کے نمائندے یوان شی کھائی کی واحد دلچسپی یہ تھی کہ ، اکثریت ہو یا اقلیت ، سب کا استحصال کرے اور جبروتشدد کا نشانہ بنائے ۔ طبقاتی جبروتشدد اور قومی عدم مساوات میں وہ شاہی حکومت سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گیا ۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ مشترک ورثے ، ملک کے دفاع میں بھی وہ شاہی حکومت سے کچھ زیادہ سرگرم نہ تھا ۔ اس نے غیرملکی طاقتوں کی خوشنودی کی خاطر ان غیرمساوی سمجھوتوں اور انتظامات کی توثیق کر دی اور ضمانت دے دی جو انہوں نے ماضی میں چین پر مسلط کئے تھے ۔ ان میں سرحدوں کے ساتھ ساتھ حلقہ ہائے اثر — تبت میں برطانیہ ، منگولیا میں زارشاہی روس وغیرہ کے حلقہ ہائے اثر شامل تھے ۔ ان ساری کارروائیوں کے نتیجے میں نہ صرف علیحدگی کے

رجحانات کو ہوا ملی بلکہ "حلقہ ہائے اثر" کو براہ راست مقبوضہ علاقے بنانے یا طفیلی ریاستوں کا روپ دینے کی سامراجی کاوشیں بھی دوچند ہو گئیں ۔ مثال کے طور پر تبتی حکمران طبقے کے برطانیہ نواز حصے نے جعلی "خودمختاری" کا اعلان کر دیا ۔ تبت عملاً ایک برطانوی علاقۂ محروسہ بن گیا ، جسے نہ تو چین نے کبھی تسلیم کیا تھا اور نہ کسی اور ملک نے ۔

۱۷ اگست ۱۹۱۲ء کو پیچنگ میں برطانوی سفارت خانے کے منسٹر نے ایک یادداشت حکومت چین کے حوالے کی جس میں دھمکی دی گئی تھی کہ اگر نئی جمہوریۂ چین نے تبت میں فوجیں تعینات کیں یا انتظامی اہلکار بھیجے یا پارلیمنٹ میں نمائندگی دی تو برطانیہ اسے تسلیم نہیں کرے گا ۔ اس دستاویز میں بڑے تکبر سے کہا گیا تھا کہ برطانیہ اس علاقے میں چین کی "محدود فرمانروائی" تو مانتا ہے مگر اقتدار اعلیٰ تسلیم نہیں کرتا ۔ برطانیہ نے اصرار کیا کہ تبت کے مسئلے پر ایک خصوصی کانفرنس بلائی جائے ۔ اس وقت تک برطانیہ تبت اور چین کے باقی علاقوں کے درمیان ، براہ بھارت ، سامان کی ترسیل اور اہلکاروں کی آمدورفت بند کر دے گا ۔ یوان شی کھائی کی حکومت نے بڑی بےدلی سے احتجاج کیا کہ یہ اقدام "دوست" برطانیہ کی طرف سے عملاً اقدام جنگ ہے ، تاہم بات چیت پر رضامند ہو گئی ۔ یہ تھا ۱۴ - ۱۹۱۳ء کی بدنام زمانہ شملہ کانفرنس اور اس سازش کا ماخذ ، جس کے تحت نہ صرف تبت کو چین سے الگ کر دیا گیا ، بلکہ جنوب مشرقی تبت کا ایک بڑا حصہ برطانوی ہند میں شامل کر لیا گیا ۔

شملہ کانفرنس میں برطانوی نمائندے سر آرتھر ہنری میکموہن * نے مطالبہ کیا کہ " بیرونی تبت " اور " اندرونی تبت " (چینی صوبوں کے وہ حصے جن میں تبتی اور دیگر قومیتیں آباد تھیں) قائم کئے جائیں اور ان کی حدبندی کی جائے ۔ " بیرونی تبت " کا مطلب عملاً ایک جداگانہ ریاست بنانا اور " اندرونی تبت " کا مطلب ایسا علاقہ قائم کرنا تھا جہاں چین کو انتظامی اختیارات حاصل ہوں ۔ اس سلسلے میں نہ صرف مذاکرات میں بلکہ براہ راست پیچنگ حکومت پر بھی زبردست دباؤ ڈالا گیا ۔ برطانوی منسٹر نے پیچنگ حکومت سے کہا ، " ہزمیجسٹی کی حکومت کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا ہے ، اور ... اگر کنوینشن پر دستخط نہ کئے گئے ... تو ہزمیجسٹی کی حکومت تبت سے جداگانہ سمجھوتہ کرنے میں آزاد ہوگی ۔ " بہرحال ، یوان شی کھائی کی سامراجی پٹھو پیچنگ حکومت نے شملہ میں برطانیہ کے من مانے کنوینشن کی توثیق سے انکار کر دیا ، بلکہ ۳ جولائی کو کانفرنس میں اور ۷ جولائی کو لندن میں اپنے منسٹر کے توسط سے اعلان کیا کہ وہ اس کنوینشن کو مسترد کرتی ہے اور اگر برطانیہ نے تبت میں کوئی انفرادی سمجھوتہ کیا تو اسے

---

* یہ وہی میکموہن ہے جو برطانوی تسلط کے زمانے میں مصر کا ہائی کمشنر تھا ۔ اس نے پہلی جنگ عظیم کے دوران وعدہ کیا کہ اگر عرب ممالک جرمنی اور ترکی کے خلاف اتحادیوں کی مدد کریں تو انہیں خودمختاری دے دی جائےگی ۔ جنگ کے بعد ، پیرس امن کانفرنس کے کمیشن برائے مشرق وسطیٰ میں برطانوی نمائندے کی حیثیت سے اس نے فاتح اتحادی ممالک کے لئے سرزمین عرب کے حصے بخرے کرنے میں ہاتھ بٹایا ۔

بھی مسترد کر دے گی ۔

یہ کارروائی بڑی اہم تھی ، کیونکہ اس سے قبل مارچ ۱۹۱۴ء میں میکموھن نے تبت کی مقامی انتظامیہ کے ایک نمائندے لونچھن شاترا کو ، سرکاری بات چیت سے قطع نظر ، دھلی میں خفیہ طور پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ ایک نقشے پر دستخط کر دے ، جس میں جنوب مشرقی تبت کی کئی کاؤنٹیوں کو برطانوی ھند کا حصہ دکھایا گیا تھا ۔ اس منصوبے کو حکومت چین سے چھپا کر رکھا گیا ، تاھم شاترا کی اس کارروائی کو لہاسہ میں بھی ھدف ملامت بنایا اور رد کر دیا گیا اور لہاسہ کی مقامی حکومت متعلقہ کاؤنٹیوں میں بدستور محاصل وصول کرتی رھی اور دیگر انتظامی امور انجام دیتی رھی ۔ نتیجتاً برطانیہ نے میکموھن ۔ شاترا مراسلت پندرہ سال بعد ۱۹۲۹ء میں کہیں جا کر شائع کی ۔ اور ۱۹۳۶ء میں ، جب جاپانی حملے کی وجہ سے چین دوبارہ شدید مشکلات سے دوچار ھو چکا تھا ، برطانیہ نے " میکموھن لائن " کو باضابطہ سرحد قرار دے دیا ، تاھم ، اس وقت کی چیانگ کائی شیک حکومت نے بھی اس سرحد کو تسلیم نہ کیا اور چند برسوں تک یہ پھر برطانوی ھند کے بہت سے نقشوں سے غائب رھی ۔

تاریخی اعتبار سے ، شملہ کنوینشن اور میکموھن لائن دونوں برطانوی استعمار پسندوں کی ناکام اور باھم مربوط چالیں تھیں ، جن سے وہ تبت کو ھمیشہ کے لئے چین سے الگ کرکے اپنی ریاست محروسہ بنانا چاھتے تھے اور براہ راست نوآبادیاتی تسلط قائم کرنے کی خاطر خود تبتی عوام سے ان کا علاقہ ھتھیانے کے درپے

تھے - *

یوان شی کھائی کی سامراجیوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی پالیسی اور اندرون ملک عوام سے غداری رنگ لائی اور ۱۹۱۳ء میں سن یت سین نے " دوسرا انقلاب " برپا کر دیا - یہ چین کے جنوبی صوبوں میں کچھ فوجوں کی بغاوت تھی جسے کئی ماہ کی لڑائی کے بعد کچل دیا گیا - اس بغاوت سے منظر عام پر آنے والی شدید بےاطمینانی دیکھ کر یوان شی کھائی سامراجی طاقتوں کی کاسہ لیسی میں وقتی طور پر محتاط ہو گیا - آمر کا تختہ الٹنے میں انقلابیوں کی ناکامی کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے ہنوز زرعی اصلاحات کا مطالبہ نہ کیا اور نتیجتاً کسان اس بغاوت سے الگ تھلگ رہے -

فوجی کامیابی کے بعد یوان نے ملک بھر میں کؤمنتانگ کو غیرقانونی قرار دے دیا اور ساتھ ہی پارلیمنٹ بھی توڑ دی - اس نے اپنے قانونی مشیر امریکی پروفیسر فرینک گڈنو کے اکسانے پر نام نہاد آئینی سمجھوتے میں اپنے صدارتی اختیارات کو وسعت دے دی - سن یت سین پھر جلاوطنی پر مجبور ہو گئے - ۱۹۱۴ء کے اوائل میں انہوں نے جاپان میں ایک نئی ، مربوط اور منضبط سیاسی تنظیم " چونگ ھوا کہ مینگ تانگ " (چینی انقلابی پارٹی) کی بنا رکھی اور ایک بار پھر یوان کا تختہ الٹنے کی تیاری شروع کر دی -

---

* " شملہ کنونشن " اور اسے " جائز " حیثیت دینے کی کوشش میں " ایچیسن سمجھوتوں " کے ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۳۶ء کے محققانہ جائزے کے لئے ، جس میں دانستہ غلط بیانیوں سے کام لیا گیا تھا ، ملاحظہ کیجئے Neville Maxwell, *India's China War*, London (1970), and New York (1971-1972), chapter II.

اگست ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم چھڑنے کے بعد نت نئے واقعات رونما ہونے لگے ۔ جاپانی اتحادی طاقتوں سے جا ملے ۔ تاہم جرمنوں سے ان کی واحد لڑائی سرزمین چین پر ، صوبہ شان تونگ میں ہوئی جہاں انہوں نے چیاؤ چو (چھینگ تاؤ) میں متعین قیصر جرمنی کی فوج اور بحری دستوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا ۔ یوں سیاسی طور پر منقسم چین میں فوجیں اتارنے کے بعد جاپان مخالف سامراجی طاقتوں کی کسی رکاوٹ کا سامنا کئے بغیر کھل کھیلنے کی پوزیشن میں آ گیا ۔ باقی تمام طاقتیں ، سوائے امریکہ کے ، یورپ میں حیات و بقا کی کشمکش میں مصروف تھیں ۔ اب جاپان کے لئے چین کے بٹوارے میں حصہ دار بننے کا سوال نہ رہا ، بلکہ وہ سارے چین کو اپنی نوآبادی بنانے کے خواب دیکھنے لگا ۔

اور واقعتاً وجہ بھی یہی تھی کہ جاپان جرمنی کے خلاف جنگ میں آ کودا تھا ۔ جاپانی عسکریت پسند " بلیک ڈریگن سوسائٹی " نے ۱۹۱۵ء میں ایک یادداشت جاری کی جس میں کھلم کھلا کہا گیا تھا :

یورپی جنگ کے خاتمے اور بحالیٔ امن کے بعد ہمیں قطعاً تردد نہیں ہوگا کہ دوھری بادشاھتیں (جرمنی ، آسٹریا) فاتح بن کر ابھرتی ھیں یا تین اتحادی مملکتیں (برطانیہ ، روس ، فرانس) ، بلکہ اھم سوال یہ ھوگا کہ براعظم یورپ اور ایشیا میں یورپی اثرونفوذ کے خلاف حفظ ماتقدم کے طور پر شاھی حکومت جاپان کو کوئی قدم اٹھانا چاھیئے یا نہیں ۔ جاپان کے لئے اس

وقت انتہائی مناسب موقع ہے کہ فوری طور پر چین کا مسئلہ طے کر لے - ایسا موقع اگلے سیکڑوں برسوں میں بھی نہیں ملے گا - *

یہ موقع حاصل کرنے کی انتہائی حریصانہ کوشش ۱۹۱۵ء کے اوائل میں کی گئی - ۱۸ جنوری کو جاپانی سفیر نے بڑے ڈرامائی انداز میں رات کے وقت یوان شی کھائی سے خفیہ ملاقات کی اور بدنام زمانہ "اکیس مطالبات" پیش کر دیئے - یہ مطالبات ان شرائط سے ملتے جلتے تھے جو جاپان نے الحاق کوریا سے قبل اس پر مسلط کی تھیں - یہ دستاویز معنی خیز تھی کہ کاغذ پر توپوں اور جنگی جہازوں کے آبی نشان بنے ہوئے تھے -

پانچ حصوں پر مشتمل مطالبات کی نمایاں خصوصیات یہ تھیں :

۱ - جرمنی سے ہونے والے معاہدۂ امن کے تحت جاپان کو صوبہ شان تونگ میں جو مراعات حاصل ہوں گی ، حکومت چین ان کی منظوری دے گی - جاپان کو شان تونگ میں سابق جرمن حلقۂ اثر سے باہر فوری طور پر ریلوے کے نئے حقوق دیئے جائیں گے -

۲ - جاپان کو چین میں روس کے سابق اجاروں تالیئن (ڈائرن) اور لوی شیون ("پورٹ آرتھر") اور جنوبی منچوریائی

---

* H.F. McNair, *Modern Chinese History—Selected Readings*, Shanghai, 1927, pp. 759-766 میں اس یادداشت کا مکمل ترجمہ شامل ہے -

ریلوے لائنیں ، جو اس نے ۵ - ۱۹۰۴ء کی روس - جاپان جنگ میں روس سے چھینی تھیں ، ۹۹ سال کے پٹے پر دے دی جائیں گی (یعنی بالترتیب ۱۹۹۷ء اور ۲۰۰۲ء تک) ، مزیدبرآں، اتنے ہی عرصے کے لئے کئی دوسری منچوریائی ریلوے لائنیں بھی جاپان کو پٹے پر دے دی جائیں گی - جنوبی منچوریا اور مشرقی اندرونی منگولیا جاپانی کاروبار کے لئے کھول دیئے جائیں گے - ان علاقوں میں غیرملکیوں کو کانکنی ، ریلوے اور قرض دینے کے حقوق ، اور تمام سیاسی ، مالیاتی اور فوجی مشاورت یا تربیت کی سہولتیں دیتے وقت جاپان کو اولیت دی جائے گی -

۳ - چین میں بھاری صنعت کے سب سے بڑے ادارے ، ہان یہہ پھینگ آئرن اینڈ اسٹیل ورکس کو جو دریائے یانگسی کے کنارے واقع ہے ، چین - جاپان مشترکہ ادارہ بنا دیا جائےگا- چین عہد کرے کہ اس ادارے کی کوئی املاک فروخت نہیں کرےگا اور نہ کسی ، چینی یا غیرملکی ، کو جاپان کی رضامندی کے بغیر اس علاقے میں نئی کانیں کھولنے کی اجازت دےگا -

۴ - چین اپنے پورے ساحل کے ساتھ کوئی بندرگاہ ، خلیج یا جزیرہ جاپان کے سوا کسی اور ملک کو بطور مراعات یا پٹے پر نہیں دےگا -

پانچواں حصہ انتہائی خفیہ اور تکلیف‌دہ تھا - اس میں کہا گیا تھا کہ چین جاپان کے سیاسی ، مالیاتی اور فوجی مشیروں کو

ملازم رکھےگا ۔ اس میں یہاں تک کہا گیا کہ "(چین میں) اہم مقامات پر محکمۂ پولیس کا انتظام جاپانی اور چینی ملکر کریں گے۔" اور یہ شرط بھی رکھی گئی کہ چین میں جاپانی اسلحہ خانہ قائم کیا جائےگا اور چین اسلحے کی نصف ضروریات جاپان سے پوری کرےگا ۔ مزیدبرآں ، جاپان کو دریائے یانگسی کے جنوب میں مختلف ریلوے لائنوں کے حقوق اور تھائی وان (جس پر جاپان ۲۰ سال قبل مکمل قبضہ کر چکا تھا) کے مقابل صوبہ فو چیئن میں کانوں ، ریلوے لائنوں اور بندرگاہوں پر اختیارات میں اولیت دی جائے گی ۔

پیچنگ حکومت ان مطالبات پر مئی تک مذاکرات کرتی رہی ، اور جب جاپان نے ۴۸ گھنٹے کا الٹی‌میٹم دیا تو گھبرا کر گھٹنے ٹیک دیئے ۔ یوان شی کھائی نے عوام کے قومی جذبات ابھارنے کی بجائے جبروتشدد کا بازار گرم کر دیا ۔ اس نے شہنشاہ بن بیٹھنے کی سازباز بھی شروع کر دی ۔ اور اس معاملے میں ، ہمہ وقت مصروف پروفیسر گڈنو نے ، جو پہلے ہی جمہوریہ کے باقی ماندہ جمہوری عمل کی اکھاڑ پچھاڑ میں حصہ لے چکا تھا ، اس کی حمایت کی ۔

گڈنو نے ایک یادداشت * لکھی ، جسے یوان شی کھائی

---

* گڈنو کی یادداشت سے تمام حوالے ایچ ۔ ایف ۔ میکنائر کی کتاب *Modern Chinese History—Selected Readings* سے لئے گئے ہیں ۔ ملاحظہ کیجئے صفحات ۷۴۳ - ۷۴۶ ۔ میکنائر لکھتا ہے کہ اسے یہ یادداشت چینی سے دوبارہ انگریزی میں ترجمہ کرنی پڑی ۔ کیونکہ گڈنو نے کہہ دیا تھا کہ اس کا اصل انگریزی متن "دستیاب نہیں تھا" ۔

نے چینی میں وسیع پیمانے پر مشتہر کیا ۔ اس یادداشت میں شہنشاہیت کی بحالی کے حق میں دلائل دیئے گئے تھے ۔ یادداشت کی ابتدا اس توہین آمیز الزام سے ہوئی تھی ، " ایک ایسے ملک میں جہاں عوام کا شعور بلند نہیں ہے " ، ہنگامہ آرائی کے بغیر صدر کی جگہ صدر نہیں لے سکتا ۔ آگے چل کر یہ دھمکی دی گئی تھی :

یورپی سرمایہ اور یورپی تجارتی اور صنعتی ادارے ... مصر ہیں کہ امن عامہ کی صورت حال یقینی بنائی جائے تاکہ وہ اپنی سرمایہ‌کاری پر معقول منافع حاصل کر سکیں ... اس اصرار میں یہ بات ناگزیر تر ہوتی جا رہی ہے کہ وہ قانون شکنی کے مرتکب ممالک کی سیاسی خودمختاری کو تہ و بالا کرکے رکھ دیں ۔

چنانچہ گڈنو نے یہ نتیجہ اخذ کیا ، " چین کے لئے جمہوریت کی بجائے شہنشاہیت زیادہ موزوں ہے ۔ "

پروفیسر اسٹینلے کے ۔ ہارن‌بیک نے ، جو بعدازاں امریکی دفتر خارجہ کے فار ایسٹرن ڈویژن کا ایک اہم عہدیدار بنا ، گڈنو کی ہاں میں ہاں ملائی ۔ اس پیشہ‌ور سیاستدان نے وعظ کر دیا کہ چین میں " شاہی حکومت بحیثیت مجموعی عوام کے سیاسی نظریے کی بخوبی نمائندگی کرتی ہے ۔ " مطلب یہ کہ یوان شی کھائی کی شہنشاہیت گڈنو اور ہارن‌بیک دونوں کو بھاتی تھی ۔ ہارن‌بیک نے یہ بھی کہا ، " بیرونی ملکوں کے نمائندوں کو ۳۰ سال سے ... اس پر اعتماد

ہے ۔ " *

تاہم ، گڈنو نے ایک شرط لگا دی ۔ اس نے لکھا کہ اس کی سفارشات پر صرف ایسے حالات میں عمل کیا جائے کہ " تبدیلی کی صورت میں چینی عوام کی طرف سے . . . ایسی مخالفت آڑے نہ آئے . . . جو بدنظمی کی طرف لے جاتی ہو . . . ایسی بدنظمی جسے موجودہ ری‌پبلکن حکومت کامیابی کے ساتھ کچل چکی ہے ۔ " بالفاظ دگر ، واشنگٹن اور لنکن ایسے افراد کی جنم بھومی ، امریکہ کی اس ممتاز علمی شخصیت کی نظروں میں نظام حکومت ضمنی حیثیت رکھتا تھا ؛ انقلاب دشمن صلاحیت کو اولیت حاصل تھی ۔

یوان شی کھائی نے گڈنو کے مشورے پر تو عمل کیا ، مگر تنبیہہ کو نظر انداز کر دیا ، اور اپنے آپ کو شہنشاہ " منتخب " کرا لیا ۔ تخت نشینی کے لئے ۱۹۱۶ء کا یوم سال نو طے کیا گیا ۔ لیکن اس سے ایک ہفتہ قبل دورافتادہ صوبے یون نان کے ایک فوجی کمانڈر چھائی اہ نے ، بریگیڈیر جنرل چو تہہ سمیت متعدد فوجی افسروں کی مدد سے علم بغاوت بلند کر دیا ۔ آمر یوان شی کھائی اس قدر بےساکھ ہو چکا تھا اور عوام شہنشاہیت سے اتنے متنفر تھے کہ اس واقعے نے ۱۹۱۱ء کے مانچو دشمن انقلاب کی مانند مرکزی حکومت کا تانا بانا بکھیر کر رکھ دیا ۔ یوان کو مجبوراً رسم تخت نشینی ابتداً ملتوی اور بالآخر منسوخ کرنی پڑی ۔ جون ۱۹۱۶ء میں وہ

---

* Stanley K. Hornbeck, *Contemporary Politics in the Far East*, New York, 1916.

راہیٔ ملک عدم ہو گیا ۔ *

پٹچنگ حکومت علامتی طور پر قائم رہی ، مگر اسے پھر کبھی سارے ملک پر اقتدار حاصل نہ ہو سکا ۔ برائے نام صدارت اور دارالحکومت پر کنٹرول دو صوبائی جاگیردار فوجی ٹولوں کے درمیان فٹ بال بنے رہے ۔ یہ ٹولے یوان کی افواج میں پھوٹ کے بعد وجود میں آئے تھے ۔ ایک ٹولہ صوبہ آنہوئی کا تھا جس کی پشت پر جاپان تھا ۔ دوسرا ٹولہ صوبہ چی لی (ہپے) کا تھا جس کی حمایت برطانیہ اور امریکہ کر رہے تھے ۔ کچھ عرصے بعد ایک اور جاپان نواز ٹولہ بھی ، جسے منچوریائی یا فنگ تھیئن ٹولہ کہا جاتا ہے ، ملک گیر سیادت کی اس کشمکش میں آ کودا ۔ یہ " جنگی سرداروں کے دور " کا آغاز تھا ۔ اس دور میں دراصل مختلف سامراجی طاقتیں چینی مسلح جنگ‌بازوں کو مالی امداد اور ہتھیار فراہم کرکے ، ان کی مدد سے حصول اقتدار کے لئے باہم دست و گریباں تھیں ۔

---

* یہ " فاضل " ہارن بیک کے لئے تاریخ کی ایک ستم ظریفی تھی ۔ اس نے اپنی کتاب میں چھائی اہ کی بغاوت سے متعلق لکھا کہ " اس امر کی توقع نہیں کہ یہ بغاوت پھیلے گی ۔ " لیکن کتاب ابھی طباعت کے مرحلے میں تھی کہ شہنشاہیت اور یوان شی کھائی دونوں صفحۂ ہستی سے مٹ گئے ۔ تاہم ، ہارن بیک کے اس رجعت پسندانہ ضعف نظر کے باوصف اس کی ساکھ کو کوئی نقصان نہ پہنچا ۔ ۱۹۳۰ء کے عشرے میں ، بحیثیت سفارت کار ، اس نے چیانگ کائی شیک کو آگے بڑھایا ۔ اور ۱۹۵۰ء کے عشرے میں تھائی وان میں چیانگ اور کوریا میں سنگمن ری کی پشت پناہی کرتا رہا ۔ سامراج اور ان ملکوں کے رجعت پسند ، جہاں وہ تسلط جمانے کا خواہاں ہوتا ہے ، تبدیلی کے عمل سے نہیں گزرتے ۔ ایک خاص کشش انہیں باہم مربوط رکھتی ہے ۔

ان گروپوں میں سب سے پہلے جاپان نواز آنہوئی ٹولے نے ، جس کا سرغنہ توان چھی ژوئی تھا ، پئچنگ حکومت پر تسلط حاصل کیا ۔ اس نے فوری طور پر جاپان سے ۲۰ کروڑ ین سے زیادہ کا " نشی ہارا قرضہ " لیکر طوق غلامی پہنا ۔ اگست ۱۹۱۷ء میں امریکہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا تو اس ٹولے نے بھی اتحادیوں کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا ۔ بیشتر چینیوں کے خیال میں یہ اقدام چین کے حقیقی مفادات سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا تھا ۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں تھی کہ اس سے ان علاقوں کی بازیابی بھی ممکن نہیں ہوگی جن پر جرمنی نے قبضہ کر رکھا تھا ، کیونکہ " اکیس مطالبات " کے نتیجے میں یہ حقوق جاپان کو تفویض کئے جا چکے تھے ۔ اور جاپان نے برطانیہ سے بھی اسی نوع کا ایک معاہدہ کر لیا ہوا تھا ۔ جمہوریہ کی پارلیمنٹ ابتداً جنگ میں شرکت کی مخالف تھی تاہم کچھ مندوبین کو رشوت دیکر اور بعضوں کو مارپیٹ کر اکثریتی ووٹ حاصل کر لیا گیا ۔

سن یت سین نے ، جو یوان شی کھائی کی موت کے بعد چین واپس آ چکے تھے ، احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ چین کے لئے صرف ایسی جنگ میں شرکت مناسب ہے جو سارے سامراجی تسلط کے خلاف ہو ۔ انہوں نے احتجاج کو وزن دار بنانے کے لئے کینٹن میں حکومت قائم کر لی اور اسے چین کی واحد قانونی حکومت قرار دیا ۔ تاہم سیاسی اور تنظیمی اعتبار سے ناپختہ ہونے کے سبب یہ حکومت زیادہ عرصہ نہ چل سکی ۔

چین کے رسمی اعلان جنگ کا نتیجہ محض یہ نکلا کہ پئچنگ

حکومت کی فوجیں اندرون ملک جبروتشدد کی غرض سے اور زیادہ مسلح کر دی گئیں ۔ کوئی چینی فوج لڑنے کے لئے بیرون ملک نہ بھیجی گئی ۔ اس کا غالب سبب یہ تھا کہ یورپی اتحادی چینیوں کو کسی " سفید فام " پر خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو ، گولی چلانے کی اجازت نہیں دینا چاہتے تھے ۔ بہر حال برطانوی کمان کے تحت کوئی دو لاکھ کسانوں اور مفلوک‌الحال شہریوں پر مبنی " چینی لیبر کور " تیار کی گئی ۔ ان لوگوں کو " قلیوں " کے تجربہ کار داروغوں ، سامراجی کھائی لان مائننگ ایڈمنسٹریشن نے ، جہازوں میں لاد کر بیرون ملک بھیج دیا ۔ ان نہتے لوگوں کو فرانس میں جنگ کی بھٹی میں جھونکا گیا ، ان سے خندقیں کھدوائی اور لاشیں دفن کرائی گئیں ۔ یہ ثبوت تھا اس بات کا کہ نام نہاد " اتحادی " چینیوں سے صرف ایک کام لینا چاہتے تھے — آقاؤں کے مابین لڑائی میں پھٹکل کام !

پس پردہ ، جنگ کے نتیجے میں مالامال امریکہ ، جرمنی کی شکست کے بعد پورے چین پر غلبہ حاصل کرنے کی تگ و دو میں لگا ہوا تھا ۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جاپان کے حق میں نہیں جاتی تھی ، کیونکہ وہ بھی اسی غرض سے دانت تیز کر رہا تھا اور مخالفین کو دوسری طرف مصروف پا کر اپنے اثرونفوذ میں بےتحاشا اضافہ کر چکا تھا ۔ برطانیہ ، جو ۱۹۱۴ء تک چین میں انتہائی طاقتور سامراجی قوت تھا ، اب امریکہ اور جاپان کو مقابل پا رہا تھا ، اور کسی حد تک ان دونوں کے درمیان جوڑ توڑ پر مجبور ہو گیا تھا ۔

بہرحال ، جنگ بندی سے قبل یہ شدید اختلافات منظر عام پر

نہ آنے دیئے گئے ۔ اس کے برعکس ، جاپان چونکہ اتحادیوں سے الگ ہونے کی بار بار دھمکیاں دے رہا تھا ، لہذا برطانیہ اور امریکہ نے اسے مراعات دینی شروع کر دیں ۔ برطانیہ نے جاپان کو نہ صرف شان تونگ بلکہ بحرالکاہل کے کچھ جرمن مقبوضہ جزیروں * پر قبضہ کی ضمانت بھی دی ۔ امریکہ جس نے اس وعدے پر چین کو جنگ میں گھسیٹا تھا کہ امن مذاکرات میں اس کے مطالبات کی حمایت کی جائے گی ، صرف دو ماہ بعد بےجھجک بدعہدی کر گیا ۔ ۲ نومبر ۱۹۱۷ء کے رسوائے زمانہ لان سنگ ۔ ای شی سمجھوتے میں اس نے یہ ترکیب شامل کی کہ ، " علاقائی قرب ممالک کے مابین خصوصی تعلقات تشکیل دیتا ہے " ، اور نتیجتاً " امریکہ تسلیم کرتا ہے کہ جاپان کو چین میں ، خصوصاً ان علاقوں میں جو اس کے مقبوضات سے ملحق ہیں ، خصوصی مفادات حاصل ہیں ۔ " لان سنگ ۔ ای شی سمجھوتے کا ہدف چین کے علاوہ روس بھی تھا ، جو اس وقت انقلاب کی دہلیز پر کھڑا تھا ۔ چین کے وہ حصے جنہیں امریکہ نے جاپان کے " خصوصی مفادات " قرار دیا تھا ، روسی سرحد کے انتہائی قریب واقع تھے ۔

۱۹۱۸ء میں برطانیہ نے بھی ۱۹۱۴ء کے " شملہ کنونشن " کی توثیق کے لئے ایک بار پھر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا ۔ مطلب یہ

---

* جزائر مائیکرونیشیا بشمول مارشلز ، کیرولینز اور ماریاناز (اس میں گوام شامل نہیں تھا) ۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ نے ان جزیروں کو اپنے تصرف میں لے لیا ۔ امریکہ کے ابتدائی ایٹمی دھماکوں کے مراکز بیکنی اور اینی ویٹوک جزائر مارشل کا حصہ ہیں ۔

تھا کہ چین تبت سے دستکش ہو جائے ۔

یوں ، چین اگرچہ باہم دست و گریباں سامراجیوں کا " اتحادی " تھا ، مگر انہوں نے اس کے حصے بخرے کرنے کی پالیسی جاری رکھی ۔ اس پالیسی نے ذلت و اہانت اور غصے کی آگ پر تیل کا کام کیا جو پچھلے لگ بھگ اسی برس سے محب وطن چینیوں کے سینوں میں بھڑک رہی تھی ۔ مزیدبرآں ، جنگ کے سبب چین میں اہم اقتصادی اور سماجی تغیرات رونما ہوئے اور ان تغیرات نے جدوجہد کو ایک نیا روپ دے دیا ۔

ایک طرف تو چین پر یورپ کے سیاسی دباؤ میں عارضی کمی جاپانی توسیع پسندی کے لئے سازگار ثابت ہوئی اور دوسری طرف ان کے اقتصادی ذباؤ میں کمی نے ایسی تیز رفتار ترقی کی بنا ڈالی جس سے چینی صنعت اور چینی سرمایہدار اور مزدور طبقہ ناآشنا تھے ۔

گو چین اس دور میں بھی تجارتی عدم توازن سے نجات حاصل نہ کر سکا ، تاہم ۱۹۱۴ء میں درآمد و برآمد میں ۱۳ کروڑ ۴۰ لاکھ ڈالر کا فرق ۱۹۱۹ء میں گھٹ کر ۲ کروڑ ۲۰ لاکھ ڈالر رہ گیا ۔

چینیوں کی ملکیت کاٹن ملوں میں تکلوں کی تعداد ۱۹۱۳ء میں ۶۵۱۶۷۶ تھی جو ۱۹۱۹ء میں بڑھ کر ۱۱۷۳۰۱۲ ہو گئی ۔ اندرون ملک آٹے کی پسائی میں بھی بڑا اضافہ ہوا (۱۹۱۴ء میں چین نے جتنا آٹا برآمد کیا تھا اس سے تقریباً ۱۵ ہزار ٹن زیادہ آٹا درآمد کیا ، مگر ۱۹۱۸ء میں درآمد شدہ آٹے کی نسبت برآمد شدہ آٹے کی مقدار ۱۵ ہزار ٹن زیادہ رہی) ۔ آغاز جنگ کے وقت چینی بینکوں

کی تعداد صرف ۱۰ تھی ، ۱۹۱۹ء میں یہ تعداد ۵۰ تک جا پہنچی ۔

چینی سرمائے سے قائم ہونے والے نئے صنعتی اداروں کے علاوہ جاپانیوں نے بھی بہت سی فیکٹریاں تعمیر کیں ۔ پرانی فیکٹریوں کی پوری پوری گنجائش سے استفادہ کیا جانے لگا ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چین میں مزدور طبقہ چینیوں کی ملکیت صنعتوں یا چینی اور غیرملکی صنعتی اداروں کے جملہ آلات پیداوار کی نسبت کہیں زیادہ تیزی سے بڑھنے لگا ۔ ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۹ء کے درمیان مزدوروں کی تعداد میں تین گنا اضافہ ہوا یعنی یہ تعداد دس لاکھ سے بڑھ کر تیس لاکھ ہو گئی ۔ علاوہ ازیں ان لاکھوں " قلیوں " کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا جو دوران جنگ بیرونی ملکوں میں بھیجے گئے تھے ۔ ان میں سے بیشتر فیکٹریوں یا دیگر اداروں میں کام کرنے لگے اور بہت بڑی تعداد ، خصوصاً روس میں ، انقلابی نظریات سے متاثر ہوئی ۔ انقلاب اکتوبر کے بعد درحقیقت ، سوویت سرخ فوج میں چینیوں کی پوری پوری رجمنٹوں نے وائٹ گارڈز اور غیرملکی مداخلت کاروں کا بہادری سے مقابلہ کیا ۔ یہ بات ناگزیر تھی کہ مزدور طبقہ تعداد اور شعور میں اضافے کے پیش نظر اپنی سابقہ قطعی محکوم حیثیت کو چیلنج کرتا اور اس کی جدوجہد میں سیاسی رنگ بھی نمایاں ہونے لگا ۔ یہ نئی حقیقت فیصلہ کن اہمیت کی حامل تھی ۔

آخراً ، یہ بات ذہن میں رکھی جانی چاہیئے کہ دوران جنگ چینی سرمایہ‌داری کا پھیلاؤ خاصا یکطرفہ اور زیادہ تر ہلکی صنعتوں تک محدود تھا ۔ بھاری صنعتوں (دھاتیات ، انجنیرنگ ، کانکنی) میں ان کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا ۔ بلکہ اس کے برعکس ، جیسا کہ

پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ، جو کچھ چینیوں کے پاس تھا ، اس پر بھی جاپان اپنی گرفت مضبوط کر چکا تھا ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ چینی معیشت نیم نوآبادیاتی حیثیت سے حقیقی خودمختاری کی سمت کوئی پیش رفت نہ کر سکی ۔ ابھرتا ہوا قومی بورژوا طبقہ اس صورتحال سے مطمئن نہ تھا ۔

دوران جنگ چین میں بےمثال دانشورانہ ابھار اس صورت حال کا ایک پرتو تھا ۔ جریدہ " نیا نوجوان " جو ۱۹۱۵ء میں جاری ہوا ، کنفیوشسی اخلاقیات ، ابوی کنبے اور چینی جاگیردار معاشرے کے تمام سماجی اور فلسفیانہ بالائی ڈھانچے کے خلاف تندھی کے ساتھ مصروف جہاد تھا ۔ " ادبی نشاۃ ثانیہ " کی تحریک شروع ہوئی جس کا ایک پہلو یہ تھا کہ تمام تحریریں سادہ زبان یعنی عام بول چال کی زبان میں لکھی جائیں ۔ نئے خیالات اور علوم کو عوام تک پہنچانے کے لئے یہ ایک بنیادی تقاضا تھا ۔ اس وقت تک تمام تحریروں ، حتیٰ کہ اخبارات تک میں کلاسیکی چینی زبان استعمال ہوتی تھی ۔ اور عام چینیوں کے لئے یہ زبان وہی حیثیت رکھتی تھی جو دور جدید کے اطالیوں کے لئے پرانی لاطینی زبان کی ہے ۔ معیاری تعلیم کے بغیر عام لوگ یہ زبان سن کر بھی نہیں سمجھ سکتے تھے ، چہجائیکہ پڑھ سکتے ۔ عظیم ادیب اور قومی ہیرو لو شیون اور ناول نگار ماؤ تون ، جو آگے چل کر عوامی جمہوریۂ چین کے وزیر ثقافت بنے ، اس نئی تحریک کے علمبردار تھے ۔ انہوں نے نئے انقلابی ۔ جمہوری ادب کی بنا رکھی ۔

یونیورسٹی اور ثانوی اسکولوں کے طلبا نے ، جن کی تعداد میں

ان برسوں کے دوران تیزی سے اضافہ ہوا ، فرسودہ باتوں کو مسترد کر دیا اور چین اور دنیا میں رونما ہونے والے افکار نو کا ذوق و شوق سے مطالعہ کرنے لگے - ۱۹۱۷ء تک طلبا کے جریدوں کی تعداد ۳۰۰ تک پہنچ چکی تھی اور بیشتر "سادہ زبان" میں چھپتے تھے - نوجوانوں کی تنظیمیں اور مطالعاتی حلقے بکثرت قائم ہوئے - ان میں صوبہ ہونان میں ماؤ زے تنگ کی نئی عوامی مطالعاتی سوسائٹی اور تھیئن چن میں "بیداری" سوسائٹی شامل تھیں ، "بیداری" سوسائٹی کے ایک رہنما چو این لائی تھے - نئے دانشوروں کی تحریک بتدریج دائیں اور بائیں بازو میں منقسم ہوئی - اول‌الذکر حلقہ ثقافتی مسائل پر "غیرسیاسی" رنگ تک محدود رہا ، جبکہ موخرالذکر حلقے نے سیاسی ، اقتصادی اور ثقافتی ، غرض تمام شعبوں میں چینی معاشرے کے انقلابی تغیرات کا نعرہ بلند کیا -

پہلی جنگ عظیم کے دوران اور اس کے فوراً بعد چینی معاشرے اور افکار میں تغیرات اس قدر گہرے اور اہم تھے کہ جنگ افیون سے اس دور تک کے تمام تغیرات اور افکار ماند پڑ گئے - انہوں نے انقلابی تغیرات کی بنیاد رکھی - ۱۹۱۱ء کا انقلاب ، جس نے چین کو ۲۰۰۰ سالہ شہنشاہیت سے چھٹکارا دلایا تھا ، اہمیت کے اعتبار سے ان تغیرات کے سامنے محض پانی کے بلبلے کی حیثیت رکھتا تھا - قومی شعور نئی بلندیوں کو چھونے لگا ، تمام نئی اور ترقی پذیر قوتیں غیرمساوی سمجھوتوں کا خاتمہ چاہتی تھیں جو چین کے اقتدار اعلیٰ کے لئے مضرت رساں تھے - یہ قوتیں اس حقیقت سے آشنا تھیں کہ یہ سمجھوتے برقرار رہے تو سامراجی طاقتیں جنگ کے بعد سیاسی اور

اقتصادی مراعات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے چین کی ساری پیش رفت کو عضو معطل بنا کر رکھ دیں گی ۔

چین کی محکوم حیثیت کے خاتمے کی صدا نے اس قدر زور پکڑا کہ پیچنگ میں جنگی سرداروں کی حکومت کو بھی عوام کا موقف اپنانا پڑا ۔ وہ پیرس امن مذاکرات میں اپنے وفد کو ھدایت دینے پر مجبور ہو گئی کہ قومی حق خوداختیاری اور صدر ولسن کے " چودہ نکات " اور اتحادیوں کے دیگر اعلانات میں موجود اسی نوع کے دیگر لبرل اصولوں کی بنیادوں پر چین کو دوسری قوموں کے برابر حیثیت دینے کا مطالبہ کرے ۔ اس میں خاص طور پر تجویز کیا گیاتھا :

غیرملکی حلقہ ھائے اثر ختم کئے جائیں ۔
چین سے غیرملکی فوجیں نکالی جائیں ۔
غیرملکیوں کے ماورائے حدود حقوق ختم کئے جائیں ۔
تمام اجارے پر لئے ہوئے اور مراعاتی علاقے واپس کئے جائیں۔
چینی کسٹمز کے اختیارات بحال کئے جائیں تاکہ وہ نقصان‌دہ
۵ فی صد محصول سے نجات حاصل کر سکے ۔
جاپان کے ۱۹۱۵ء کے " اکیس مطالبات " منسوخ کئے جائیں ۔

یہ سارے جائز مطالبات نہ صرف مسترد کر دیئے گئے بلکہ ورسائی معاھدۂ امن کی شق ۱۵۶ میں شان تونگ پر جاپانی قبضے کو قانونی حیثیت بھی دے دی گئی ۔ اس کی توثیق کانفرنس کے چار بڑوں ، امریکی صدر ولسن ، برطانوی وزیراعظم لائڈ جارج ، فرانسیسی وزیراعظم کلیمنشو اور اطالوی وزیراعظم ارلینڈو نے کی :

شان تونگ میں خلیج چیاؤ چو کے ارد گرد کے علاقے ، ریلوے ، مواصلات اور کانیں ، اور دیگر مراعات جو مارچ ۱۸۹۸ء کے چین ۔ جرمن سمجھوتے کے تحت جرمنی کو ملی تھیں ، جاپان کو دی جاتی ھیں ۔

ریلوے لائنیں ، بڑی اور برانچ لائنیں ، املاک ، ریلوے اسٹیشن ، عمارات اور دیگر غیرمنقولہ املاک اور کانیں جاپان کے تصرف میں آ جائیں گی ۔

چھینگ تاؤ سے فارموسا تک کا مواصلاتی رابطہ غیر مشروط طور پر جاپان کے تصرف میں آ جائےگا ۔

جنگ کے بعد ، جو " اقوام کے حق خود اختیاری " اور " دنیا کو جمہوریت کے لئے محفوظ بنانے " کے نعروں کی بنیادوں پر لڑی گئی تھی ، یہ چین کے منہ پر ایک سخت طمانچہ تھا ۔ اندرون ملک ایک بےمثال تحریک شروع ہو گئی ، جس نے چینی معاشرے کی تمام نوزائیدہ قوتوں کو عالمی سامراج اور اس کے چینی حاشیہ برداروں کے دو بدو کھڑا کر دیا ۔

باب ۱۱

۱۹۱۹ء کی "۴ مئی" تحریک: نئے جمہوری انقلاب کا آغاز

۴ مئی ۱۹۱۹ء کو پیچنگ کے طلبا سرکاری دفاتر کے باہر جمع ہو گئے ، جہاں اس وقت وزراء جاپانی سفارت کاروں سے خوش گپیوں میں مصروف تھے ۔ پولیس نے مظاہرین پر گولی چلا دی اور کئی طلبا کو گرفتار کر لیا ۔ اس پر ملک بھر میں احتجاج کی لہر دوڑ گئی ۔ ہر جگہ نوجوان طلبا ، جو آباؤاجداد کی روایت کے برعکس نیم محکوم ملک میں زندگی بسر کرنے پر آمادہ نہ تھے ، اٹھ کھڑے ہوئے ۔ حتیٰ کہ جاپان میں زیرتعلیم چینی طلبا بھی ٹوکیو کی سڑکوں پر نکل آئے ، جہاں انہیں روکنے کے لئے گھڑ سوار دستے تعینات کر دیئے گئے ۔ قومی بورژوا طبقے نے بائیکاٹ اور دیگر کارروائیاں شروع کر دیں ۔ شنگھائی میں ، برطانوی ملکیت کھائی لان کوئلے کی کانوں میں ، اور پیچنگ ۔ ھانکھو ریلوے کے مزدوروں نے چین کی تاریخ میں پہلی سیاسی ہڑتال کی ۔

حکومت نے مظاہروں اور ہڑتالوں کی اس لہر سے خوفزدہ ہو کر جون کے اوائل میں اسیر طلبا کی رہائی کا حکم جاری کیا تو ان سرخرو فاتحین نے یہ کہہ کر جیل چھوڑنے سے انکار کر دیا کہ پہلے مجرم حکام کو برطرف کیا جائے ، نئے مظاہروں کی خاص طور پر اجازت دی جائے اور حکام علانیہ معافی مانگیں ۔ حکومت نے غم و غصے کی ملک گیر لہر کو ٹھنڈا کرنے کی خاطر پولیس کو معافی مانگنے کے لئے اسیر طلبا کے پاس بھیجا اور رہائی کے بعد ان کے لئے گاڑیاں بھی مہیا کیں ۔ ۲۸ جون کو ، وہ وزیر جو مظاہروں کا ہدف تھے ، مستعفی ہو گئے ۔ چین نے اعلان کر دیا کہ وہ ورسائی معاہدے پر دستخط نہیں کرے گا ۔

" ۴ مئی " تحریک چینی انقلاب کا ایک اہم موڑ تھی ۔ یہ تحریک روس کے سوشلسٹ انقلاب اکتوبر کا ایک نتیجہ تھی ، جس نے کرۂ ارض کے چھٹے حصے پر سامراجی حکمرانی کی جگہ مزدور طبقے کی سیادت قائم کرکے دنیا کا نقشہ بدل دیا تھا ۔ چینی انقلابی اب سابقہ مطمح نظر ، مغربی سرمایہ‌دارانہ جمہوریت سے بالکل مایوس ہو چکے تھے ۔ اس نظام کے علمبردار ملکوں نے پہلی جنگ عظیم میں زبردست سامراجی قتل و غارت ہی نہیں کی تھی ، بلکہ ایسی سراپا اور عیارانہ غداری کے ساتھ جرمنی ، آسٹریا اور ترکی کی بادشاہتوں پر اپنی فتح کا جشن منایا تھا ، جو چین کے خیال و خواب سے بھی باہر تھی ۔ چینی اپنے آپ سے استفسار کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر بادشاہت اور پارلیمانی جمہوریہ دونوں طرح کی حکومتیں ہی عوام کو دھوکا دیتی ہیں اور ان کا خون چوستی ہیں تو پھر ان

کا متبادل کیا تھا ؟ اور اتحادی کہاں تلاش کئے جا سکتے تھے ؟

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے ، مزدور طبقے کے عظیم رہنما اور مفکر مارکس اور لینن چینی عوام کی سابقہ جدوجہد سے گہری ہمدردی کا اظہار کر چکے تھے اور اس جدوجہد کو سمجھتے تھے ۔ تاہم ، اس دور میں ، سرمایہ‌دار ملکوں کے مزدور کسی قسم کی امداد دینے کی پوزیشن میں نہ تھے ۔ اور دوسری طرف چینی عوام نہ تو اس ہمدردی سے آگاہ تھے اور نہ ہی سامراجی سرمایہ کے خلاف جو دونوں کا استحصال کرتا تھا ، دنیا بھر کے مزدوروں کو اپنا اتحادی سمجھتے تھے ۔

بہرحال ، ۱۹۱۹ء تک حالات بدل چکے تھے ۔ اب چین کی سرحدوں پر سوویت روس مارکسزم ۔ لینن‌ازم کی مجسم شکل میں موجود تھا ، جہاں مزدور طبقے کی سیادت قائم تھی ۔ چینی عوام آزمائش کے ذریعے اس عمل کا اندازہ لگا سکتے تھے ۔

یہ آزمائش بڑی صاف اور عیاں تھی ۔ ایسے میں جبکہ فاتح اتحادی طاقتیں چین کو غلام رکھنے کی سازشوں میں پھر سے مصروف تھیں ، سوویت حکومت چینی علاقے میں ان تمام مراعات سے غیرمشروط طور پر دستکش ہو گئی جو زارشاہی زمانے میں روس کو حاصل تھیں ۔ اس نے ان غیرمساوی سمجھوتوں سے حاصل شدہ فوائد مثلاً ماورائے حدود حقوق ، مراعاتی علاقے ، تاوان اور " انتہائی ترجیح یافتہ ملک کے برتاؤ " کے دعوے سے ازخود دستبرداری اختیار کر لی ۔

مزیدبرآں ، چینی عوام نے دیکھا کہ پڑوسی روس کے محنت کش عوام نے نہ صرف " خود اپنے " سامراجیوں سے چھٹکارا حاصل کر لیا

بلکہ پوری سامراجی دنیا کی مسلح مداخلت کے مقابلے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے ۔ پہلی جنگ عظیم میں امریکی ، برطانوی ، فرانسیسی اور جاپانی حکومتیں ایک طرف اور جرمن حکومت دوسری طرف تھی ۔ مگر اب روسیوں کو کچلنے کی کوشش میں دونوں فریق فوجیں بھیج رہے تھے اور بالشوزم کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کرنے میں مصروف تھے ۔ یہاں تک کہ چین کی جنگی سرداروں کی حکومت بھی سوویت حکومت کے خلاف کارروائیوں میں شریک ہو گئی ۔ حقیقی معنوں میں قومی خودمختاری اور ترقی کے حصول کا عزم راسخ رکھنے والے محب وطن چینی ایک بات ، بہرحال ، اچھی طرح سمجھ گئے : اگر ان کے تمام پرانے دشمن شیر و شکر ہو گئے تھے تو پھر سچ اور انصاف یقیناً دوسری جانب تھا ۔ انہیں یہ آگہی بھی ہوئی کہ بیرون ملک حقیقی دوست مزدور اور مزدور طبقے کی ریاست تھے ۔

. فیصلہ کن تاریخی حقیقت کے بارے میں یہ چینی عوام کے سیاسی ادراک کا اولین اظہار تھا ، جیسا کہ اس وقت اسٹالین نے کہا تھا : روس میں سرمایہ‌داری کی کامیاب بیخ کنی نے "عالمی سامراج کے خلاف انقلابوں کا ایک نیا سلسلہ تخلیق کیا ہے جو مغرب کے پرولتاریوں سے ہوتا ہوا ، روسی انقلاب کے راستے ، مشرق کی محکوم اقوام تک پھیلا ہوا ہے ۔" * پہلی جنگ عظیم کے بعد کے واقعات نے اس عمل کی نشاندھی کی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد کے واقعات نے

---

* J. Stalin, *The International Character of the October Revolution*, 1918.

اس عمل کو بہت زیادہ پیش رفت دی ۔

یاد رہے کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد مشرق کی نوآبادیات اور نیم نوآبادیات میں انقلاب سوشلسٹ کی بجائے ہنوز بورژوا ۔ جمہوری نوعیت رکھتے تھے ۔ ہر ملک میں ان انقلابات کا فریضہ یہ تھا کہ اندرون ملک جاگیردارانہ تعلقات کو تباہ کریں ، اس کے باوصف وہ یورپ کے سترھویں ، اٹھارھویں اور انیسویں صدی کے " کلاسیک " بورژوا انقلابوں سے بہت مختلف تھے ۔ ان مقاصد کی تکمیل کے عمل میں وہ ناگزیر طور پر سامراج ، بیسویں صدی کی عالمی سرمایہ‌داری ، سے متصادم ہو گئے ۔ سرمایہ‌داری پہلے ہی سابق روسی سلطنت میں سوشلسٹ انقلاب سے شکست کھا چکی تھی اور پورے یورپ میں اسے مزدور طبقے کی سوشلسٹ قوتوں کا سامنا تھا ۔

یوں نئے انقلابات ابھرتے ہوئے سوشلزم کے اتحادی بن گئے ۔ دریں حالات ، وہ ان ملکوں میں بورژوا طبقے کی زیرقیادت فتح سے ہمکنار نہیں ہو سکتے تھے ۔ یہ طبقہ اپنے قومی مفادات ، جو سامراجی مفادات سے مختلف تھے ، اور خود اپنے طبقاتی کردار ، جس کے تحت وہ اپنے محنت کش لوگوں سے خوفزدہ رہتا تھا ، کے درمیان تضادات کے شکنجے میں پھنس کر ناگزیر طور پر پہلے سے کہیں زیادہ تذبذب کا شکار ہو سکتا تھا ۔ ایسے انقلاب کسانوں اور پوری قوم کی قیادت کرنے والے سیاسی اعتبار سے منظم مزدور طبقے کے ذریعے ہی جاگیرداری دشمن اور سامراج دشمن مقاصد کی ہمہ‌گیر تکمیل کر سکتے تھے ۔ اور یہ ناممکن تھا کہ ایسی فتح کا نتیجہ سرمایہ‌داری کے غلبے کی صورت میں نکلتا ۔ یہ فقط اگلے مرحلے ، یعنی سوشلزم کے قیام تک

عبوری دور بن سکتا تھا ۔
ماؤ زے تنگ نے اسی بات کی توضیح یوں کی ہے :

بہرحال ، ۱۹۱۴ء کی پہلی سامراجی جنگ عظیم اور ۱۹۱۷ء کے روسی انقلاب اکتوبر کے نتیجے میں کرۂ ارض کے چھٹے حصے پر سوشلسٹ ریاست کے قیام کے بعد چین کے بورژوا ۔ جمہوری انقلاب میں ایک تبدیلی رونما ہوئی ۔

ان واقعات سے پہلے چین کا بورژوا ۔ جمہوری انقلاب پرانے زمرے ، عالمی بورژوا ۔ جمہوری انقلاب کے زمرے میں آتا تھا اور اس کا ایک حصہ تھا ۔

ان واقعات کے بعد چین کے بورژوا ۔ جمہوری انقلاب میں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے اور وہ نئے زمرے ، بورژوا ۔ جمہوری انقلاب کے زمرے میں شامل ہو گیا ہے ، اور جہاں تک انقلابی قوتوں کی صف بندی کا تعلق ہے ، یہ عالمی پرولتاری ۔ سوشلسٹ انقلاب ہی کا ایک حصہ ہے ۔ *

اب چینی انقلاب کی نئی قیادت ابھرنی شروع ہوئی ۔ چین کو پیش رفت دینے کی خاطر ملک بھر کے محب وطن دانشور مارکسی

---

* "نئی جمہوریت کے بارے میں" ، «منتخبات ماؤ زے تنگ» ، اردو ایڈیشن ، غیرملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پیچنگ ، جلد دوم ، ۱۹۷۳ء ، صفحہ ۵۸۶ ۔

نظریات کے مطالعے پر توجہ دینے لگے ۔ یہ امر زبردست تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ چین میں مارکسزم پرانی سوشلسٹ پارٹیوں کی ملاوٹ شدہ شکل اور دوسری انٹرنیشنل کے ٹریڈیونین‌ازم کی صورت میں نہیں آیا ، بلکہ انقلابی مارکسزم ۔ لینن‌ازم کی حیثیت سے روشناس ہوا ، جس سے روسی کمیونسٹوں نے اپنے ملک میں سامراج کا تختہ‌الٹنے کے لئے بڑے موثر انداز میں کام لیا تھا ۔ ماؤ زے تنگ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں :

انقلاب اکتوبر کی توپوں کی گرج نے ہمیں مارکسزم ۔ لینن‌ازم سے روشناس کرایا ۔ انقلاب اکتوبر نے ساری دنیا کے ترقی پسندوں کی مدد کی ہے اور چین کے ترقی پسندوں کی مدد بھی کی ہے کہ وہ قوم کی تقدیر کے مطالعے اور خود اپنے مسائل پر ازسرنو غور کرنے کے لئے بطور ہتھیار پرولتاری عالمی نقطۂ نظر اختیار کریں ۔ روسیوں کی راہ پر چلو — یہ تھا ان کا فیصلہ ۔ *

چینی مارکسیوں نے قلیل‌التعداد ہونے کے باوصف " ۴ مئی " تحریک میں اہم کردار ادا کیا ۔ انہوں نے نئے افکار کو مجسم کرکے اس تحریک کے لئے ایک کلیدی نعرہ " سامراج مردہ باد " پیش کیا ۔ اس نعرے نے " ورسائی معاہدہ مردہ باد " ایسے جزوی مخصوص

---

* " عوامی جمہوری آمریت کے بارے میں " ، « منتخبات ماؤ زے تنگ » ، اردو ایڈیشن ، غیرملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پیچنگ ، جلد چہارم ، ۱۹۷۶ء ، صفحہ ۶۶۲ ۔

نعروں کی نسبت ادراک کے ایک بالکل مختلف معیار کی نمائندگی کی ۔

تحریک کے دوران اور اس کے فوراً بعد ہی دانشوروں کے مابین موجود مارکسیوں نے آزاد خیال دانشوروں سے واضح طور پر جداگانہ راہ اپنانی شروع کر دی ۔ موخرالذکر نے ۴ مئی تحریک میں ، اور خاص کر جاگیردار طبقے کے خلاف ثقافتی بغاوت میں حصہ لیا تھا ، مگر وہ خود کو ایسا چیدہ حلقہ گردانتے تھے جسے پرانی طرز کے عالم ۔ حکام کی جگہ لینی تھی اور قوم کی رہنمائی کرنے اور اسے " بچانے " کے لئے اپنا جدید (یعنی بورژوا) علم استعمال کرنا تھا ۔ لہذا جب " پسماندہ اور غیر تعلیم یافتہ " محنت کش لوگ (یعنی قوم کی غالب اکثریت) جدوجہد میں آ کودے تو یہ چیدہ لوگ رجعت پسند حکومت کی مانند خوفزدہ ہو گئے ۔ ان کا اصل نمائندہ پروفیسر ہو شی تھا ۔ پروفیسر ہو شی نے امریکہ میں تعلیم پائی تھی اور نظریۂ عملیت کے علمبردار فلاسفروں ولیم جیمز اور جان ڈیوی کا چیلا تھا اور اس نے جلد ہی پسپائی اختیار کر لی ۔ اس نے طلبا میں یہ پرچار شروع کر دیا کہ وہ " ازموں " یعنی مارکسزم پر توجہ نہ دیں بلکہ اپنے آپ کو " مسائل " یعنی فنی علوم اور بورژوا عمرانیات میں دفن کر دیں ۔

چنانچہ دانشوروں کے دو گروپ ، جنہوں نے چین کی کمزوری اور پسماندگی پر یکساں اظہار خفگی سے ابتدا کی تھی ، دو بالکل مختلف نتیجوں پر جا پہنچے ۔ آزاد خیال دانشوروں نے عوام کے اظہار حق کو اپنی " روشن خیالانہ ترقی " کے لئے ایک خطرہ جانا ۔ ہو شی نے تو سامراج اور جاگیردار طبقے کے اقتدار کو اپنی جدوجہد کا

دشمن سمجھنے ھی سے انکار کر دیا ۔ اس کا پرچار یہ تھا کہ مقابلہ دراصل ایک طرف " متروک " اور " پرانے " خیالات اور طور طریقوں اور دوسری طرف " سائنسی " اور " موثر " خیالات اور طور طریقوں کے درمیان ھے ۔ لیکن اس کے برعکس مارکسیوں کے خیال میں حکمران طبقے اور اقتدار اور پرانے معاشرے کا ملکیتی ڈھانچہ ترقی کی راہ میں اصل رکاوٹ کی حیثیت رکھتے تھے ۔ اور عوام ھی اصل قوت تھے ، واحد قوت جو ان طبقوں اور اقتدار اور اس ملکیتی ڈھانچے کا تختہ الٹ کر ترقی کی راہ ھموار کر سکتی تھی ۔ چنانچہ ایک مارکسی پروفیسر لی تا چاؤ نے ھو شی کو جواب دیا کہ صرف " ازم " ھی " بنیادی حل " پیش کرتا تھا اور اس کے بغیر چین کا ایک بھی " مسئلہ " حل نہیں ھو سکتا تھا ۔

یہ مباحثہ تاریخ ساز اھمیت رکھتا تھا ۔ اور دانشوروں کے لئے کوئی ایک راہ اختیار کرنا ناگزیر ھو گیا ۔ ایک راہ یہ تھی کہ ظالموں کو تباہ کرنے اور نیا چین تعمیر کرنے کی خاطر اپنا علم مظلوموں تک منتقل کیا جائے ، ان کی صفوں میں شامل ھو کر جدوجہد کی جائے اور ان سے سیکھا جائے ۔ دوسری راہ یہ تھی کہ ظالموں کے لئے " وفادار حزب اختلاف " کا کردار ادا کیا جائے ، " کچھ اچھے کام کرنے " کے مواقع حاصل کرنے کی خاطر ان سے نوکریوں کی بھیک مانگی جائے ، اور ملک اور عوام کو ان کے حسب حال چھوڑ دیا جائے ۔ جیسا کہ ماؤ زے تنگ نے بعد ازاں کہا :

چین کی جمہوری انقلابی تحریک میں دانشور سب سے

پہلے بیدار ہوئے ... ۴ مئی تحریک کے دنوں میں دانشور ، ۱۹۱۱ء کے انقلاب کی نسبت بلحاظ تعداد بہت زیادہ تھے اور سیاسی طور پر بھی زیادہ باشعور تھے ۔ تاہم ، اگر دانشور خود کو مزدوروں اور کسانوں سے مربوط کرنے میں ناکام رہے تو پھر کچھ بھی حاصل نہ کر پائیں گے ۔ آخری تجزیے کے مطابق انقلابی دانشوروں اور غیرانقلابی یا انقلاب دشمن دانشوروں کے درمیان حدفاصل یہ ہے کہ وہ خود کو مزدوروں اور کسانوں سے مربوط کرنے پر آمادہ ہیں یا نہیں اور وہ عملاً بھی ایسا کرتے ہیں یا نہیں ۔ *

تاریخ نے اس کی پوری طرح تصدیق کر دی ۔
ہو شی نے ساری زندگی امریکہ کی کاسہ لیسی اور چین میں یکے بعد دیگرے قائم ہونے والی رجعت پسند حکومتوں کی عہدیداری میں گزار دی ۔ حالات و واقعات کا دھارا بہت پہلے ہی فیصلہ دے چکا تھا کہ چین ایسے ملک میں سرمایہ‌داری کا خودمختارانہ فروغ ناممکن تھا ، کیونکہ وہ سامراج اور سامراجی تسلط کی جگہ سوشلزم قائم کرنے کی خاطر برپا ہونے والے پرولتاری انقلاب کے عالمی دور میں قومی آزادی اور پیش رفت کے لئے نبرد آزما تھا ۔ لہذا سوشلزم کو مسترد کرکے سرمایہ‌داری چاہنے والے کسی " روشن خیال " سے

---

* " ۴ مئی تحریک " ، «منتخبات ماؤ زے تنگ» ، جلد دوم ، اردو ایڈیشن ، غیرملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پیچنگ ، ۱۹۷۳ء ، صفحہ ۴۱۱ ۔

" روشن خیال " آدمی کے لئے بھی سامراج اور ملکی رجعت پسندی کا پٹھو بننا ناگزیر تھا ۔ ھو شی چیانگ کائی شیک کی تھائی وان حکومت میں ، جو چین میں پرانی نیم نوآبادیاتی ، کمپراڈور حکمرانی کی ناروا باقیات تھی ، " سائنسی علوم کی اکیڈمی کا صدر " بنا ، ایک " روشن خیال " ، اس سے زیادہ پا بھی کیا سکتا تھا ؟

لی تا چاؤ نے انقلاب کی راہ اپنائی اور تختۂ دار پر پہنچ کر انقلاب کے اولین شہداء میں نام پایا ۔ بہرحال چینی دانشوروں کے لئے انہوں نے جس راہ کا پرچار کیا تھا اور کمیونسٹ پارٹی جس کے قیام میں انہوں نے ھاتھ بٹایا تھا ، وھی بالآخر عوام کو اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب رھی اور اسی نے سامراج اور رجعت پسندی کو شکست دے کر عوامی جمہوریۂ چین قائم کیا ۔ چین کے سارے عوام کے لئے خودمختاری ، قوت اور دور جدید کی ترقی کی حقیقی شاھراہ یہی تھی ۔

باب ۱۲

کمیونسٹ پارٹی کا قیام : مزدور طبقے کی قیادت کا آغاز (۱۹۲۱ ـ ۱۹۲۳ء)

"۴ مئی" تحریک کے بعد مارکسیوں کی تعداد میں تیزی سے اضافہ ہوا ۔ پئچنگ (لی تا چاؤ اور دیگر لوگ) ، شنگھائی ، ہانکھو (تونگ پی وو اور دیگر لوگ) ، چھانگشا (ماؤ زے تنگ کی زیر قیادت) ، چی نان اور ہانگچو میں اور بیرونی ملکوں میں چینی طلبا کے مابین (مثلاً پیرس میں چو این لائی اور دیگر لوگوں کی زیرقیادت) کمیونسٹ گروپ قائم ہو گئے ۔

جولائی ۱۹۲۱ء میں شنگھائی میں چینی کمیونسٹ پارٹی کی پہلی کانگرس منعقد ہوئی اور اسی وقت سے پارٹی کا قیام بھی عمل میں آیا ۔ چینی مزدور طبقے اور اس کے مفادات کی بنیادوں پر پارٹی کی تشکیل نے چینی عوام کی طویل روایات کی حامل خودرو یا جزوی

طور پر منظم جدوجہد کو مارکسی - لیننی تجزیے اور دوربینی کی رہبری میں شعوری انقلابی جدوجہد کا روپ دینے کی سعی کا آغاز کیا - اس نے رہنما طبقے کے قائدین کا گروپ تشکیل دیا - ماضی سے اس طبقے کو کچھ بھی لگاؤ نہ تھا ، بلکہ دوسرے ملکوں کے مزدور طبقوں کی مانند یہ بھی مستقبل کی نمائندگی کرتا تھا -

ایسی قیادت کے فقدان کے سبب ماضی میں چینی عوام کی تمام بغاوتیں شجاعانہ اور وسیع تر ہونے کے باوجود ناکام رہی تھیں - تھائی پھینگ اور ای ہو تھوان " باکسروں " کو تاریخی شکست کا سامنا کرنا پڑا ، کیونکہ یہ کلیتاً کسان جنگیں تھیں - ۱۲ - ۱۹۱۱ء میں چین کے بورژوا طبقے نے اپنی کمزوری اور نااہلی ظاہر کر دی تھی اور جو کام شروع کیا اسے پورا کرنے میں ناکام رہا تھا - اب ، آخرکار ، چین میں سامراج دشمن اور جاگیرداری دشمن انقلاب ایسی شاہراہ پر چل نکلا تھا جو اسے کامیابی سے ہمکنار کرنے والی تھی - تاہم حصول مقصد کی خاطر چینی عوام کو لگ بھگ تیس سال تک زبردست جنگیں لڑنی پڑیں -

ادھر سامراجیوں میں بھی ، جنگ کے نتیجے میں پیدا شدہ عالمی توازن قوت کی بنیادوں پر نئی گروہ بندیاں ہو رہی تھیں - نت نئے گٹھ جوڑ اور طریقے اختیار کرتے ہوئے انہوں نے چین کے وسائل اور عوام پر تسلط برقرار رکھنے کی تگ و دو پھر سے شروع کر دی -

بین الاقوامی سطح پر امریکہ سب سے بڑی سامراجی طاقت بن کر ابھرا - نئی نئی طاقت کے بل پر اس نے جاپان کو مجبور کر دیا کہ وہ چین میں دوران جنگ حاصل کردہ مفادات سے دستبردار ہو جائے -

اس نے برطانوی ۔ جاپانی اتحاد بھی کالعدم کروا دیا ۔ نئی گروہ بندیوں اور اس نئی بنیاد پر چین میں مشترکہ سامراجی محاذ کی بحالی کی کوششوں کا اظہار ان سمجھوتوں میں ہوا جو پہلی جنگ عظیم کے فاتحین کی واشنگٹن کانفرنس میں طے پائے تھے ۔ یہ کانفرنس نومبر ۱۹۲۱ء سے فروری ۱۹۲۲ء تک جاری رہی ۔

ان میں سے ایک سمجھوتے ، نوطاقتی سمجھوتے ، میں امریکہ ، سلطنت برطانیہ ، جاپان ، فرانس ، اٹلی ، نیدر لینڈ ، پرتگال ، بلجیئم — اور پئچنگ کی جنگی سردار حکومت نے ایک بار پھر " چین میں کھلے دروازے " کے رسوائے زمانہ اصول کی تائید کی ۔ اسے امریکہ کی ایک زبردست موشگافی قرار دیا گیا ۔ چین کو کانفرنس کا ایک " ہم رتبہ " رکن بنا کر مجبور کیا گیا کہ وہ صرف ایک طاقت (جیسا کہ جاپان کے اکیس مطالبات کی شکل میں ہوا تھا) کی بجائے متعدد طاقتوں کے حقوق مداخلت " رضاکارانہ طور پر " تسلیم کر لے ، جن میں سے اب امریکہ اقتصادی اور سیاسی اعتبار سے پیش پیش تھا ۔

چین میں سرمایہ‌کاری کے لئے امریکہ ، برطانیہ ، فرانس اور جاپان کا ایک نیا بینکنگ کنسورشیم بھی تشکیل دیا گیا ، جس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ سمجھوتہ عالمی مالیاتی سرمائے کے لئے ایک آلے کی حیثیت رکھتا تھا ۔ اس کنسورشیم پر امریکی بینکاروں کا غلبہ تھا (جب کہ ماضی میں برطانیہ کو غلبہ حاصل رہا) ۔ کنسورشیم کے امریکی منتظمین کا ایک فوری مقصد جاپان کے منچوریائی حلقۂ اثر میں مالیاتی اثرونفوذ حاصل کرنا تھا ۔ اس علاقے میں امریکی سامراجی مفادات تین پہلو رکھتے تھے : یہاں استحصال کی گنجائش

زیادہ تھی ، یہ چین پر تسلط جمانے میں اڈے کا کام دے سکتا تھا اور سوویت انقلاب کے خلاف فوجی کارروائی کا مرکز بن سکتا تھا ۔

واشنگٹن سمجھوتوں اور ینکنگ کنسورشیم کو بظاہر " بین الاقوامی معاہدے " کا لبادہ اوڑھایا گیا تھا ، مگر درحقیقت ، جیسا کہ بعد کے واقعات سے عیاں ہو گیا یہ ایک بدترین قسم کا فریب تھا ۔ چین میں ہر سامراجی گروپ نے بڑی سرگرمی سے اپنے اپنے جنگی سرداروں کی پرورش شروع کر دی ۔ اس کا مقصد پورے ملک پر فوجی تسلط حاصل کرنا تھا ۔ ان طاقتوں نے اپنے اپنے پروردہ جنگی سرداروں کے لئے پہلی جنگ عظیم کے فالتو اسلحے اور مفتوح جرمنوں اور آسٹرویوں سے چھینے ہوئے اسلحے کے انبار لگا دیئے اور جلد ہی توپوں کی گھن گرج سنائی دینے لگی ۔

جاپان نے اپنے نئے گھوڑے چانگ زو لین کو " چین کا مرد آہن " بنانے کے لئے ہتھیار فراہم کئے جو فنگ تھیئن ٹولی کا ایک جنگ باز تھا ۔ برطانیہ اور امریکہ نے اپنے منظور نظر کرائے کے سپاہی وو پھئی فو کو اسلحہ پہنچایا جو چی لی * ٹولی سے تعلق رکھتا تھا ۔ اگلے چند برسوں کے دوران یہ کرائے کی فوجیں باہم دست و گریباں رہیں اور دیہی علاقوں کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیا ۔ ان لڑائیوں کا مقصد بس ایک فیصلہ کرنا تھا ۔ وہ یہ کہ کونسی سامراجی طاقت چین کی لوٹ کھسوٹ میں سبقت لے جاتی ہے ۔

---

* فنگ تھیئن اور چی لی شمال مشرقی چین میں آج کے صوبہ لیاؤ نینگ اور شمالی چین میں صوبہ ہپے کے قدیم نام ہیں ۔

نتیجہ یہ نکلا کہ چین پہلے سے کہیں زیادہ انتشار اور کمزوری کا شکار ہو گیا ۔ "۴ مئی" تحریک کی شکل میں سامنے آنے والی عوامی احتجاج کی لہر وقتی طور پر دب چکی تھی ۔ اس کا سبب یہ تھا کہ یہ ایک خاص مسئلے "معاہدۂ ورسائی" کے دور کی پیداوار تھی اور تاحال بحیثیت مجموعی چینی انقلاب کے لئے طے شدہ پروگرام سے مربوط نہیں ہوئی تھی ۔ تاہم ، اخبارات کی گمراہ کن شہ سرخیوں کے پیچھے ، جو جنگی سرداروں کے عروج و زوال کی داستانیں بیان کرتی تھیں ، ایک فیصلہ کن عمل وجود پا رہا تھا ۔ کمیونسٹ پارٹی نے مزدور طبقے کی تنظیم کا کام شروع کر دیا تھا ۔ صورت حال کس قدر موافق تھی اس کا اندازہ ایک بات سے لگایا جا سکتا ہے ۔ کمیونسٹ پارٹی کی پہلی کانگرس کے وقت ارکان کی کل تعداد صرف پچاس تھی ، اس کے باوصف وہ مزدوروں کی صفوں میں رہنما نظریاتی قوت بن کر ابھری اور تاحال کوئی دوسری سیاسی قوت اسے اس مقام سے محروم نہیں کر سکی تھی ۔ اور یہ مزدور طبقہ ہی تھا جس نے "۴ مئی" تحریک کے بعد سامراج کے خلاف اولین زبردست جدوجہد کا آغاز کیا ۔

چین میں مزدور طبقے کی سرگرمیاں ابتدا ہی سے نہ صرف اقتصادی بلکہ سیاسی بھی رہی تھیں ۔ جمہوری حقوق کا مکمل فقدان — اور سامراج ، نیم جاگیردارانہ حکومت اور سرمایہ‌داری کا تہرا استحصال — قانونی ٹریڈ یونین تحریک کے فروغ کی اجازت نہیں دیتا تھا ۔ اور نہ ہی ، ان حالات میں ہنرمند "مزدور اشرافیہ" کا ایسا کھاتا پیتا حلقہ وجود میں آ سکتا تھا جو تحریک کو گمراہ کر کے اصلاحی حربوں

کی طرف لے جاتا ۔

۱۹۱۸ء میں چین میں صرف ۶ ہزار مزدوروں نے ہڑتالوں میں حصہ لیا ۔ ۱۹۱۹ء میں ، گو ہنوز مزدور طبقے کی کوئی سیاسی پارٹی وجود میں نہیں آئی تھی ، ریلوے میں کام کرنے والے ، دھاتوں کے کارخانوں میں کام کرنے والے ، مشینیں چلانے والے ، چھاپے خانوں میں کام کرنے والے اور ٹراموں کے ملازم " ۴ مئی " تحریک کے عام قومی تقاضوں پر لبیک کہتے ہوئے میدان میں نکل آئے اور ہڑتالیوں کی تعداد ایک لاکھ تک جا پہنچی ۔ ۱۹۲۲ء میں ، جس سے ایک سال پہلے کمیونسٹ پارٹی قائم ہوئی تھی اور اس نے فلاحی انجمنوں ، کلبوں اور شبینہ اسکولوں کے توسط سے مزدوروں کے ساتھ رابطہ پیدا کیا تھا ، تین لاکھ مزدوروں نے ہڑتالوں میں شرکت کی ۔

اسی سال جنوری میں ہانگ کانگ کے ۶۰ ہزار ملاحوں اور گودی مزدوروں نے تنخواہوں میں اضافے کے لئے آٹھ ہفتے تک ہڑتال کی اور برطانوی سامراج کی اس براہ راست نوآبادی میں جہاز رانی کو ٹھپ کرکے رکھ دیا ۔ جنوبی چین میں کینٹن سے شمال مشرقی چین میں مکڈن (اب شن یانگ) تک ریلوے مزدوروں نے اس جدوجہد میں ان کا ساتھ دیا ، یکجہتی کی کمیٹیاں تشکیل دیں اور ہڑتالیوں کے لئے چندہ جمع کرکے بھیجا ۔ یہ ہڑتال ہوتے ہوتے ہانگ کانگ کے تمام شعبوں میں جزوی عام ہڑتال کی شکل اختیار کر گئی اور سرحدوں پر متعین برطانوی فوجیوں نے واقعتاً ان مزدوروں پر گولی چلا دی جو اس نوآبادی سے نکلنا چاہتے تھے ۔ اور سامراج کی یہ حقیقت سب پر بےنقاب ہو گئی کہ وہ مزدوروں کا استحصال کئے

بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا ۔

ہڑتال کے نتائج سے ایک اور سبق سامنے آیا ۔ قبل ازیں کوئی جدوجہد ، خواہ وہ تنہا چینی کسانوں کی جنگ تھی یا چینی سرمایہ‌داروں کی ، سامراج سے معمولی سی مراعات بھی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی تھی ۔ لیکن ہانگ کانگ میں ملاحوں اور دوسرے مزدوروں نے پرعزم ، متحدہ جدوجہد کے ذریعے اجرتوں میں ۱۵ سے ۳۰ فیصد اضافہ کروا لیا اور اپنی ٹریڈ یونین کی قانونی حیثیت منوا لی ، جسے برطانوی گورنر قبل ازیں ایک آرڈی‌نینس کے ذریعے غیرقانونی قرار دے چکا تھا ۔

۱۹۲۲ء کا سال پورے چین میں ہڑتالوں اور مہموں کا سال رہا ۔

مزدوروں نے مطالبہ کیا کہ انہیں انسان سمجھ کر اجرتیں دی جائیں ۔ شنگھائی میں ہنرمند مزدوروں کو اس وقت کی شرح مبادلہ کے مطابق ۶ امریکی ڈالر کے برابر ماہانہ اجرت ملتی تھی ؛ غیر ہنرمند مزدور ۴ امریکی ڈالر ماہانہ پاتے تھے ؛ عورتوں اور نوعمر مزدوروں کو اس سے بھی کم معاوضہ ملتا تھا ۔

انہوں نے ۸ یا ۱۰ گھنٹے یومیہ کام کا مطالبہ کیا ۔ مثال کے طور پر مشینی صنعتوں میں ۱۴ سے ۱۷ گھنٹے روزانہ کام لیا جاتا تھا ۔

انہوں نے اپنی یونینیں تسلیم کروانے کے لئے جدوجہد کی ۔ پیچنگ حکومت کے قوانین کے تحت محنت کش لوگوں کی تنظیموں اور کام چھوڑ اقدامات پر پابندی عائد تھی ۔

مزدوروں کی زیادہ تر قیادت کمیونسٹوں کے ہاتھوں میں تھی ۔

۱۹۲۲ء میں ماؤ زے تنگ کو ہونان صوبائی ٹریڈ یونین کا چیرمین منتخب کیا گیا ۔ اس کے بعد چھانگشا ، پڑوسی صوبہ چیانگشی کی آن یوان کوئلے کی کانوں کے ۲۰ ہزار کانکنوں اور دوسرے علاقوں میں ہڑتالوں کا سلسلہ چل نکلا ۔ آن یوان ہڑتال خاص اہمیت رکھتی تھی جس کی قیادت لیو شاؤ چھی کر رہے تھے ۔ اس کے نتیجے میں ہان یہہ پھینگ اسٹیل ورکس میں کوئلے کی فراہمی بند ہو گئی ، جو اس وقت چین میں نوکرشاہی ۔ سرمایہ‌داری کا سب سے بڑا کارخانہ تھا ۔ اس میں جاپانی سرمایہ لگا ہوا تھا اور اسی کے کنٹرول میں تھا ۔ اس طرح یہ ہڑتال رجعت پسند جنگی سرداروں کی حکومت اور سامراجیوں کے لئے براہ راست چیلنج بن گئی ۔ آن یوان کی تنظیم نہ صرف مجموعی طور پر کان ، ورکشاپ اور ادارے کی حد تک طاقتور تھی بلکہ خاص طور پر مارکسی ۔ لیننی سیاسی تعلیم میں بھی بہت آگے تھی ۔ یہ تعلیم مزدوروں کی کلاسوں اور اسکولوں کے توسط سے دی جا رہی تھی ۔ اس تنظیم نے بعدازاں دوسری جگہوں پر ہڑتالوں ، اور ۲۷-۱۹۲۶ء کی جنگی سردار دشمن شمالی مہم کی انقلابی فوجوں کو مدد بہم پہنچائی ۔ چیانگ کائی شیک کی غداری کے بعد بھی ، رجعت پسند جبروتشدد اسے ختم نہ کر سکا ، اور اس نے ۱۹۲۷ء میں ماؤ زے تنگ کی زیرقیادت فصل خریف کی کٹائی کے موقع پر بغاوت میں مزدوروں کے مسلح دستے بھیجے ، اور بغاوت اور نتیجتاً قائم شدہ کوہ چینگ کانگ دیہی انقلابی علاقے کے لئے خفیہ رابطے کا کام کیا ۔ یہ پورے چین میں چینی سرخ فوج کا قائم کردہ اولین اساسی علاقہ اور مزدوروں اور کسانوں کے سیاسی اقتدار کا مرکز تھا ۔

۱۹۲۰ء کے عشرے کے اوائل ھی سے چینی مزدوروں نے یہ اظہار شروع کر دیا کہ وہ ناقابل یقین حد تک خراب حالات اور بنیادی انسانی حقوق کے فقدان کے سامنے سر جھکانے کی بجائے لڑ کر جان دینے کو زیادہ بہتر سمجھتے تھے ۔ وہ ان حالات کے خلاف ، جنہوں نے ملک کو غیرملکی مالیاتی سرمائے کے لئے کم اجرتی الڈوریڈو بنا رکھا تھا ، اور چینی جنگ بازوں کے خلاف ، جو ان " فوائد " کو برقرار رکھنے کی خاطر مزدوروں اور کسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے پر کمربستہ رہتے تھے ، حیات و بقا کی جدوجہد کے دور میں داخل ھو گئے ۔

طبقاتی تصادم کا اصل اکھاڑا ھلکی صنعتیں نہیں تھیں جن میں قومی سرمایہ‌داری بےحد فروغ پا چکی تھی ، بلکہ اس کا اصل مرکز ریلوے ، جہاز رانی اور ان کے ذیلی مرمتی ادارے ، اور کانیں تھیں ۔ یہ شعبے اس میکنزم کی علامت تھے ، جس کے ذریعے دیہی علاقوں سمیت پورے چین کو سامراجی طاقتوں کا باج گزار بنایا جا چکا تھا ۔ یہی شعبے تھے جن میں سامراجی مفادات زیادہ غالب اور جنگی سرداروں کے مفادات سے باھم مربوط تھے ۔ یہی شعبے تھے جن میں مزدور طبقہ زیادہ مرتکز تھا اور ملک گیر رابطے اور وحدت عمل کی صلاحیت رکھتا تھا ۔ مزید برآں ، یہی شعبے تھے جن میں مزدور آبادی کے دوسرے حصوں کی حمایت حاصل کر سکتے تھے ۔ قومی بورژوا طبقے کے ان حلقوں کی حمایت حاصل کر سکتے تھے جو مواصلات اور بنیادی اداروں میں غیرملکی تسلط کے باعث نقصان اٹھا رھے تھے ۔ یہ جملہ عوامل سامراج سے شدید ٹکراؤ کی سمت لے گئے ۔ ان عوامل نے رویہ‌اضافہ

متفکر محبان وطن پر بھی عیاں کر دیا کہ مزدور طبقہ اب قومی غلامی کے خلاف جنگ کی صف اول میں کھڑا ہو چکا تھا ۔

اس ناگزیر جنگ کا آغاز برطانوی ملکیت پٹچنگ ۔ ہانکھو ریلوے سے ہوا ، جو اس وقت جنگ باز وو پھئی فو کے کنٹرول میں تھی ۔ اس ریلوے کی آمدنی کا جو حصہ غیرملکی حصص یافتگان کو ادا نہیں کیا جاتا تھا ، وہ وو پھئی فو کو ملتا تھا ، کیونکہ یہ اس کی فوجوں کی مالی ضروریات پوری کرنے کا آسان طریقہ تھا ۔

اگست ۱۹۲۲ء میں پٹچنگ کے قریب چھانگ شین تھیئن لوکوموٹیو اینڈ کار ریپیئر فیکٹری کے مزدوروں نے کمیونسٹوں کے زیر انتظام کلبوں اور شبینہ اسکولوں کے گرد یکجا ہو کر جدوجہد شروع کی اور ۸ گھنٹے یومیہ کام ، چھٹیوں کی تنخواہ ، تنخواہوں میں اضافہ اور دیگر مراعات حاصل کر لیں ۔ ان کی کامیابی دیکھ کر دوسرے اسٹیشنوں پر بھی یونینیں وجود میں آ گئیں ۔ صوبہ ہنان کے شہر چنگ چو میں یکم فروری ۱۹۲۳ء کو پوری ریلوے کی جنرل یونین کا افتتاحی اجلاس بلایا گیا ، جس کے لئے نہ صرف کھلے بندوں اخبارات میں اعلان شائع ہوئے بلکہ ریلوے انتظامیہ کو بھی بھیجے گئے ۔

انتظامیہ نے اجلاس کی اجازت دے دی ، مگر ساتھ ہی خفیہ طور پر وو پھئی فو کو فوج بھیجنے کے لئے کہہ دیا اور اس فوج نے جائے اجلاس گھیرے میں لے لی ۔ اس دھوکادھی پر مندوبین اور مقامی ریلوے کارکنوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی ۔ انہوں نے گھیرا توڑ دیا اور یونین کے قیام کا اعلان کر دیا ۔ اسی رات فوجیوں نے یونین کے دفاتر پر ہلہ بولا اور توڑپھوڑ مچا دی ۔ یونین نے عام ہڑتال

کی اپیل کی ۔ ان کے مطالبات یہ تھے : (۱) ریلوے کے شمالی سیکشن کے وعدہ خلاف ڈائریکٹر کو ، جس کا تقرر جنگی سردار نے کیا ہوا ہے ، اور چنگ چو پولیس کے سربراہ کو برطرف کیا جائے ؛ (۲) ٹریڈ یونین کے نقصانات کی تلافی کی جائے اور ضبط شدہ جھنڈے واپس کئے جائیں ؛ (۳) یونین کے دفاتر کی تلاشی پر باضابطہ معافی مانگی جائے ؛ (۴) ریلوے کے عملے کو انوار اور دیگر تعطیلات کی تنخواہ دی جائے ۔

عام ہڑتال منضبط اور موثر رہی ۔ پوری لائن پر ایک گاڑی بھی حرکت میں نہ آئی ۔ تاہم اسٹیشنوں پر پھنسے ہوئے مسافروں کو کسی مشکل سے دوچار نہ ہونا پڑا ۔ اسٹرائیک کمیٹی نے ان کے لئے کھانے اور رہائش کا انتظام کر دیا ۔ جن کی منزل قریب تھی انہیں دوسرے ذرائع سے وہاں پہنچا دیا گیا ۔

مزدور طبقے کی قوت کا یہ مظاہرہ دیکھ کر امریکہ ، برطانیہ اور دوسرے ملکوں کے سفارت کار لرزہ براندام ہو گئے اور پیچنگ حکومت کو ایک مشترکہ نوٹ دیا ۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ ہڑتالوں کو فوری طور پر کچلا جائے ، ورنہ ریلوے کی تعمیر میں استعمال شدہ غیرملکی قرضوں کی ادائی خطرے میں پڑ جائے گی ۔

اس پر وو پھئی فو نے ہانکھو کے قریب چیانگ آن میں یونین کے عارضی ہیڈکوارٹر پر قبضہ کرنے کے لئے فوج بھیج دی ۔ ریلوے مزدوروں نے ان فوجیوں سے چھینے ہوئے ہتھیاروں کی مدد سے خاصی دیر تک ثابت قدمی سے مزاحمت جاری رکھی ، مگر آخر ہتھیار ڈالنے پڑے ۔ گرفتار شدہ مزدور رہنماؤں میں دو کمیونسٹ ، یونین کا برانچ

چیرمین لین شیانگ چھیئن ، اور اس کا قانونی مشیر ، دانشور شی یانگ بھی شامل تھے ۔ انہیں حکم دیا گیا کہ مزدوروں کو کام پر واپس آنے کے لئے کہیں ، مگر انہوں نے سختی سے انکار کر دیا ۔ اس کے نتیجے میں لین کو گولی مار دی گئی اور شی کو اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتارا گیا ۔ ۷ فروری کو پئچنگ کے قریب چھانگ شین تھیئن میں ، جہاں مزدوروں کی تنظیم کا آغاز ہوا تھا ، فوجیوں نے ہڑتالی مزدوروں پر گولی چلا دی ۔ چار افراد ہلاک اور بیسیوں زخمی ہوئے ۔

اس بہیمانہ واقعے پر ملک بھر میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی ۔ پئچنگ میں ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے ہزارہا لوگ مقتولین کے جنازے میں شرکت کے لئے جمع ہو گئے ۔ چار دوسری ریلوے لائنوں پر ، جاپانیوں کے زیرتسلط ہان یہہ پھینگ آئرن اینڈ اسٹیل ورکس اور دیگر کارخانوں میں احتجاجی ہڑتالوں کا اعلان کر دیا گیا ۔ ریلوے مزدوروں کی ہڑتال جاری رہی اور آخر یونین کے کہنے پر انہوں نے دوبارہ کام شروع کیا ۔

۷ فروری ۱۹۲۳ء کی ہڑتال چینی انقلاب میں ۴ مئی ۱۹۱۹ء کی تحریک کے بعد دوسری اہم کڑی کی حیثیت رکھتی ہے ۔ ہو چھیاؤ مو نے اپنی کتاب « چینی کمیونسٹ پارٹی کے تیس سال » میں "۷ فروری " کے حسب ذیل نتائج بیان کئے ہیں :

اس نے مزدور طبقے کی منظم طاقت اور انقلابی پیش عملی کے تیز رفتار فروغ کی عکاسی کی ، عوام میں مزدور طبقے اور کمیونسٹ

پارٹی کا وقار بلند کیا ۔

ساتھ ھی ساتھ اس نے یہ بھی واضح کیا کہ ایسے حالات میں جبکہ جمہوری حقوق کا مکمل فقدان ھو ، طاقتور اتحادیوں اور اپنی مسلح افواج کے بغیر مزدور طبقہ پوری طرح مسلح رجعت پسند جنگی سرداروں کو شکست نہیں دے سکتا ۔

ان حقائق نے پارٹی اور مزدور طبقے کو درس دیا کہ چینی انقلاب میں فتح حاصل کرنے کے لئے یہ لازمی امر ھے کہ مسلح انقلاب کے ذریعے مسلح انقلاب دشمنی کا مقابلہ کرنے کی خاطر کسانوں کے ساتھ جو آبادی کے ۸۰ فیصد حصے کی تشکیل کرتے ھیں ، ادنیٰ بورژوا طبقے سے تعلق رکھنے والے کروڑوں شہریوں کے ساتھ اور سامراج اور جاگیرداری کے خلاف لڑنے کے خواھاں بورژوا جمہوریت پسند عناصر کے ساتھ سامراج دشمن ، جاگیرداری دشمن اتحاد قائم کیا جائے ۔

باب ۱۳

انقلابی متحدہ محاذ کی تشکیل
(۱۹۲۳ ــ ۱۹۲۵ء)

کمیونسٹ پارٹی مئی ۱۹۲۲ء میں اپنی دوسری کانگرس کے منشور میں کہہ چکی تھی، کہ "خانہ جنگی ختم کرنے، جنگی سرداروں کا تختہ الٹنے اور داخلی امن قائم کرنے؛ عالمی سامراج کے جبروتشدد کا قلع قمع کرنے اور چینی قوم کی مکمل خودمختاری حاصل کرنے؛ پورے چین کو ایک حقیقی ڈیموکریٹک جمہوریہ کی شکل میں وحدت دینے" کی خاطر وسیع تر بنیادوں پر جدوجہد کی جائے۔ انقلاب میں مزدور طبقے کی قیادت پر زور دینے اور بےزمین اور کم زمین کے مالک کسانوں کے لئے اراضی کا واضح پروگرام متعین کرنے میں ناکامی کے باوصف یہ اولین منشور تھا جس میں چینی عوام کی جدوجہد کے مقاصد اور تناظر کی پوری پوری صراحت کی گئی تھی۔

ایک سال بعد تیسری کانگرس نے جو واقعات "۷ فروری" کے بعد منعقد ہوئی تھی، مطلوبہ انقلابی اتحاد کی تشکیل کے لئے ٹھوس

قدم اٹھائے ۔ اس نے نشاندھی کی کہ سامراج اور جنگی سرداروں کے خلاف لڑائی میں مزدور طبقہ تنہا نہیں تھا اور اسے تنہا رہ کر جدوجہد کرنے کی ضرورت نہیں تھی ۔

شمالی چین میں جنگی سرداروں کے محاصل اور زرعی اجناس کی قیمتیں گرنے کے سبب مفلوک‌الحال کسانوں نے ۱۹۲۲ء میں مختلف مقامات پر علم بغاوت بلند کر دیا ۔ جنوب میں کمیونسٹ پھنگ پھائی کی زیرقیادت ۲ لاکھ کسانوں کی اولین یونین قائم ہوئی ۔

قومی سرمایہ‌دار بھی دور جنگ کی وقتی لہر بہر کے بعد اب پس رہے تھے ۔ انہیں نہ صرف پرانے سامراجی اور نوکرشاہی دباؤ بلکہ بعدازجنگ کی عالمگیر کساد بازاری ، جس کا آغاز ۱۹۲۱ء میں ہوا ، اور اندرون ملک جنگ بازوں کی باہمی چپقلش کے سبب منڈیوں کی تباہی کا بھی سامنا تھا ۔ لہذا پارٹی نے مشترکہ پروگرام کی بنیادوں پر کومنتانگ کو متحدہ محاذ قائم کرنے کی دعوت دی ۔ کومنتانگ قومی سرمایہ‌داروں کی بدحالی کے سبب ایک بار پھر آمادۂ جہد ، مگر کوئی موثر قدم اٹھانے کی صلاحیت سے عاری تھی کیونکہ شہری اور دیہی علاقوں کے محنت کش لوگوں سے رابطے میں اسے کبھی کامیابی حاصل نہ ہو سکی تھی ۔

سرمایہ‌دار عناصر کے ساتھ متحدہ اقدام کی یہ پیشکش لینن کے اس اصول پر مبنی تھی کہ سامراجی ملکوں کے انقلاب ، جہاں بورژوا طبقہ اپنے اور دوسرے ملکوں کے عوام پر جبروتشدد کرتا ہے ، اور نوآبادیاتی اور محکوم ملکوں کے انقلاب میں ، جہاں کچھ بورژوا عناصر بھی سامراجی جبروتشدد کا شکار ہوتے ہیں ، بنیادی فرق ہوتا

ہے ۔ لینن نے نشاندھی کی تھی کہ ان حالات میں کمیونسٹوں کو " نوآبادیاتی ملکوں میں آزادی کی بورژوا تحریکوں کی حمایت کرنی چاہیئے بشرطیکہ یہ تحریکیں حقیقی معنوں میں انقلابی تحریکیں ہوں اور ان کے نمائندے کسانوں اور استحصال کے شکار عوام کو انقلابی جذبے کے ساتھ تعلیم دینے اور منظم کرنے میں ہمارے سدراہ نہ ہوں ۔ "*

چین میں یہی صورت موجود تھی اور مجاھدانہ قومی انقلابی تحریک کے بےمثال فروغ کی سمت لے گئی ۔

کومنتانگ کی رھنمائی سن یت سین کر رہے تھے ۔ اس راست‌باز محب وطن نے ، بہت سی غلطیوں اور غلط اندازوں کے باوصف ، جذبۂ جہاد یا واقعات سے سیکھنے کی صلاحیت کو ہمیشہ برقرار رکھا ۔ سن یت سین بہت عرصہ پہلے ھی یہ جان چکے تھے کہ صرف انقلابی مسلح جدوجہد ھی چین میں مسلح جنگی سرداریت پر قابو پانے اور ملک کو متحد کرنے کا واحد راستہ تھا ۔ مگر انہوں نے ساری توجہ اس امر پر مرکوز رکھی کہ حصول مقصد کے لئے کسی موجود فوج پر ھی تکیہ کیا جائے ۔ لہذا کسی " زیادہ محب وطن " جنگی سردار سے وابستگی کی کوشش کرتے رہے ۔ اس یکطرفہ انداز فکر کے سبب انہوں نے ایسے عناصر پر بھروسا کیا جو قابل اعتماد نہ تھے ، اور ۴ مئی ۱۹۱۹ء کی سامراج دشمن عوامی تحریک کے انقلابی مضمرات کو نظرانداز کر گئے ۔ مزیدبرآں ، وہ عرصے سے سامراج کی فطرت کا صحیح ادراک نہ کر سکے تھے ۔ انہوں نے اپنی ایک کتاب « چین

---

* " کمیونسٹ انٹرنیشنل کی دوسری کانگرس میں قومی اور نوآبادیاتی سوال کے بارے میں رپورٹ " ، ۲۶ جولائی ۱۹۲۰ء۔

کا بین‌الاقوامی پیکر » میں غیرملکی سرمایہ‌داروں کو ترغیب دینے کی کوشش کی کہ وہ تعمیر نو میں مشغول ایک خودمختار متحد چین کے ساتھ تجارت کرتے اور سیاسی غلبے کی کوششوں میں حصے بخرے کرکے اس کی منڈی کی حیثیت ختم نہ کرتے تو پہلی جنگ عظیم کے بعد اقتصادی بحران سے بچ سکتے تھے ۔ مگر ایک طاقتور خودمختار چین کی عدم موجودگی میں ایسی دلیل اور سامراجیوں سے یہ توقع کہ وہ مخالفت کی بجائے ایسے چین کی تخلیق میں مدد دیتے ، محض خام خیالی ثابت ہوئی ۔

سن یت سین کو عالمی حقیقتوں کے غلط ادراک کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی ۔ بڑی طاقتوں نے ان کے مشورے کو درخوراعتنا نہ سمجھا ۔ بلکہ " محب وطن " جنگی سردار ، جنوبی چین کے جنرل چھن چیونگ مینگ کو ، جس پر وہ تکیہ کئے بیٹھے تھے ، برطانیہ نے خرید لیا اور اس نے سن یت سین کو عارضی طور پر ان کے دارالحکومت کینٹن سے نکال دیا ۔ یہ وہی سزاوار فراموشی جنگ باز غدار تھا ، جسے کچھ عرصہ قبل مغربی آزاد خیالی کے پنڈت مشہور امریکی " ترقی پسند معلم " جان ڈیوی نے یہ کہتے ہوئے بانس پر چڑھایا تھا کہ " چین میں اب تک میں جتنے بھی حکام سے ملا ان میں سب سے زیادہ پراثر . . . ایک ایسا شخص جو اول درجے کا قومی رہنما بن کر ابھرے گا ۔ " * پروفیسر ڈیوی اس وقت چین میں ان تمام

---

* John Dewey, *China, Japan and the U.S.A.*, ("New Republic" Pamphlet) New York, 1921, p.39. - مصنف نے چھن چیونگ مینگ کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہوئے مزید کہا ، " راست باز . . . شک‌وشبہے سے بالاتر

لوگوں کے لئے پسندیدہ فلاسفر اور دانا کا درجہ رکھتا تھا جو ۴ مئی تحریک کے بعد سے چینی نوجوانوں کے روزافزوں انقلابی جوش و جذبہ کا رخ مارکسزم (اور اس نتیجے میں ان کا پتا پانی کر دینے والے "بالشوزم") سے (سامراج کی خاطر) نظریۂ عملیت اور انتظامی اور تعلیمی اصلاحات کے محفوظ راستے کی طرف موڑنے کے خواہاں تھے ۔

بہرحال ، سن یت سین کا شمار ایسے لوگوں میں نہیں ہوتا تھا ۔ وہ روسی انقلاب کے ابتدا ہی سے معترف تھے اور ۱۹۲۱ء کے بعد انہوں نے عملی رہنمائی حاصل کرنے کی خاطر اس کا مطالعہ شروع کر دیا ۔ انہوں نے سوویت رہنماؤں کو لکھا : "میں آپ کے نصب العین ، خصوصاً آپ کی سوویتوں کی تنظیم ، آپ کی فوج اور تعلیم کے بندوبست میں بےحد دلچسپی رکھتا ہوں . . . ماسکو کی مانند ، میں چینی جمہوریہ کی بنیادیں نوجوان نسل — مستقبل کے کارکنوں کے ذہنوں پر اٹھانا چاہتا ہوں ۔"

۱۹۲۳ء میں سن یت سین نے چینی کمیونسٹ پارٹی کے نمائندوں سے بات چیت کی ۔ انہوں نے ایک سوویت سفارت کار ایڈولف جوفے سے بھی ملاقات کی جو پٹچنگ کی سامراج نواز حکومت سے تعلقات معمول پر لانے کی غرض سے آیا ، مگر اس کی کوئی پذیرائی نہیں ہوئی تھی ۔

دیانتداری کا حامل" ۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ ایک ایسا شخص جو "وفاداری کے ساتھ رہبری اور کمان کر سکتا ہے — ایک حقیقت جو اسے بےنظیر بناتی ہے ۔" کیسی وفاداری اور کس کی وفاداری ؟

چینی کمیونسٹ پارٹی نے تعاون کے لئے تجاویز پیش کیں جنہیں سن یت سین نے معقول اور مناسب پایا ۔ اس کے زیراثر انہوں نے اپنے خیالات اور پروگرام میں انقلابی تبدیلیاں کیں اور ان نئے افکار کا پرجوش پرچار کیا اور انہیں چینی انقلاب کی کلید کامیابی قرار دیا ، جس کے وہ عمر بھر متلاشی رہے تھے ۔

سن یت سین نے اپنی کومنتانگ پارٹی کے لئے یہ "تین بڑی پالیسیاں" متعین کیں : سوویت روس کے ساتھ اتحاد ؛ چینی کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ اتحاد ؛ مزدوروں اور کسانوں کی تحریک کی حمایت ۔ انہوں نے ایک سلسلۂ تقاریر میں اپنے تین عوامی اصولوں کی جو لگ بھگ ۲۰ سال قبل وضع کئے گئے تھے ، ازسرنو توضیح کرتے ہوئے ان انقلابی خط و خال کا پرچار کیا اور وسعت دی جنہیں کومنتانگ ۱۹۱۱ء کے بعد تباہ کن پارلیمانی جوڑ توڑ میں ترک کر چکی تھی ۔

قوم پرستی کے اصول کا اب یہ مطلب نہیں رہا تھا کہ چھینگ شہنشاہوں کی جگہ ، جو مانچو تھے ، ہان (چین کی اکثریتی قومیت) اقتدار قائم کیا جائے ۔ واقعات نے اس محدود نقطۂ نظر کو متروک قرار دے دیا تھا ۔ نیا نقطۂ نظر یہ تھا کہ چین کو ہر قسم کے سامراجی تسلط سے نجات دلائی جائے اور چین میں آباد تمام قومیتوں کو مساوی درجہ دیا جائے ۔ یہ سن یت سین کی ، جنہوں نے ساری زندگی چین اور تمام ملکوں کے عوام کے جمہوری ورثے سے تقویت پائی تھی ، ایک اور خصوصیت تھی کہ ان کی قوم پرستی ہمیشہ دنیا بھر کی اقوام کے مابین امن اور "عالمی ہم آہنگی" کے بین‌الاقوامیت پر مبنی نظریے سے مربوط رہی ۔ تاہم کم سے کم پیشگی شرط ، مساوات

کے بغیر اس کا تصور بھی ممکن نہ تھا ۔ لہذا وہ نوآبادیت کو نفرت اور حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے ۔ سامراجی طاقتوں کے حکمران گروھوں کی فطرت سے آ گہی کے بعد انہوں نے لکھا :

وہ اقلیت کے ذریعے اپنے براعظموں اور خود اپنے ملکوں میں کثیرالتعداد عوام کو محکوم رکھتے ھیں بلکہ اس طاعون کو ایشیا تک بھی پھیلاتے ھیں ، جہاں ۹۰ کروڑ عوام پر چند افراد مسلط ھیں ۔ یہ بدترین ظلم اور قابل نفرین بات ھے ۔

اور سن یت سین نے اس سے ایک سبق اخذ کیا : " ایشیائی اقوام یکجا ھو کر ھی اپنی تحریک آزادی کو کامیابی سے ھمکنار کر سکتی ھیں ۔ " " جب اس عظیم اصول کا اطلاق ھوگا ، جب عالمی بھائی چارہ وجود میں آئےگا " تب جدوجہد کا عظیم فریضہ پایۂ تکمیل کو پہنچےگا ۔

انہوں نے اصول جمہوریت کی توضیح یوں کی : **" مختلف جدید ملکوں میں نام نہاد جمہوری نظام پر عموماً بورژوا طبقے کا اجارہ ھے اور یہ عام لوگوں کو کچلنے کے لئے ایک آلے کی شکل اختیار کر چکا ھے ، جبکہ کومنتانگ کا اصول جمہوریت عام لوگوں پر محیط ھے اور کسی اقلیت کو اس پر اجارہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ۔ "**

اصول معاش میں ایک بار پھر " زمین کسانوں کے لئے " کا تقاضا کرکے کسان طبقے کی ھمدردیوں کا حصول ممکن بنایا گیا ۔ مزدوروں کے لئے تنظیم ، اچھی تنخواھوں اور اچھے حالات کار کا حق

تسلیم کیا گیا ۔ اجارہداریوں اور معیشت کی کلیدی شاخوں پر نجی سرمائے کے حقوق تسلیم نہ کئے گئے ، جنہیں جمہوری ریاست قومی ملکیت میں لینے والی تھی ۔ سن یت سین مارکسی نہ تھے (انہوں نے متعدد نکات پر مارکسی نظریات کے خلاف دلائل دیئے) ، پھر بھی مشترکہ جدوجہد میں مارکسیوں کو رفقائے کار سمجھتے تھے ۔ "ہم یہ نہیں کہہ سکتے ، کہ کمیونزم عوام کے اصول معاش سے کوئی تضاد رکھتا ہے ، " انہوں نے کہا ، **" بلکہ اس اصول کا ایک اچھا دوست ہے ... میں سوشلزم کا خیرمقدم کرتا ہوں کیونکہ یہ ملک کے لئے اچھا اور عوام کے لئے فائدہ مند ہے ۔ سماجی انصاف اس بات کا مقتضی ہے کہ بعض چیزیں سرکاری ملکیت میں لے لی جائیں تاکہ عوام کی فلاح و بہبود کے کام آ سکیں ۔ جب ہمارے ملک میں سوشلزم آ جائےگا تو نوجوانوں کو تعلیم کے مواقع ملیں گے ، بوڑھوں کی دیکھ بھال کی جائے گی اور ہر کسی کو روزگار حاصل ہوگا ۔ "**

سن یت سین کے اصول سائنٹفک سوشلزم کے اصول نہیں تھے ۔ انہوں نے نہ تو معاشرے کے مختلف طبقوں کے کردار کی توضیح کی اور نہ ہی طبقاتی جدوجہد کو تاریخ کی قوت محرکہ تسلیم کیا ۔ بہرحال ، ان اصولوں نے ایسے مشترکہ پروگرام کی آئینہداری کی جو اس مرحلے پر قابل قبول تھا ۔ یہ اصول چند افراد کے مفادات پر مبنی نہ تھے ؛ سن عوام سے کبھی خوفزدہ نہ ہوئے ، بلکہ تجربے سے وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ صرف عوام کی جدوجہد ہی چین کو بچا سکتی تھی ۔

اس طرح سن یت سین کی پارٹی کمیونسٹوں کے ساتھ انقلابی

اتحاد میں شامل ہو گئی جس میں کمیونسٹوں نے اپنی تنظیمی حیثیت برقرار رکھی ۔ اس کی نئی نوعیت جنوری ۱۹۲۴ء میں منعقدہ کومنتانگ کی پہلی قومی کانگرس کے منشور میں عیاں کی گئی ۔ اس دستاویز میں کومنتانگ کی ان غلطیوں کا ناقدانہ جائزہ لیا گیا جو وہ ۱۹۱۲ء (خصوصاً اسی سال یوان شی کھائی کے حق میں اقتدار سے دستبرداری) سے کرتی چلی آئی تھی ۔ اس میں ان غیرمساوی معاہدوں کی مذمت کی گئی جو سامراج نے چین پر مسلط کر رکھے تھے ۔ اس میں کومنتانگ نے وعدہ کیا کہ وہ ٹریڈ یونینوں کے قیام کا حق دے گی اور مزدوروں اور کسانوں کے حالات بہتر بنانے کے لئے دیگر اقدامات کرے گی ۔ اس نے فوجیوں کے انسانی اور سیاسی حقوق کی توضیح کی (یہ نہ صرف، اس کی اپنی فوج کے سلسلے میں بلکہ جنگی سرداروں کی فوجوں تک جن میں لگ بھگ پندرہ لاکھ فوجی جانوروں ایسی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے اثر و نفوذ بڑھانے کے لئے ایک اہم قدم تھا) ۔ سن یت سین کی نوتشکیل شدہ "تین بڑی پالیسیاں" اور ازسرنو توضیح یافتہ تین عوامی اصول اس منشور کی سیاسی بنیاد تھے ۔ ان کے لئے سن یت سین نے پرعزم اور سخت جدوجہد کی ۔ جب کومنتانگ کے کچھ دائیں بازو کے ارکان نے کمیونسٹوں سے تعاون کی مخالفت کی تو انہوں نے اس مخالفت کو انقلاب سے ترک تعلق قرار دیا ۔ "اگر آپ لوگ کمیونسٹوں سے تعاون نہیں چاہتے ،" انہوں نے دھاڑ کر کہا ، "تو میں کومنتانگ کو توڑ کر کمیونسٹ پارٹی میں شامل ہو جاؤں گا ۔"

کینٹن میں ایک نئی انقلابی حکومت قائم کی گئی ۔ اس نے

نئی قسم کی قومی ، جنگی سردار دشمن فوج کے لئے افسروں کو تربیت دینے کی خاطر ہوامپو فوجی اکیڈمی قائم کی ۔ کومنتانگ افسر چیانگ کائی شیک ڈین اور کمیونسٹ چو این لائی سیاسی ڈائریکٹر مقرر ہوئے ۔ اس اکیڈمی کے طلبا کلاسوں سے سیدھے کینٹن کے رجعت پسند " تاجر رضاکاروں " کی بغاوت کچلنے کے لئے بھیجے گئے ۔ ان باغیوں کو برطانوی مقبوضہ ہانگ کانگ کی مالی امداد اور قیادت حاصل تھی ۔ (برطانوی قونصل جنرل نے ریمزے میکڈانلڈ کے تحت پہلی لیبر حکومت ، جو اپنی پیش رو ٹوری اور لبرل حکومتوں سے کسی طور بھی کم سامراجی نہیں تھی ، کے احکامات کے تحت بڑی دریدہ دھنی سے دھمکی دی کہ اگر باغیوں کے خلاف توپخانہ استعمال کیا گیا تو جواباً بحری کارروائی کی جائے گی اور ساتھ ہی سن یت سین سے اس دھمکی کا جواب بھی مانگا تھا ۔) ٹریڈ یونینوں اور کسان تحریکوں کا اثرونفوذ پھیلا ۔ کینٹن چین کے تمام علاقوں میں موجود دیانتدار اور پیش رفت کے خواہاں عناصر کی امیدوں کا مرکز بن گیا ۔

ادھر پئچنگ کی رجعت پسند حکومت نے عامیانہ انداز میں جمہوری شکل اپناتے ہوئے آنے والے طوفان کو روکنے کی کوشش کی ۔ اس نے " صدارتی انتخاب " کا ڈھونگ رچایا (جنگ باز چھاؤ کھون نے نام نہاد پارلیمنٹ کے ارکان کو ۲۵ لاکھ پاؤنڈ ، جو اس نے امریکی ذرائع سے حاصل کئے تھے ، رشوت دے کر یہ صدارتی انتخاب جیت لیا) ۔ اس نے بالآخر سوویت یونین سے سفارتی تعلقات قائم کرکے رائے عامہ کو مطمئن کرنے کی کوشش کی ۔ تاہم کینٹن کے انقلابی واقعات کا جو اثر جنگی سرداروں کے زیر تسلط شمالی چین کے قلبی علاقے تک

پہنچ رہا تھا ، یہ کوششیں اس کی راہ روکنے میں ناکام رہیں ۔

اکتوبر ۱۹۲۴ء میں "عیسائی جنرل" فنگ یوی شیانگ ، جس کے سامراج سے براہ راست روابط نہ تھے ، اپنے آقا وو پھئی فو سے بغاوت کرکے پئچنگ پر چڑھ دوڑا اور وو پھئی فو اور "صدر" چھاؤ کھون ، دونوں کی قوت کا صفایا کر دیا ۔ چھاؤ کھون نے غیرملکی پیسے سے جو اعلیٰ عہدہ خریدا تھا وہ محض بیکار سودا ثابت ہوا ۔

اس کے ساتھ ساتھ فنگ یوی شیانگ نے جنوب میں رونما ہونے والے انقلابی واقعات سے متاثر ہو کر وہ کام بھی مکمل کر دیا جو انقلاب ۱۹۱۱ء کے وقت سے ادھورا چلا آرہا تھا ۔ اس نے معزول شہنشاہ اور اس کے سفید ہاتھی دربار کو پئچنگ کے "شہر ممنوعہ" سے نکال باہر کیا ۔ اور یوں اس ذلیل سازش کا خاتمہ کر دیا جو آمر یوان شی کھائی نے معزول مانچو حکمرانوں سے کی تھی ۔ سابق شہنشاہ پھو ای پہلے نیدر لینڈ کے سفارتخانے میں اور پھر تھیئن چن میں جاپانی مراعاتی علاقے میں پناہ گزین ہوا (عرصے بعد وہ کٹھ پتلی ریاست "مانچو کو" کا "شہنشاہ" بن کر پھر منظر عام پر آیا جو جاپان نے ۳۲ - ۱۹۳۱ء میں شمال مشرقی چین پر قبضے کے بعد قائم کی مگر دوسری جنگ عظیم میں جاپان کی شکست کے بعد صفحۂ ہستی سے مٹ گئی) ۔

قومی تحریک کی امنڈتی لہر نے پئچنگ حکومت کو ملک کی پرامن وحدت کے لئے کانفرنس بلانے پر مجبور کر دیا ۔ سن یت سین نے کانفرنس میں شرکت کی دعوت قبول کر لی ۔ سارے راستے عوام نے ان کا پرجوش استقبال کیا ۔ تاہم پئچنگ پہنچ کر انہیں احساس

ہوا کہ وہاں کے حکمران ان کی یہ تجویز قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے کہ نئے قسم کا ملک گیر ریاستی اقتدار وضع کرنے کے لئے جمہوری طریقے پر قومی اسمبلی منتخب کی جائے ۔ پیچنگ پہنچنے کے کچھ ہی عرصے بعد وہ بیمار پڑ گئے اور ۱۲ مارچ ۱۹۲۵ء کو جگر کے سرطان کے باعث ان کا انتقال ہو گیا ۔ اس عظیم محب وطن انقلابی جمہوریت پسند کے آخری اقدام یہ تھے کہ انہوں نے اپنی پارٹی کے لئے وصیت اور سوویت یونین کی سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی کے نام خط لکھوائے ۔

وصیت میں کہا گیا تھا :

چالیس سال سے میں نے اپنی زندگی عوامی انقلاب کے نصب‌العین کے لئے وقف کئے رکھی اور اس میں میرا ایک ہی مقصد تھا : چین کو آزادی اور اقوام کے مابین مساوی حیثیت دلائی جائے ۔ ان چالیس برسوں کے تجربوں نے مجھے قائل کر دیا ہے کہ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنے عوام میں بیداری پیدا کرنی ہوگی اور مشترکہ جدوجہد میں دنیا کی ان اقوام کے ساتھ اتحاد قائم کرنا ہوگا جو ہمیں اپنے برابر سمجھتی ہیں ۔

انقلاب ابھی ختم نہیں ہوا ۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے کامریڈ قومی تعمیر نو کے لئے میرے منصوبوں ، قومی تعمیر نو کے بنیادی تقاضوں ، تین عوامی اصولوں ، اور ہماری پارٹی کی پہلی قومی کانگرس کے جاری کردہ منشور کی پیروی جاری رکھیں ،

اور ان پر عمل درآمد کی ہر ممکن کوشش کریں ۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ قومی سطح پر چینی عوام کی کانگرس منعقد کرنے اور غیرمساوی معاہدوں کو کالعدم قرار دینے کے سلسلے میں میں نے جو اعلانات کئے ہیں ان پر جلد از جلد عمل کیا جائے ۔

دنیا کی پہلی سوشلسٹ ریاست کے نام خط ، دنیا کو سامراج کے جوئے سے آزاد کرانے کی جدوجہد میں شانہ بشانہ لڑنے کا انقلابی عہد نامہ تھا ۔ اس میں کہا گیا تھا :

عزیز کامریڈو :

گو میں ایسے عارضے میں صاحب فراش ہوں ، جس کے سامنے انسان بےبس ہے ، مگر میرے ذہن میں آپ لوگ ، میری پارٹی اور میرے ملک کا مستقبل آباد ہیں ۔

آپ لوگ آزاد جمہوریتوں کی یونین کے قائد ہیں — جو مظلوم عوام کے لئے لافانی لینن کے ورثے کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ اس ورثے کی مدد سے سامراج کے ستائے ہوئے لوگ ناگزیر طور پر اس بین‌الاقوامی نظام سے نجات حاصل کر لیں گے جس کی بنیادیں عرصۂ دراز سے غلامی ، جنگوں اور ناانصافیوں پر قائم ہیں ۔

میں ورثے میں ایک پارٹی چھوڑے جا رہا ہوں ، جو مجھے امید ہے کہ چین اور دوسری محکوم قوموں کو سامراجی جوئے سے قطعی نجات دلانے کے تاریخی عمل میں ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گی ۔ قدرت کا فیصلہ یہی ہے کہ میں اپنا کام ادھورا

چھوڑ دوں اور ان لوگوں کے سپرد کر جاؤں جو پارٹی کے اصولوں اور تعلیمات کے وفادار رھیں گے اور یوں میرے سچے پیروکار ثابت ھوں گے ۔

لہذا میں یہ فریضہ کومنتانگ کے سپرد کئے جا رہا ھوں کہ وہ انقلابی قوم پرست تحریک جاری رکھے ، تاکہ چین ، جو سامراجیوں کے ھاتھوں نیم نوآبادی بن چکا ھے ، انجام کار آزادی سے ھمکنار ھو سکے ۔

اس مطمح نظر کے ساتھ میں نے پارٹی کو ھدایت کی ھے کہ وہ آپ لوگوں سے مسلسل رابطہ رکھے ۔ مجھے پختہ یقین ھے کہ آپ اب تک میرے ملک کی جو حمایت کرتے رھے ھیں اس کا سلسلہ جاری رھے گا ۔

عزیز کامریڈو ، اب میں اس امید کے ساتھ آپ سے رخصت چاھتا ھوں کہ ایک دن آئے گا جب سوویت یونین کو ایک طاقتور آزاد چین کی شکل میں ایک دوست اور اتحادی ملے گا اور دنیا بھر کی مظلوم اقوام کی عظیم جہد آزادی میں یہ دونوں دوست شانہ بشانہ فتح کی جانب گامزن ھوں گے ۔

برادرانہ جذبات کے ساتھ

سن یت سین

چینی کمیونسٹ پارٹی نے ، لینن کی پیش گوئی کے مطابق ، چینی قوم اور عوام کی بےمثال قوت ، ترقی اور مساوات کی جانب رھنمائی

کرکے سن یت سین کی تعلیمات کے انقلابی جوہر کو برقرار رکھا اور پیش رفت دی ۔ تاریخ نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ بعد کے دور کی کومنتانگ کے رجعت پسند غاصبوں کا یہ دعویٰ کس قدر شرمناک اور پرفریب تھا کہ وہ "سن یت سین کے جانشین" تھے ۔

اس انقلابی چین ۔ سوویت دوستی کا کیا بنا جس کا دعویٰ ان برسوں میں بڑے زورشور سے کیا گیا تھا اور ۱۹۴۹ء میں چین کی آزادی کے بعد پوری دنیا میں طاقت کے توازن کا جھکاؤ ترقی پسندی کی سمت کر دیا تھا ؟

جہاں تک ریاستی تعلقات کا معاملہ ہے ، چین نے نظری مباحثے کو سفارتی اور فوجی چپقلش تک نہیں پہنچایا ، اس کے برعکس چین نے بار بار یہ اعلان کیا کہ بین الحکومتی تعلقات معین اصولوں — اقتدار اعلیٰ اور علاقے کی سالمیت کا باہمی احترام ، ایک دوسرے کے اندرونی معاملات میں عدم مداخلت ، مساوات اور باہمی مفاد اور پرامن بقائے باہمی — کی بنیادوں پر بہتر بنائے جا سکتے ہیں ۔

ستمبر ۱۹۷۹ء میں ، ماسکو میں مذاکرات کے دوران ایک چینی مندوب نے کہا ، "ہم مثبت نتائج کے خواہاں ہیں ۔ یہ چینی عوام کی دلی خواہش ہے اور ، مجھے یقین ہے کہ سوویت عوام بھی یہی چاہتے ہیں ۔"

اب ہم تاریخ کی طرف لوٹتے ہیں ۔

باب ۱۴

پہلی انقلابی خانہ جنگی
(۱۹۲۵ ـ ۱۹۲۷ء)

۱۹۲۵ء میں ڈاکٹر سن یت سین کی وفات کے بعد چند مہینوں ہی میں چینی عوام کے وسیع‌تر حلقے ان کے اخذ کردہ اس نتیجے کی صحت پر ایمان لے آئے کہ بحیثیت قوم چین کی زندگی کے لئے سامراج اور جنگی سرداروں کی حکمرانی کا خاتمہ ازبس ضروری تھا ۔ اس وقت ، بین‌الاقوامی طور پر ، عالمی سرمایہ‌داری گو روس میں لینن کے زیرقیادت سوویت اقتدار کا تختہ‌الٹنے میں ناکام ہو چکی تھی ، تاہم یورپ کے دوسرے ملکوں میں اس نے مزدور طبقے کی مجاہدانہ جدوجہد کو پسپا کرنے میں کامیابی حاصل کر لی تھی ۔ امریکہ کے بڑے سرمایہ‌داروں اور ان کی حکومت نے متزلزل سرمایہ‌دار قوتوں کو تقویت پہنچائی ، ہر جگہ رجعت پسندی کو مالی امداد دی یا اس کی حمایت کی ، نتیجتاً جرمنی اور ہنگری کے انقلابات کو کچل دیا گیا اور اٹلی میں فسطائیت قائم ہو گئی ۔

۲۲ - ۱۹۲۱ء کے سرمایہ‌دارانہ اقتصادی بحران کی جگہ کسی قدر استحکام پیدا ہو چکا تھا ۔ سامراج ، حسب سابق ، دنیا کی اولین سوشلسٹ ریاست کا صفایا کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا ۔ مگر سب سے پہلے اسے مشرق اور خصوصاً چین میں انقلابی لہر کو پسپا کرنا تھا ۔ لہذا چین کی قومی تحریک میں شامل گروپ ایک ایک کرکے اس کوشش کا ہدف بننے لگے ۔

فروری سے اپریل ۱۹۲۵ء تک شنگھائی اور چھینگ تاؤ میں جاپانیوں کی ملکیت کاٹن ملوں میں ہڑتالیں ہوئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ مزدوروں نے حصہ لیا ۔ ان کارخانوں کے حالات کار کا اندازہ یوں لگایا جا سکتا ہے کہ مطالبات میں ، معاشی نکات اور یونینوں کو تسلیم کرانے کے علاوہ " کوڑوں کی سزا بند کرنے " کا مطالبہ بھی شامل ہوتا تھا ۔ " بین‌الاقوامی " اور جنگی سرداروں کی پولیس سے ہڑتالیوں کا تصادم ناگزیر ہوتا تھا ۔ تاہم انہوں نے سخت جدوجہد کے بعد کچھ مطالبات تسلیم کروا لئے ۔

مئی میں ، کینٹن میں دوسری کل چین لیبر کانگرس کے بعد ، جہاں ملک بھر کے ۱۵۰۰۰۰ منظم مزدوروں کی نمائندگی کی گئی تھی ، جاپانی حکومت نے شنگھائی کے چینی حکام سے ٹیکسٹائل یونین پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کر دیا ۔ اسی مہینے وہاں ایک جاپانی فیکٹری کے محافظ نے ٹریڈ یونین کے کمیونسٹ کارکن کو چنگ ہونگ کو ہلاک اور کچھ مزدوروں کو زخمی کر دیا ۔ یہ اور اسی قسم کے اشتعال انگیز اور پرتشدد واقعات چین کے اس عظیم شہر میں شدید بحران کا سبب بن گئے ۔ یہ شہر ایک طرف

مزدوروں کا سب سے بڑا مرکز تھا تو دوسری طرف سامراجی طاقت کا بھی سب سے بڑا گڑھ تھا ۔

طلبا اور جمہوریت پسند دانشوروں نے زخمی ہڑتالیوں کی مدد کے لئے چندہ اکٹھا کرنے کی تحریک چلائی تو انہیں بھی پکڑ کر جیلوں میں ڈال دیا گیا ۔ شنگھائی کی سامراجی " بین الاقوامی بستی " کی اتھاریٹی نے جس کا چیرمین ایک امریکی سٹرلنگ فیسنڈن تھا ، اخبارات پر سنسر کے نفاذ اور دوسرے متشدد اقدامات کا مطالبہ کیا ۔ یہ تحریک ۳۰ مئی کو نقطۂ عروج پر پہنچ گئی ۔ اس روز " بین الاقوامی بستی " کی پولیس نے برطانوی انسپکٹر ایورسن کی کمان میں دس ہزار طلبا اور شہریوں کے ایک اجتماع پر گولی چلا دی جو گرفتار شدگان کی رہائی اور چینی معاملات میں غیرملکی مداخلت روکنے کا مطالبہ کر رہے تھے ۔ ۳۰ مئی ۱۹۲۵ء ، ملک گیر عوامی تحریک کے آغاز اور فروغ میں ۴ مئی ۱۹۱۹ء اور ۷ فروری ۱۹۲۳ء کے بعد تیسرے اہم موڑ کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اس نے خون کا نذرانہ لیکر تمام جمہوریت پسند طبقوں اور گروپوں کو اتحاد کی ایک نئی لڑی میں پرو دیا ۔

سامراجیوں نے دکھاوے کی " تحقیق " کی اور قصاب ایورسن کو بےگناہ قرار دے دیا گیا ۔ ہانگ کانگ کے نوآبادیاتی چیف جسٹس ، برطانوی جج سر ہنری گولان اور جاپانی جج ، کے ۔ سوگا نے فیصلہ دیا کہ " گولی چلانے کا حکم صحیح تھا ۔ " منیلا کے امریکی جج ، ای ۔ جنلے جانسن نے ، کہ وہ بھی ایک نوآبادیاتی افسر تھا ، فیصلے میں اپنے آپ کو پونٹی لیس پیلیٹ کا صحیح جانشین ثابت

کیا : "اگر موقع پر پولیس کی بھاری جمعیت موجود ہوتی تو شاید گولی چلانے کی ضرورت پیش نہ آتی ۔ مگر بھاری جمعیت کی عدم موجودگی میں ایسا ممکن نہ تھا ۔" *

ملک بھر میں غضبناک عوام اٹھ کھڑے ہوئے اور ہڑتالوں کی ایک لہر چل نکلی ۔ اسکول اور یونیورسٹیاں بند ہو گئیں اور طلبا نے سامراجیوں کے انخلا کا مطالبہ شروع کر دیا ۔ برطانوی اور جاپانی مصنوعات کے بائیکاٹ کی مہم کا آغاز ہوا ۔ جگہ جگہ خونریز تصادم ہونے لگے ۔ کینٹن میں برطانوی اور فرانسیسی فوجیوں نے ایک تنگ کھاڑی کے اس پار اپنے مراعاتی جزیرے شامین سے احتجاجی مظاہرین پر مشین گنوں سے گولیاں برسائیں اور بہت سے لوگ مارے گئے ۔ یہ قتل عام انقلاب کے اس دارالحکومت میں غیرملکیوں کی ایک بستی سے کیا گیا تھا لہذا چین میں سامراجی مراعات کے خاتمے کا مطالبہ اور بھی شدت پکڑ گیا ۔

مکمل ہڑتال کی ایک نئی تند لہر نے برطانوی نوآبادی ہانگ کانگ کو ۱۶ مہینے تک بالکل مفلوج کئے رکھا ۔ چین کے ساحل پر غیرملکی فوجیں اتر آئیں ۔ تھائی پھینگ بغاوت کے زمانے کی مانند غیرملکی ڈاکوؤں کے دستے منظم کئے گئے ۔ حد یہ کہ ایک دستے نے جو کئی سامراجی ملکوں کے باشندوں اور پناہ گزین روسی وائٹ گارڈز پر مشتمل تھا ، "شنگھائی فاشستی" کا نام اپنایا ۔ برطانوی

---

* Dorothy Borg, *American Policy and the Chinese Revolution*, 1925-28, New York, 1947, quoting the *North China Herald* of August 20, 1927.

اخبار " نارتھ چائنا ہیرلڈ " ، جس کے اہم مضمون نگاروں میں ایک امریکی روڈنی گلبرٹ بھی شامل تھا ، " فاشستی " کا سب سے بڑا حامی تھا ۔ گلبرٹ نے شور و غوغا مچانا شروع کر دیا کہ چینی محبان وطن کے خلاف " وہی عام اصول اپنایا جائے جو ماضی کے وحشی مغرب میں ' جج لینچ ' کے نام سے مشہور ہے ... "

ہانگ کانگ کے مزدوروں کی کارروائی سے کینٹن کے انقلابی مرکز کو ایک نئے اور اہم عنصر یعنی ایک لاکھ تیس ہزار منظم ہڑتالیوں کی شکل میں تقویت ملی ، جو برطانوی نوآبادی سے نکل آئے تھے ۔ اب سامراجی تسلط کے اہم داخلی آلۂ کار جنگی سرداروں کا صفایا کرنے کی فوجی مہم ، یعنی شمالی مہم کے لئے سرگرمی سے تیاریاں شروع ہو گئیں ۔ ۱۹۲۵ء کے اختتام تک جنگ باز چھن چیونگ مینگ کو ، جسے برطانیہ کی پشت پناہی حاصل تھی ، صوبہ کوانگ تونگ سے مار بھگایا گیا ۔ جولائی ۱۹۲۶ء کے اوائل میں نئی فوج نے متواتر ایسی فتوحات حاصل کیں جن کی مثال تھائی پھینگ بغاوت کے بعد سے دیکھنے میں نہیں آئی تھی ۔ کینٹن سے روانگی کے صرف تین ماہ بعد ستمبر میں اس فوج نے دریائے یانگسی کے کنارے واقع شہر ہانکھو پر قبضہ کر لیا ۔ اس کی برق رفتار پیش قدمی کو ہر جگہ عوام کی اعانت حاصل رہی اور کسان تحریک نے اہم کردار ادا کیا ۔ ہونان میں جہاں ماؤ زے تنگ سرگرم تھے ، ۱۹۲۷ء کے اوائل تک کسان انجمنوں کے ارکان کی تعداد ۲۰ لاکھ اور اسی سال اپریل میں ۵۰ لاکھ تک جا پہنچی ۔

یہ فوجی مہم اب تک چونکہ ساحل سے دور اندرونی علاقوں

میں جاری تھی لہذا اصل سامراجی طاقتوں سے اس کا تصادم نہ ہوا ۔ بہرحال برطانوی جنگی جہازوں نے ۵ ستمبر ۱۹۲۶ء کو دریائے یانگسی کے بالائی حصے میں وان شیئن کے مقام پر نہتے لوگوں کو گولہ باری کا نشانہ بنایا اور اس کے فوجیوں نے ہانکھو میں جشن فتح منانے والے لوگوں پر گولیاں چلائیں ۔ ہانکھو کے مزدوروں نے ۴ جنوری ۱۹۲۷ء کو جوابی کارروائی کی اور شہر میں برطانیہ کے مراعاتی علاقے پر قبضہ کر لیا ۔ اس کے بعد انقلابی حکومت نے مطالبہ کیا کہ یہ مراعاتی علاقہ چین کو لوٹا دیا جائے ۔ اور برطانیہ نے ، انقلابی طوفان کے سامنے چال کے طور پر رضامندی کا اظہار کر دیا ۔

جنگ افیون کے بعد سے غیرملکیوں کے قبضے میں چین کا یہ پہلا علاقہ تھا جو عوام نے واپس لیا ۔

یکم جنوری ۱۹۲۷ء کو انقلابی قومی حکومت کینٹن سے ووہان (وو چھانگ ۔ ہانکھو ۔ ہان یانگ ، تین شہروں پر مشتمل شہر) منتقل ہو گئی ۔ اسی دوران متعدد مقامی جنگ بازوں نے انقلاب کی حمایت کا اعلان کر دیا ۔ " عیسائی جنرل " فنگ یوی شیانگ ، جس کی فوجوں کو شمال مغربی چین کے ایک حصے پر غلبہ حاصل تھا ، جیسے بعض جنگی سردار قومی سرمایہ‌داروں کے قریب تھے اور کچھ عرصے سے انہوں نے کینٹن سے تعلقات قائم کر رکھے تھے ۔ ان کی فوجوں میں کومنتانگ ممبر اور کمیونسٹ بھی موجود تھے ۔ کچھ ایسے جنگی سردار بھی تھے جنہوں نے مقابلے کا خطرہ مول لینے کی بجائے اس امید میں طوفانی لہر کے ساتھ ساتھ بہنے کا فیصلہ کیا کہ کبھی نہ کبھی تو پرانا نظام بحال کرنے کا موقع مل جائے گا ۔

ان حالات میں متحدہ محاذ کا فوجی مقصد بظاہر کچھ آسان ہو گیا - لیکن ان کی صفوں میں جاگیردار عناصر کی شمولیت سیاسی اعتبار سے بےحد خطرناک تھی - دسمبر ۱۹۲۶ء اور جنوری ۱۹۲۷ء میں پرانی فوجوں کے جن ۵۶ جرنیلوں نے انقلاب کی حمایت کا اعلان کیا ان میں سے ، معاصر اندازوں کے مطابق ، ۵۱ ایسے زمیندار تھے جن کی زمین عام کسان کنبوں کی زمین سے ۲۵۰ گنا یا اس سے بھی زیادہ تھی - یہ جرنیل اپنی اپنی فوجوں کے ساتھ صوبجات آنہوئی ، ہنان ، ہوپے ، ہونان ، چیانگشی اور فوچیئن کے ان علاقوں میں مقیم رہے جہاں ان کی املاک پھیلی ہوئی تھیں -

۱۹۲۷ء کے اوائل میں کمیونسٹوں کی حمایت اور مزدوروں اور کسانوں کی وسیع بھرتی کے نتیجے میں کومنتانگ کی رکنیت ۵۰ لاکھ تک پہنچ چکی تھی - کمیونسٹ پارٹی کے ارکان کی تعداد ، جو ۳۰ مئی ۱۹۲۵ء کے شنگھائی قتل عام کے وقت صرف ۹۰۰ تھی ، اب ۵۷ ہزار ہو چکی تھی - ٹریڈ یونینوں میں منظم مزدوروں کی تعداد لگ بھگ ۳۰ لاکھ تھی اور کسان انجمنوں میں تقریباً ایک کروڑ ارکان تھے -

ایسے میں جبکہ فتح کے امکانات روشن ہو چکے تھے ایک سوال پیدا ہو گیا : فتح کے ثمرات سے کون مستفیض ہوگا ؟ کیا مزدور طبقہ کسانوں کو ان کے مقاصد حاصل کرنے میں مدد دےگا اور اس طرح چین کی آبادی کی غالب اکثریت کو متحرک و منظم کرےگا ؟ کیا وہ بورژوا - جمہوری انقلاب کی تکمیل اور سوشلزم تک رسائی کے عبوری مرحلے ، ڈیموکریٹک جمہوریہ کے قیام میں پورے متحدہ محاذ

کی رہنمائی کرے گا ؟

یا پھر بڑے سرمایہ‌داروں کی نمائندگی کرنے والے سیاستدان حکومت اور فوج میں اعلیٰ عہدے ہتھیا لیں گے ، مطلب نکل جانے کے بعد مزدوروں اور کسانوں کو چلتا کریں گے ، اور ان کے خلاف سامراج سے نئی سودے بازی کر لیں گے ؟

کمیونسٹ پارٹی نے ، اس وقت کی قیادت کے تحت ، پہلی صورت حال کو یقینی بنانے کے لئے مناسب کارروائی نہ کی ۔ یہ قیادت دوسری صورت کے خطرے سے پوری طرح واقف نہ تھی ۔ دریں حالات کمانڈر انچیف چیانگ کائی شیک کی سربراہی میں کومنتانگ اور فوجی کمان کے ان عناصر نے جن کے جاگیرداروں ، کمپراڈوروں یا بڑے سرمایہ‌داروں سے روابط تھے ، عوامی تحریک کو " بےاثر " بنانے پر سوچ بچار کا آغاز کر دیا ۔ جیسا کہ بہت سے بورژوا انقلابات کے بارے میں تاریخ گواہ ہے ، ایسے عناصر وقتی طور پر عوامی تحریک سے تعاون کے خواہاں تو ہوتے ہیں مگر وہ " اس قسم کا تعاون چاہتے ہیں جو سوار اور گھوڑے کے درمیان ہوتا ہے ۔ " وہ عوام کی فتح نہیں چاہتے ، صرف عوام کی پشت پر سوار ہو کر اقتدار تک پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں ۔ چین میں یہ رجحان ۱۹۲۶ء کے اوائل ہی میں سامنے آ گیا تھا ۔ شمالی مہم شروع ہونے سے پہلے ہی چیانگ کائی شیک نے اپنی بات منوانے کے لئے ہانگ کانگ اسٹرائیک کمیٹی کے ہیڈ کوارٹر کو فوجی گھیرے میں لے لیا تھا ۔ بری اور بحری فوج کے کچھ کمیونسٹ افسروں کو من گھڑت الزامات کے تحت گرفتار یا برطرف کر دیا تھا ، مسلح افواج پر بلاشرکت‌غیرے تسلط یقینی بنانے کے لئے اقدامات

کئے تھے ، اور کومنتانگ کے ایک ترقی پسند رہنما لیاؤ چونگ کھائی کے قتل سے ، جسے وہ اپنی راہ کا روڑا سمجھتا تھا ، چشم پوشی کی تھی ۔

چین میں ۲۷ - ۱۹۲۵ء کے انقلاب کے دوران بورژوا طبقہ جبلی طور پر کمزور اور متذبذب تھا جبکہ عوامی تحریک کا ابھار شدت پکڑ رہا تھا ۔ لہذا اس نوع کے واقعات کو محدود کرنا یا روکنا ممکن تھا ۔ مگر ایسا نہ ہو سکا کیونکہ کمیونسٹ پارٹی بذات خود کمزور اور ناپختہ تھی ۔ اس پر طرہ یہ کہ دائیں بازو کا موقع پرست چھن توشیو رہنما تھا ، جو رجعت پسندی کے سامنے ہتھیار ڈال چکا تھا ۔

چین میں سامراج اور جاگیرداری کے خلاف تمام طبقوں کے متحدہ محاذ (۲۷ - ۱۹۲۴ء میں صورت کے اعتبار سے یہ کومنتانگ کے ساتھ اتحاد اور تعاون تھا) کی راہ عمل ان دو دشمنوں کے خلاف وسیع تر قوتوں کو متحرک و منظم کرنے کے لئے بالکل درست تھی ۔ مگر یہ متحدہ محاذ صرف جمہوری انقلاب کی حد تک جیت سکتا تھا اور مستقبل کے سوشلسٹ انقلاب کی راہ ہموار کر سکتا تھا بشرطیکہ مزدور طبقہ اور اس کی پارٹی حقیقی معنوں میں متحدہ محاذ کی رہنمائی کرتے ۔ مزیدبرآں ، مزدور طبقے کے لئے ضروری تھا کہ وہ متحدہ محاذ کے محور کی حیثیت سے کسانوں کے ساتھ مضبوط ترین اتحاد قائم کرتا اور اسے پختہ‌تر بناتا ۔ اور بلاشبہ ، پارٹی کے لئے ضروری تھا کہ اپنی زیرقیادت انقلابی مسلح افواج تیار کرتی اور اس متحدہ محاذ کی تمام مسلح افواج کے انقلابی کردار کو سرگرمی سے یقینی بناتی ۔ انقلاب کے مستقبل کو یقینی بنانے کا کوئی اور راستہ نہ تھا ۔

بہرحال ، چھن تو شیو کومنتانگ میں موجود دائیں بازو کے سرمایہ‌داروں اور نیم جاگیردار عناصر کے خوف کو کم کرنے کی فکر میں ایسا کوئی کام ہی نہ کر سکا یا پھر اس نے ایسی کوئی کوشش ہی نہ کی ۔ اس کی بجائے یہاں تک ہوا کہ جن علاقوں کو انقلابی فوج نے آزاد کرا لیا تھا ، اس نے پارٹی اختیارات سے کام لیتے ہوئے وہاں مزدوروں اور کسانوں کو انقلابی نعروں پر عملدرآمد کی ممانعت کر دی ۔ اس نے ماؤ زے تنگ اور دیگر رہنماؤں کے اس اصرار کو درخوراعتنا نہ سمجھا کہ پورے متحدہ محاذ کی ریڑھ کی ہڈی کے طور پر مزدوروں اور کسانوں کے باہمی اتحاد اور باہمی امداد کے استحکام پر زور دیا جائے ۔ خاص طور پر کسانوں کے سلسلے میں اس کا رویہ بڑا مہلک ثابت ہوا ۔ یوں تو تمام ملکوں میں دیہی محنت‌کش شہری مزدوروں کے مطلوبہ اصل اتحادی ہوتے ہیں ، مگر چین میں اس وقت ان کی تعداد مجموعی آبادی کا لگ بھگ نوے فیصد تھی ۔ مزدور طبقہ گو رہنما قوت تھا ، لیکن تعداد کے اعتبار سے ، اگر ان کے کنبوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو محض ایک تا دو فیصد بنتا تھا ۔ لہٰذا صرف کسان ہی جاگیرداری کا تختہ‌الٹ سکتے تھے اور چین میں سامراج کا تکیہ اسی جاگیرداری پر تھا ، چنانچہ چین کے پورے سامراج دشمن اور جاگیرداری دشمن انقلاب میں فتح کے لئے کسان ہی اصل قوت تھے ۔ پس ہمہ گیر جدوجہد میں انہیں متحرک اور مسلح کرنے اور قیادت مہیا کرنے میں ناکامی کا مطلب انقلاب میں کامرانی کی بجائے شکست کی صورت ہی میں نکلنا تھا ۔ یہی بات چھن تو شیو کی اس ناکامی پر صادق آتی ہے کہ وہ انقلابی

مسلح افواج پر پرولتاری قیادت قائم کرنے کی کوشش میں ناکام رہا ۔ بلکہ یہاں تک ہوا کہ جن یونٹوں میں یہ قیادت موجود تھی ، وہاں بھی کومنتانگ کے دائیں بازو کے عناصر کی شکایت یا حملے پر وہ اس قیادت سے دستکش ہونے پر تیار رہتا تھا ۔ اس نوع کی دستکشی کا نتیجہ ناگزیر طور پر یہ نکلا کہ کثیرالتعداد عوام کی حمایت سے محروم قلیل‌التعداد انقلابی مزدور سامراجیوں اور ملکی استحصالیوں کی مشترکہ قوتوں کے ہاتھوں قتل عام پر بےیار و مددگار رہ گئے ۔

یوں دائیں بازو کے موقع پرستوں نے ۲۷ - ۱۹۲۵ء کے انقلاب کی شکست کے بیج عین اس وقت بو دیئے جبکہ انقلابی فوجیں فاتحانہ شان سے سامراجیوں کے ساحلی مضبوط ٹھکانوں کی طرف پیش قدمی کر رہی تھیں ۔ درحقیقت ، چونکہ موقع پرستی پارٹی کے اندر معاشرے کے رجعت پسند طبقوں کی ضرورتوں کا پرتو ہوتی ہے ، لہذا اس نے انقلابی کیمپ کے اندر ہی ان کی واپسی کے ایسے حالات پیدا کر دیئے جن کا وجود کیمپ سے باہر ناممکن تھا ۔

اس وقت کی سامراجی حکومتیں جن میں امریکہ اور برطانیہ سرفہرست تھے ، ان رجحانات پر گہری نظر رکھے ہوئے تھیں ۔ جنگی سردار بالکل اسی طرح ڈھیر ہوئے جا رہے تھے جیسے ۱۹۱۱ء میں چھینگ حکومت ہوئی تھی ۔ اور غیرملکی طاقتیں جانتی تھیں کہ اس لہر کو روکنے کے صرف دو طریقے رہ گئے تھے : بڑے پیمانے پر جنگ میں اپنی فوجیں بھی جھونک دی جائیں یا پھر انقلاب کو تخریب کا نشانہ بنانے کے لئے یوان شی کھائی ایسے کسی نئے غدار کو استعمال کیا جائے ۔ براہ راست غیرملکی فوجی حملے میں خطرہ تھا : اس کے

مول اور نتائج کا اندازہ ناممکن تھا ۔ سامراجیوں کو یہ خدشہ بھی تھا کہ ہو سکتا ہے اس سے نہ صرف چین میں ایک بڑی جنگ چھڑ جائے بلکہ دوسری نوآبادیات میں بھی بغاوتیں سر اٹھا لیں اور خود ان کے اپنے ملکوں میں جمہوریت پسندوں اور مزدور طبقے کے افکار کے پھیلاؤ سے مشکلات پیدا ہو جائیں (مثال کے طور پر برطانیہ میں تازہ تازہ عام ہڑتال ہو چکی تھی اور کئی سامراجی ملکوں میں "چین سے نکلو" کی تحریک قوت پکڑ رہی تھی) ۔ چنانچہ انہوں نے سازباز کا طریقہ اپنایا اور یہ طے کیا کہ غیرملکی فوجیں صرف عوام کو ڈرانے اور ایک نئے چینی ردانقلاب کو تحفظ دینے میں استعمال کی جائیں ۔ اور یہ حقیقت کہ کمیونسٹ پارٹی کے اندر موقع پرستوں نے عوامی قوتوں کو پابند رکھا تھا ، اس طریقے کی کامیابی میں بنیادی وسیلہ ثابت ہوئی ۔

ہانکھو کے مراعاتی علاقے سے دستبرداری کے موقع پر برطانیہ نے خلاف معمول شیریں گفتاری سے کام لیا ۔ اس نے عوام کے استخفاف پر "پرامن سمجھوتے" کے امکان کو مدنظر رکھتے ہوئے کومنتانگ کے دائیں بازو کے عناصر کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی ۔ مثلاً شنگھائی کے نیم سرکاری اخبار "نارتھ چائنا ڈیلی نیوز" نے جو قبل ازیں چیانگ کائی شیک کو "سرخ ڈاکو" قرار دے کر اس پر کیچڑ اچھالتا رہتا تھا ، لب و لہجہ بدل کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ "نئی حکومت برطانیہ کو اپنا دوست پائے گی" بشرطیکہ وہ "امن و امان بحال کرے اور لوگوں کو قابو میں لے آئے ۔" * امریکہ

---

* Dorothy Borg, op. cit.

نے بھی جس نے اتنے عرصے تک مشنری اداروں اور چینی طلبا کو امریکہ میں تعلیمی وظیفوں کے ذریعے امریکہ نواز موثر رائے عامہ پیدا کرنے کی کوششیں کی تھیں ، کومنتانگ میں اپنے ممکنہ " دوستوں " کو سمجھوتے کی ایسی ہی راہ سجھائی ۔

نانکنگ کی لڑائی کے دوران ، جب انقلابی فوج شہر میں داخل ہو رہی تھی تو متعدد غیرملکی ہلاک اور زخمی ہو گئے ۔ اس کی آڑ لیکر دریائے یانگسی میں موجود امریکی اور برطانوی تباہ کن جنگی جہازوں نے ۲۴ مارچ ۱۹۲۷ء کو نانکنگ پر خون آشام بمباری کی اور پھر امریکہ ، برطانیہ ، فرانس اور اٹلی نے مشترکہ الٹی‌میٹم دے دیا ۔ ان دونوں کارروائیوں کا مقصد چیانگ کائی شیک اور کومنتانگ کے دائیں بازو کے عناصر کو بعجلت فیصلے پر مجبور کرنا تھا کہ وہ سامراج کا ساتھ دیں گے یا مخالفت کریں گے ۔ اس وقت کے برطانوی وزیرخارجہ سر آسٹن چیمبرلین نے بعدازاں دارالعوام میں اعلان کیا کہ ان کارروائیوں کا مقصد " انتہا پسندوں کے خلاف قدامت پسندوں کی مدد کرنا " تھا ۔

لگ بھگ اسی عرصے میں شنگھائی کو جنگی سرداروں کے تسلط سے آزاد کرا لیا گیا ۔ یہ کارروائی چیانگ کائی شیک کی فوج نے نہیں بلکہ کمیونسٹ پارٹی کی زیرقیادت شہر کے مزدوروں نے کی اور اس میں چو این لائی نے ، جو بعدازاں عوامی جمہوریۂ چین کے وزیراعظم بنے ، رہنما کردار ادا کیا ۔ قومی انقلابی فوج کی پیش قدمی کے دوران شنگھائی میں مجموعی طور پر تین بغاوتیں ہوئیں ۔ پہلی بغاوت ۱۹۲۵ء کے اواخر میں ہوئی جبکہ عوام کو پوری طرح متحرک

نہیں کیا گیا تھا ، چنانچہ مسلح مزدور گروپوں کو کچل دیا گیا ۔ دوسری بغاوت فروری ۱۹۲۷ء کے آخری ہفتے میں ہوئی ۔ اس سے قبل لگ بھگ ۳ لاکھ مزدور عام ہڑتال کر چکے تھے ۔ تاہم اس بغاوت کو بھی ہزیمت اٹھانی پڑی اور جنگی سرداروں نے شہر کی بڑی سڑکوں پر کئی کمیونسٹوں کے سر بجلی کے کھمبوں سے لٹکا کر شہریوں کو ہراساں کرنے کی کوشش کی ۔ بہرحال عوامی تحریک کا پھیلاؤ جاری رہا ۔ ۲۱ مارچ کو ایک نئی عام ہڑتال کا اعلان کیا گیا جس میں ۸ لاکھ مزدور شریک ہوئے ۔ اس تیسری بغاوت میں دو دن کی لڑائی کے بعد جنگی سردار بھاگ نکلے ۔

شنگھائی کے چینی بینکاروں اور کمپراڈوروں نے ، جن کا سامراجیوں سے پورا پورا گٹھ جوڑ تھا ، شہر کے چینی صنعتکاروں کو خوفزدہ کر دیا ، چنانچہ موخرالذکر نے نوزائیدہ مقامی انقلابی حکومت میں شرکت سے انکار کر دیا ۔ ایسے میں جبکہ فتح مند مزدور قومی انقلابی فوج کے خیرمقدم کی تیاریاں کر رہے تھے ، بینکاروں نے خفیہ طور پر چیانگ کائی شیک کے پاس ایلچی بھیج کر عوامی تحریک کو کچلنے کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ اسے بھاری مالی امداد دی جائے گی اور اینگلو ۔ امریکی " بین الاقوامی بستی " اور فرانسیسی مراعاتی علاقے میں موجود غیرملکی فوجیں ازرہ ہمدردی غیرجانبدار رہیں گی ۔ اینگلو ۔ امریکی " بین الاقوامی بستی " کے امریکی چیرمین سٹرلنگ فیسنڈن اور فرانسیسی مراعاتی علاقے کے حکام کی رضامندی سے افیون کے خفیہ اڈوں کے سرغنے تو یوئے شنگ کے غنڈوں کو ۵ ہزار غیرملکی رائفلیں اور دیگر ہتھیار مہیا کئے گئے ۔ گو غیرمساوی معاہدوں کے تحت کسی

مسلح چینی کو غیرملکیوں کے زیر تسلط علاقوں سے گزرنے کی ممانعت تھی ، مگر اس موقع پر تو کے آدمیوں کو راہداری کے علاوہ ٹرک بھی فراہم کئے گئے ۔ * نتیجتاً مزدوروں کے دستے عقب سے حملے پر ششدر رہ گئے ۔

۱۲ اپریل ۱۹۲۷ء کے منحوس دن چیانگ کائی شیک نے ان مزدوروں کے خلاف ، جو حقیقت میں انقلابی فوج کے لئے چشم براہ تھے ، اپنی فوج بھیج کر ہزاروں افراد کو قتل کروا دیا ۔ اس کے خفیہ احکام پر فوجوں نے بھی دائیں بازو کے کومنتانگ افسروں کی زیر کمان نانکنگ ، کینٹن اور دیہی علاقوں میں قتل عام کیا ۔ اس سانحہ کے بعد اس الٹی‌میٹم کے متعلق کبھی کچھ سننے میں نہ آیا جو نانکنگ میں ۲۴ مارچ کے واقعات کے بعد غیرملکی طاقتوں نے دیا تھا ۔ عوام کا غدار اور قاتل بنتے ہی چیانگ ساری دنیا کے سرمایہ‌دار پریس کا " ہیرو " بن گیا ۔

اس قتل عام کے بعد ۱۸ اپریل کو چیانگ کائی شیک نے نانکنگ میں اپنی " قوم پرست حکومت " قائم کر لی جس میں کومنتانگ کے دائیں بازو کے سیاستدان اور جنگ پسند شامل تھے ۔ یہ ووہان کی قومی انقلابی حکومت کے خلاف جس نے چیانگ کو اختیارات سونپے تھے ، ایک غاصبانہ اور باغیانہ اقدام تھا ۔ چیانگ کائی شیک ٹولے نے خود ساختہ " چین کی جائز حکومت کے حقوق " اپریل ۱۹۲۷ء

---

* John B. Powell, *My Twenty-five Years in China*, New York, 1943.

کے مجرمانہ قتل عام اور غداری ، سامراجیوں اور تو کے غنڈوں ، اور نانکنگ کی غیر قانونی طور پر قائم حکومت سے حاصل کئے ۔

چیانگ کی غداری کے بعد ووہان حکومت میں انقلابی سیاسی اتحاد تین ماہ تک برقرار رہا ۔ اس میں متوسط اور ادنیٰ بورژوا طبقے کی نمائندہ " بائیں بازو " کی کومنتانگ اور مزدوروں اور کسانوں کی نمائندہ کمیونسٹ پارٹی شامل تھی ۔ ووہان حکومت نے چیانگ کائی شیک کی برطرفی کے احکام جاری کئے تو جواباً اس نے زیریں یانگسی کی سمت سے شہر کی اقتصادی ناکہ بندی کر دی ۔ اس دوران ووہان اور اس کے زیر تصرف علاقے میں عوامی تحریک نئی بلندیوں کو چھونے لگی ۔ مزدور دھڑادھڑ ٹریڈ یونینوں میں شامل ہونے لگے اور کسانوں نے نئی انجمنیں تشکیل دینی شروع کر دیں ۔ وہ ہتھیاروں کا مطالبہ کر رہے تھے اور ان کے حوصلے بےحد بلند تھے ۔ تاہم ۲۷ - ۱۹۲۵ء کے انقلاب کے اس مختصر دوسرے مرحلے میں بھی انتشار کے جراثیم پل رہے تھے ۔

ووہان میں " بائیں بازو " کی کومنتانگ کے سیاستدانوں نے ، جن میں وانگ چینگ وئی نمایاں حیثیت رکھتا تھا ، تذبذب کا اظہار شروع کر دیا اور کوئی " حل " ڈھونڈنے لگے ۔ انہوں نے ایک طرف چیانگ کائی شیک اور دوسری طرف عوام ، دونوں سے جان بچانے کے لئے ان پیشہور فوجی افسروں پر تکیہ شروع کر دیا جو ہنوز ان کا ساتھ دے رہے تھے ۔ وہ مزدور طبقے کو مسلح کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے ۔

کمیونسٹ پارٹی پر چھن تو شیو اور دائیں بازو کے دیگر عناصر

کا کنٹرول بدستور قائم رہا ۔ حالانکہ چیانگ کی غداری کے کچھ ہی عرصہ بعد منعقدہ پارٹی کی پانچویں کانگرس میں ان کی اس غلطی کا ذکر کیا گیا تھا کہ وہ انقلاب کے سماجی پیغام کو گہرائی تک لے جانے میں ناکام رہے تھے اور گو موقع پرستوں نے اس تنقید کو قبول کر لیا تھا ، تاہم قیادت تبدیل نہیں کی گئی تھی ۔ ماؤ زے تنگ نے ، جو صوبہ ہونان میں کسانوں کی تنظیم میں تازہ کامیابیاں حاصل کر چکے تھے ، اس امر کی بھرپور وکالت کی کہ پارٹی زمینداروں کے خلاف مسلح دیہی عوام کی قیادت کرے ، جن کا محور غریب کسان اور کھیت مزدور تھے ۔ وہ بیدار کسانوں کی طاقت دیکھ چکے تھے ، لہذا انہوں نے مطالبہ کیا کہ کسانوں پر عائد جملہ پابندیاں ختم کی جائیں ۔ انہوں نے کسانوں کی اہمیت اور ان پر اپنے اعتماد کا اظہار ان الفاظ میں کیا :

وہ ان تمام زنجیروں کو توڑ ڈالیں گے جنہوں نے انہیں جکڑ رکھا ہے ، اور آزادی کی راہ پر تیزی کے ساتھ پیش قدمی کریں گے ۔ وہ تمام سامراجیوں ، جنگی سرداروں ، بداطوار افسروں ، مقامی ظالموں اور بدکردار رؤسا کو دفن کر دیں گے ۔ ہر انقلابی پارٹی اور انقلابی کامریڈ کی آزمائش ہوگی ، انہیں ان کے فیصلے کے پیش نظر ہی قبول یا رد کیا جائےگا ۔ تین راستے ہیں : کسانوں کے آگے آگے چلیں اور ان کی رہنمائی کریں ؟ ان کے پیچھے پیچھے رہیں اور ان پر انگشت نمائی اور تنقید کریں ؟ یا پھر ان کی راہ میں حائل ہو جائیں اور ان کی مخالفت کریں ؟

ہر چینی کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ ان میں سے کسی ایک راستے کا انتخاب کرے ۔ لیکن حالات آپ کو فوری فیصلے پر مجبور کر دیں گے ۔ *

یہ پیش گوئی ، جہاں تک چینی انقلاب کے مستقبل کی قطعی راہ کا تعلق ہے ، بالکل درست تھی ۔ مگر اس وقت پارٹی قیادت نے ماؤ زے تنگ کی بات پر کان نہ دھرا ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں پانچویں کانگرس میں ووٹ ڈالنے کی اجازت بھی نہیں دی گئی تھی ۔ چون تو شیو اس سلسلے میں پریشان رہتا تھا کہ کہیں بورژوا طبقے کے لوگ " گھبرا " نہ جائیں ، وہ انہیں ساتھ رکھنے کی خاطر عوامی تحریک کو بدنظمی کا شکار بنانے اور غیرمسلح کرنے پر بھی تیار تھا ۔ کمیونسٹ پارٹی میں دائیں بازو کے ایک اور نمائندے تھان پھینگ شان نے جو ووھان حکومت میں وزیر زراعت تھا ، کسانوں کی پرجوش تنظیم کی لہر کا زور توڑنے کے لئے پوری قوت استعمال کر ڈالی ۔ ایسے فوجی دستے تیار کرنے پر کوئی توجہ نہ دی گئی جس کے افسروں اور سپاہیوں میں سیاسی طور پر پختہ کار انقلابی کافی تعداد میں موجود ہوتے — اور یہ کسی بھی انقلاب میں ناقابل معافی غلطی ہوتی ہے ۔

---

* "ہونان کی کسان تحریک کے بارے میں تحقیقی رپورٹ" ، «منتخبات ماؤ زے تنگ»، جلد اول ، اردو ایڈیشن ، غیرملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پیچنگ ، ۱۹۷۱ء ، صفحات ۳۲ - ۳۳ ۔

ان غلطیوں کے باعث ووہان حکومت کی فوجوں میں جاہ پسندوں اور رجعت پسندوں کے لئے میدان صاف ہو گیا اور وہ چیانگ کائی شیک کے راستے پر چل نکلے ۔ مئی ۱۹۲۷ء کے اواخر میں انہوں نے ہر جگہ ، خاص طور پر صوبہ ہونان میں کسان تنظیموں کو تباہ اور ان کے رہنماؤں اور سرگرم ارکان کو قتل کرنا شروع کر دیا ۔ جون اور جولائی میں ایسے واقعات ہوئے جن میں لوگ فرار ہو کر چیانگ سے جا ملے ۔ ان میں فنگ یوی شیانگ بھی شامل تھا ۔ ۱۵ جولائی کو ، جبکہ ۳۶ غیرملکی جنگی جہاز کسی مزاحمت کا سامنا کئے بغیر ، دریائے یانگسی کے راستے ووہان میں لنگرانداز ہو چکے تھے ، وانگ چینگ وئی کی سربراہی میں " بائیں بازو " کی کومنتانگ نے مزدوروں ، کسانوں ، طالب علموں اور خصوصاً کمیونسٹوں کا قتل عام شروع کر دیا ۔ یہ قتل عام ، شنگھائی میں چیانگ کے قتل عام سے کہیں زیادہ خون آشام تھا ۔ مقامی رجعت پسندوں کی ، عوامی تحریک کے بچے کھچے عناصر سے نفرت اور " کچلے ہوئے طبقوں " کو سبق سکھانے کی خواہش کا یہ عالم تھا کہ سڑکوں پر سیکڑوں رکشا والوں کو گولی کا نشانہ بنا دیا گیا ۔ ان کا ایک ہی جرم تھا : انقلاب کے دوران انہوں نے اپنی ٹریڈ یونین منظم کر لی تھی ۔ کٹے ہوئے بالوں والی لڑکیوں کو پکڑ پکڑ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ۔ ان کا واحد " جرم " یہ تھا کہ انہوں نے بال کٹوا رکھے تھے : آج اگر وہ روایتی بال کٹوانے کی جرأت کر سکتی تھیں تو کل پورے روایتی سماجی ڈھانچے کا تختہ بھی الٹ سکتی تھیں !

یوں ووہان حکومت ختم ہو گئی اور تمام اقتدار نانکنگ میں

چیانگ کائی شیک کی "قوم پرست" حکومت کو منتقل ہو گیا ۔ کومنتانگ کے رہنما اب سن یت سین کی پوری وصیت کو ترک کر چکے تھے ۔ انہوں نے قومی خودمختاری کے لئے لڑنے کی تاکید کی تھی ، مگر اب اس کی جگہ سامراجیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ نے لے لی ۔ انہوں نے مزدوروں اور کسانوں کی امداد کا کہا تھا ، مگر مزدوروں اور کسانوں کا قتل عام کیا گیا ۔ انہوں نے کمیونسٹ پارٹی کے ساتھ اتحاد کی تاکید کی تھی مگر کمیونسٹوں کو ذبح کیا جانے لگا اور پارٹی کی رکنیت باقاعدہ قابل گردن زدنی قرار پائی ۔ انہوں نے سوویت یونین کے ساتھ اتحاد کی وکالت کی تھی مگر اس کی جگہ وحشیانہ طبقاتی نفرت نے لے لی ۔ کومنتانگ کے رہنماؤں میں سے صرف سن یت سین کی بیوہ سونگ چھینگ لینگ اور چند دوسرے افراد سن یت سین کے اصولوں پر ثابت قدم رہے ۔ نتیجتاً انہیں جلاوطنی کی راہ اختیار کرنی پڑی ۔

چیانگ کائی شیک اقتدار اعلیٰ حاصل کرنے کے بعد چھینگ حکومت ، یوان شی کھائی اور جنگی سرداروں کی پرانی راہ پر چل نکلا ۔ وہ چینی عوام کے خلاف سامراجیوں کا اتحادی اور آلۂ کار بن گیا ۔ وہ اور اس کی پارٹی شہروں میں کمپراڈوروں اور دیہات میں جاگیردارانہ رجعت پسندی کے سیاسی نمائندے بن گئے ۔ کمزور قومی بورژوا طبقہ انقلاب سے غداری کے بعد سیاسی اقتدار حاصل کرنے کی آرزو پوری نہ کر سکا اور سیاسی اور اقتصادی طور پر بتدریج اسی پوزیشن میں چلا گیا جو اسے ماقبل کے سامراجی رجعت پسند اتحاد میں حاصل تھی ۔ دیگر واقعات نے ۱۹۱۱ء کے انقلاب کی یاد تازہ کر دی ۔ جونہی

سامراج کے لئے قابل قبول "مرد آہن" مسند اقتدار پر فروکش ہوا ، نئی حکومت کو تسلیم کرنے کے لئے مغربی طاقتوں میں دوڑ شروع ہو گئی : حسب معمول سب سے پہلے امریکہ نے اس حکومت کو تسلیم کیا ۔ بین‌الاقوامی سرمایہ‌دار دنیا میں انقلابیوں کو باضابطہ طور پر تسلیم کرنے کی راہ ("باضابطہ" اس لئے کہ ایک انقلابی حکومت کو سرکاری طور پر تسلیم کرنے کے بعد بھی اس کا تختہ‌الٹنے کی کوششیں باضابطہ طور پر جاری رہتی ہیں) بےحد طویل ہوتی ہے ۔ مگر انقلاب دشمنوں کو فوراً تسلیم کر لیا جاتا ہے ۔ بعض اوقات تو وہ ابھی اقتدار کی کرسی تک پہنچ بھی نہیں پاتے کہ انہیں "تسلیم" کر لیا جاتا ہے ۔

بعدازاں غدار چیانگ کائی شیک کو ایک "جمہوریت پسند" ثابت کرنے کی جو کوششیں ہوئیں ، ان کے مدنظر مناسب ہوگا کہ کچھ غیرملکی حکومتوں کے ترجمانوں کی بےلاگ رائے پیش کر دی جائے ۔ جس زمانے میں چیانگ کو پھسلایا جا رہا تھا ، ایک سابق امریکی سینیٹر سلاس سٹران نے ، جو چینی محاصل سے متعلق بین‌الاقوامی کانفرنس میں امریکی مندوب تھا ، چین کے لئے "ایک مسولینی کی ضرورت" * پر زور دیا ۔ اور پروفیسر اے ۔ ویٹنی گریسولڈ نے ، مشرق بعید میں امریکی پالیسی پر جس کی کتاب عرصے تک امریکی یونیورسٹیوں میں مستند درسی کتاب کے طور پر پڑھائی جاتی رہی ، واشگاف الفاظ

---

* Dorothy Borg, *American Policy and the Chinese Revolution*, New York, 1947, p. 355.

میں لکھا کہ چیانگ نے کومنتانگ کی باگ دوڑ سنبھالتے ھی "اسے ایک فسطائی آمریت میں بدل دیا" ۔ *

* A. Whitney Griswold, *Far Eastern Policy of the United States*, New York, 1938, p. 382.

باب ۱۵

دوسری انقلابی خانہ جنگی
(۱۹۲۷ ــ ۱۹۳۷ء)

۲۷-۱۹۲۵ء کے ناکام انقلاب کے بعد ناقابل بیان رجعت پسند دہشت گردی کا آغاز ہو گیا ۔ چیانگ کائی شیک ٹولے نے سامراج ، جاگیرداری اور نوکرشاہی ۔ سرمایہ‌داری (نوکرشاہی ۔ سرمایہ‌دار کومنتانگ کے کچھ اعلیٰ ترین اہلکار تھے جن میں چیانگ خودبھی شامل تھا ۔ انہوں نے ریاستی اداروں پر کنٹرول کے ذریعے معیشت کے مختلف شعبوں پر ذاتی یا کنبے کی اجارہ‌داریاں قائم کیں) کے مفادات کی خاطر تاریخ کا رخ پیچھے کی طرف موڑنے کی کوشش کی ۔ حصول مقصد کے لئے اس نے صرف ۲۹-۱۹۲۷ء کے عرصے میں لگ بھگ ۳۵۰۰۰۰ اور ۳۷-۱۹۲۷ء کے عرصے میں مجموعی طور پر دس لاکھ سے زیادہ کمیونسٹوں ، مزدوروں ، کسانوں ، طالب علموں اور جمہوریت پسند دانشوروں کو موت کے گھاٹ اتارا ۔ ان میں وہ لوگ شامل نہیں جو لڑائیوں میں مارے گئے ۔ اس وقت غدار وانگ

چینگ وئی کے بقول کومنتانگ کا اصول یہ تھا : " ایک ہزار بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دو تاکہ کہیں ایک کمیونسٹ کو بچ نکلنے کا موقع نہ مل جائے ۔ " اس قتل عام میں مختلف غیرملکی مراعاتی علاقوں کے حکام نے ہاتھ بٹایا ۔ وہ اپنے اپنے علاقوں میں ترقی پسندوں کو پکڑتے اور چیانگ کے جلادوں کے حوالے کر دیتے تھے ۔

تاہم یہ تصویر کا ایک رخ تھا ۔ دوسرا رخ یہ تھا کہ ۲۷-۱۹۲۵ء کے دوران چینی انقلاب کا دھارا پھیل کر وسیع اور متلاطم سمندر کی شکل اختیار کر گیا اور اس نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ۔ اس سمندر پر ، جوار بھاٹے کے باوصف دوبارہ قابو نہ پایا جا سکا ۔ عظیم عوامی جدوجہد کے پہلے دور کی ہزیمتوں اور بورژوا طبقے کے فرار کے بعد چینی عوام کے جمہوری انقلاب پر چین کے مزدور طبقے کی پارٹی یعنی ، چینی کمیونسٹ پارٹی کی بلاشرکت غیرے سیادت قائم ہو گئی ۔ اور کمیونسٹوں اور عوام کو ، جیسا کہ بعدازاں ماؤ زے تنگ نے لکھا ، " مغلوب کیا جا سکا نہ مفتوح ، اور نہ ہی ان کا خاتمہ کیا جا سکا ۔ وہ اٹھے ، زخموں سے خون پونچھا ، اپنے شہید کامریڈوں کو دفن کیا اور مصروف جنگ ہو گئے ۔ "

یکم اگست ۱۹۲۷ء کو اس سلسلے کا ایک فیصلہ کن قدم اٹھایا گیا ، جب پارٹی اور اس کی زیرقیادت چین کے انقلابی طبقوں نے اپنی مسلح افواج قائم کیں ۔ اس روز صوبہ چیانگشی کے شہر نانچھانگ میں چو این لائی ، چو تہہ ، ھہ لونگ ، یہہ تھینگ اور دیگر رہنماؤں نے ۳۰ ہزار فوج کے ساتھ انقلاب دشمنوں کے خلاف بغاوت کر دی ۔ اور یوں چینی سرخ فوج ، آج کے چین کی عوامی

فوج آزادی کی بنیاد رکھی ۔ عوامی فوج آزادی ہر سال اسی تاریخ کو اپنا یوم تاسیس مناتی ہے ۔

۷ اگست کو پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے ایک خصوصی کانفرنس میں موقع پرست چھن تو شیو کو قیادت سے برطرف کر دیا ۔ اس اجلاس میں پارٹی کی زیرقیادت انقلابی فوج کے قیام کا فیصلہ کیا گیا ۔ اس میں طے کیا گیا کہ زمین کا مسئلہ انقلاب میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے اور پارٹی کو یہ فرض سونپا گیا کہ ہتھیار اٹھانے اور فصلوں اور زمینوں پر قبضہ کرنے میں کسانوں کی رہنمائی کرے ۔ ماؤ زے تنگ نے ہونان اور چیانگشی میں اس فیصلے پر عمل کیا ۔ انہوں نے وہاں " فصل خریف کی کٹائی کے موقع پر بغاوت " کی رہنمائی کی (ہوپے اور کوانگ تونگ میں بھی ایسی بغاوتیں ہوئیں) اور مزدوروں ، کسانوں ، اور رجعت پسند حکام سے بغاوت کرنے والے سپاہیوں کے نئے مسلح دستے تشکیل دیئے ۔

چند ماہ بعد ماؤ زے تنگ کی زیرقیادت فوجی دستے ، چو تہہ کی زیرقیادت فوجی دستے اور چھن ای کی زیرقیادت فوجی دستے صوبہ چیانگشی میں کوہ چینگ کانگ پر آ ملے ۔ اور یہاں انقلابی ریاستی اقتدار کا اولین مستحکم دیہی اڈا قائم کرکے مستقبل کی عوامی فتح کے سلسلے میں ایک اور فیصلہ کن قدم اٹھایا گیا ۔ دو سال کے اندر اندر مشرقی ، وسطی ، جنوبی ، مغربی اور شمال مغربی چین کے دیہی علاقوں میں ایسے ۱۹ دیہی انقلابی اڈے قائم ہو چکے تھے ۔ چیانگشی میں ژوئی جن کے مقام پر مزدوروں اور کسانوں کی مرکزی حکومت قائم کی گئی ۔ اس کے بعد چین کے کسی نہ کسی حصے میں کمیونسٹ

پارٹی کی زیرقیادت اور مزدوروں اور کسانوں کے اتحاد پر مبنی جمہوری حکومت ہمیشہ قائم رہی اور یہ انقلابی حکومت آج کے عوامی جمہوریۂ چین کی پیش رو تھی ۔ کمیونسٹ پارٹی نے بھاری جانی نقصان کے باوجود عزم و اعتماد کو پختہ تر کیا ، ہتھیار اٹھائے ، انقلاب اراضی کی شمع روشن کی اور انقلابی ریاستی اقتدار کا پرچم بلند کیا ۔ اس وقت یہ سب کچھ بہت معمولی لگتا تھا ، مگر ان اقدامات نے ایک تاریخ ساز عظیم شاہراہ کی بنیاد رکھی ۔ یہ بقول ماؤ زے تنگ ، " ایک چنگاری " تھی جو " گیاھستان کی آگ شروع کر سکتی تھی " ۔

یہ دس سالہ دوسری انقلابی خانہ جنگی کی شروعات تھی ۔ یہ مزدور طبقے کی زیر قیادت کسان جنگ تھی ۔ اس خانہ جنگی کے عمل میں ان دو طبقوں کے اتحاد کو ، جو چینی عوام کی غالب اکثریت پر مشتمل تھا ، ابدی استحکام حاصل ہوا ۔

اس نئی صورت حال میں ، پالیسی کے اعتبار سے متعدد نئی غلطیاں سرزد ہوئیں اور بالآخر صحیح راہ عمل غالب آ گئی ۔ کئی برسوں کے عرصے پر محیط یہ غلطیاں " بائیں بازو " کی غلطیاں تھیں ۔ ۱۹۲۷ء میں بورژوا اور ادنیٰ بورژوا طبقے کے سیاست دانوں کی غداری اور مسلسل رجعت پسند دہشت گردی پر غیظ و غضب سے مغلوب ہو کر چینی کمیونسٹ پارٹی میں کچھ لوگ یہ فراموش کر بیٹھے کہ چینی انقلاب کی نوعیت تبدیل نہیں ہوئی تھی ، اور یہ کہ سامراج اور جاگیرداری ہنوز ہدف تھے ۔ اس انداز فکر کے نتیجے میں انہوں نے انقلابی علاقوں میں امیر کسانوں اور چھوٹے سرمایہ‌داروں وغیرہ کے خلاف ایسی کارروائیاں شروع کر دیں ، جو درحقیقت ملک

بھر میں اقتدار حاصل ہونے کے بعد صرف سوشلسٹ دور کے لئے مناسب تھیں ۔ بلکہ بعض کارروائیاں تو اس دور کے لئے بھی موزوں نہ تھیں ۔ انہوں نے بحیثیت مجموعی ملک بھر میں غیر کمیونسٹ گروپوں کے ساتھ مشترکہ عمل سے متعلق منفی اور گروہ بندی پر مبنی رویہ اختیار کیا ، جس کی بنا پر انقلابی ہراول دستہ غیر ضروری طور پر الگ تھلگ ہو گیا ۔ وہ چھن تو شیو کے اطاعت پسندانہ " متحدہ محاذ " جس نے بورژوا طبقے کو خوش کرنے کی خاطر عوام کو غیرمسلح کر دیا تھا اور جس کے نتیجے میں بالآخر شکست کا منہ دیکھنا پڑا تھا ، اور انقلابی مارکسی ۔ لیننی پارٹی کی زیرقیادت مزدور ۔ کسان اتحاد کی قوتوں کے ذریعے مسلح جدوجہد کے پشت پناہ اور خدمت گزار متحدہ محاذ میں ، جس کی فتح سے ہمکناری لابدی تھی ، فرق کا احساس نہ کر سکے ۔

دیہی علاقوں میں نئی قوتوں کے قیام کی سست رفتاری دیکھ کر " بائیں بازو " والے جلدبازی میں یہ بھی چاہتے تھے کہ نوزائیدہ سرخ فوج کو قبل از وقت ہی شہروں کے خلاف لڑائی میں جھونک دیا جائے ۔ انہوں نے بدقسمتی سے شہروں میں سامراج اور چیانگ کائی شیک کے درمیان نئے اتحاد کی قوت کو حقیقت سے کم تر جانا ۔ نتیجتاً نہ صرف فوجی اعتبار سے سنگین نقصانات اٹھانے پڑے بلکہ صنعتی مراکز میں پارٹی قوت اور منظم مزدور طبقے کو بھی دھچکا پہنچا ، اور وہاں قبل از وقت بغاوتوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ۔

چھن تو شیو ایسے دائیں بازو کے انحراف پسندوں اور اس کے بعد قیادت سنبھالنے والے " بائیں بازو " کے انحراف پسندوں

(۳۰-۱۹۲۷ء میں چھی چھیو پائی اور لی لی سان اور ۳۴-۱۹۳۱ء میں وانگ مینگ) میں ایک بات مشترک تھی : وہ چین کے عوام کی اکثریت یعنی کسانوں کی انقلابی مخفی قوت پر یقین نہیں رکھتے تھے - حالات و واقعات کی روشنی میں دیکھا جائے تو وہ ایک دوسرے سے کوسوں دور تھے - چھن لڑائی سے خوفزدہ تھا اور اصلاح اور اعلیٰ سطح کے سیاسی جوڑ توڑ پر یقین رکھتا تھا - چھی اور لی ، اس کے برعکس ، ممکنہ اتحادیوں ، نہ صرف موجود بلکہ آئندہ بننے والے دشمنوں ، غرض ہر کسی سے بیک وقت دست و گریباں ہونے پر کمربستہ رہتے تھے - تاہم ادنیٰ بورژوا انفرادیت پسندی اور موضوعیت پسندی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو دونوں رجحان یکساں تھے ، اور جہاں بھی ان رجحانات کی پیروی کی گئی ، انقلاب کو ہزیمتوں کا شکار ہونا پڑا - لینن نے عرصہ قبل ہی روس کی ابتدائی انقلابی تحریک میں ایک طرف پیشہ‌ور " قانون پسند مارکسیوں " اور خالصتاً معاشی جدوجہد کے علم بردار ٹریڈ یونینسٹوں اور دوسری طرف بظاہر " انتہا پسند انقلابی " دہشت پسندوں کے درمیان اس یکسانیت کی نشاندھی کر دی تھی اور اس حقیقت کی بھی نشاندھی کر دی تھی کہ آج کے دہشت پسند کل کے اصلاح پسند بن سکتے تھے -

چین میں ، اس کے اپنے ٹھوس حالات کے مطابق ، انقلاب میں فتح کی غماز راہ عمل ، دائیں بازو کی اطاعت پسندی اور " بائیں بازو " کی مہم جوئی کے خلاف جدوجہد میں بتدریج ابھری اور اس کی آزمائش ہوئی - یہ عوامی جنگ کی راہ عمل تھی ، جس میں پرولتاریہ نے کسانوں کی قیادت کی اور جو بیس سال سے زیادہ عرصے تک مختلف

شکلوں سے گزرتی ہوئی ماؤ زے تنگ کے بیان کردہ اس اصول کے تابع آ گئی :

چونکہ چین کے کلیدی شہروں پر عرصۂ دراز سے طاقتور سامراجیوں اور ان کے رجعت پسند چینی اتحادیوں کا قبضہ ہے ، لہذا انقلابی صفوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ پسماندہ دیہات کو پیش رفتہ مستحکم اڈوں کے علاقوں اور انقلاب کے عظیم فوجی ، سیاسی ، اقتصادی اور ثقافتی مراکز میں تبدیل کر دیں ، تاکہ وہاں سے ان خونخوار دشمنوں کا مقابلہ کیا جا سکے ، جو دیہی علاقوں پر حملے کے لئے شہروں کو استعمال کر رہے ہیں اور اس طرح طویل جدوجہد کے ذریعے بتدریج انقلاب میں مکمل فتح حاصل کی جا سکے ۔ اگر وہ سامراج اور اس کے پالتو کتوں کے ساتھ سمجھوتہ بازی کی بجائے جنگ جاری رکھنے کا تہیہ کر چکی ہیں ، اگر وہ اپنی قوتوں کو مجتمع اور صیقل کرنا چاہتی ہیں اور کمزور ہونے کی صورت ہیں طاقتور دشمن سے فیصلہ کن جنگ لڑنے سے گریز کرنا چاہتی ہیں ، تو ان کے لئے ایسا کرنا ناگزیر ہوگا ۔ *

مزدور طبقے اور کثیرالتعداد کسانوں کے درمیان مجاہدانہ اتحاد کی بنیادوں پر ، جو مزدور طبقے کی زیرقیادت تھا ، متحدہ محاذ کی پالیسی

---

* " چینی انقلاب اور چینی کمیونسٹ پارٹی "، «منتخبات ماؤ زے تنگ » ، اردو ایڈیشن ، غیر ملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پیچنگ ، جلد دوم ، ۱۹۷۳ء ، صفحہ ۵۴۱ -

کو مزید فروغ دیا گیا اور بروئے عمل لایا گیا ۔ ماؤ زے تنگ اس سلسلے میں رقمطراز ہیں :

ہر کمیونسٹ کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ کمیونسٹ پارٹی کی سرکردگی میں چین کی انقلابی تحریک مجموعی طور پر دو مراحل ، جمہوری انقلاب اور سوشلسٹ انقلاب پر مشتمل ہے جو بلحاظ نوعیت دو مختلف انقلابی عمل ہیں ۔ دوسرا عمل صرف اسی صورت میں مکمل ہو سکتا ہے جب پہلا عمل پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ہو ۔ *

یہ ظاہر ہے کہ انقلاب ہنوز پہلے مرحلے میں تھا ۔ لہذا پارٹی نے اس دور کے اصل دشمن کے خلاف سامراج دشمن اور جاگیرداری دشمن گروپوں کے ساتھ اور دیگر ممکنہ اتحادیوں کے ساتھ تعاون کی راہیں ڈھونڈنی شروع کر دیں ۔ ان برسوں کے دوران جبکہ جاپانی جارحیت چین کے قومی وجود بلکہ بحرالکاہل کے خطے میں دوسری سامراجی طاقتوں کے مفادات کے لئے بھی اصل خطرہ بن گئی تو چین کے بڑے بورژوا طبقے کے ایک حصے (چیانگ اور اس کی ٹولی) کے بارے میں بھی ، جو امریکہ اور برطانیہ کا دم چھلا بنا ہوا تھا اور جاپان کی مخالفت کرنے لگا تھا ، یہی انداز فکر اپنایا گیا ۔

ایک طرف سماجی پالیسی میں بوقت ضرورت رعایتیں دی گئیں

---

* ایضاً ، صفحات ٦٥ - ٥٦٣ -

اور دوسری طرف ۱۹۲۷ء کی تباہ کاریوں کے اعادے کا سدباب کیا گیا ۔ اس کا سبب یہ تھا کہ انقلابی قوتیں اپنا ریاستی اقتدار ، فوج اور انقلابی اڈے قائم کرنے میں کامیاب ہو چکی تھیں جو متحدہ محاذ کی ہر صورت کا محور اور انتہائی فعال شعبہ تھے ۔ نتیجتاً متحدہ محاذ سے راہ فرار اختیار کرنے والا کوئی بھی گروپ اس قابل نہ تھا کہ چینی کمیونسٹ پارٹی کو یکا و تنہا کر سکتا ۔ فرار کی صورت میں وہ خود ہی عوامی ہمدردی اور حمایت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ۔

آنے والے دور میں یہ سب کچھ واضح ہو گیا ۔ اس دوران رجعت پسند کومنتانگ حکومت یہ ثابت کرتی رہی کہ وہ چین کے کسی بھی مسئلے کو حل کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی تھی ، اور ہر موڑ پر اپنے حقیقی خدوخال بےنقاب کرتی رہی ۔

چیانگ کائی شیک نے " ملک کو متحد " کرنے کا وعدہ کیا تھا ، مگر جلد ہی دوسرے نئے جنگی سرداروں سے گتھم گتھا ہو گیا ۔ اس نے " غیرمساوی سمجھوتوں کی مخالفت " کا اعلان کیا تھا ، لیکن کوئی کارروائی نہ کی ، بلکہ ۱۹۲۷ء کے اواخر میں اس کے فوجیوں نے کینٹن میں سوویت قونصلیٹ کے عملے کو قتل کر دیا ۔ سوویت یونین واحد ملک تھا جس نے ایسے غیرمساوی سمجھوتے کالعدم قرار دے دیئے تھے ۔ یہ واقعہ اسی دوران ہوا جب پیچنگ میں برسراقتدار پرانے جنگی سردار چانگ زو لین نے مغربی طاقتوں اور جاپان کے سفارت کاروں کی رضامندی سے عملاً محفوظ " سفارتی علاقے " میں سوویت سفارت خانے پر چھاپہ مارا ۔ چین اور سوویت یونین کے درمیان روابط ، خواہ وہ کسی بھی سطح پر تھے ، ختم کرنے

میں چیانگ کائی شیک کے اینگلو - امریکی آقا اتنی ہی دلچسپی رکھتے تھے ، جتنی چانگ زو لین کے جاپانی آقاؤں کو تھی -

تاہم ، نئے جنگی سرداروں کی طرح سامراجیوں کے مابین بھی انتہائی شدید سرپھٹول جاری تھی - جاپانیوں کو یہ بات قطعاً پسند نہ تھی کہ امریکہ اور برطانیہ کا منظور نظر چیانگ کائی شیک شمالی چین میں ان کے حلقۂ اثر میں آ گھسے - ۱۹۲۸ء میں انہوں نے صوبہ شان تونگ میں اس کی فوجوں کی راہ روکنے کے لئے اپنی فوجیں بھیج دیں ، اس کے سپاہیوں پر گولی چلائی اور ان ایلچیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جو چیانگ نے گفت و شنید کے لئے بھیجے تھے - لیکن " قوم پرست " چیانگ نے اس انتہائی بھونڈی مداخلت کا کوئی جواب دیا اور نہ ہی چینی عوام سے حمایت کی اپیل کی ، بلکہ بڑے سعادت مندانہ انداز میں ٹوکیو گیا اور فوجی - فسطائی کاماریلا کو دھائی دی کہ وہ کسی طور بھی جاپانی مفادات کے لئے خطرہ کا باعث نہیں تھا اور انہیں محض غلط فہمی ہوئی تھی - اس سلسلے میں انتہائی رجعت پسند بلیک ڈریگن سوسائٹی کے سربراہ مٹسورو ٹویاما نے چیانگ کی سرپرستی کی - یہ سوسائٹی منچوریا ، منگولیا اور سوویت مشرق بعید پر جاپانی حملے کے پرچار میں پیش پیش تھی -

وہ منصوبہ جلد ہی واضح شکل میں سامنے آ گیا جس کے تحت چیانگ اپنے تمام آقاؤں کی ایک سی سیوا کرنا چاہتا تھا - ۲۷-۱۹۲۵ء کے چینی انقلاب کا گلا گھونٹنے کے بعد ، جو ۱۹۱۷ء کے انقلاب اکتوبر کے بعد یورپ اور ایشیا میں انقلابات کی آخری لہر تھا ، سوویت یونین کے خلاف بین‌السامراجی مداخلت کی مشترکہ

کوشش شروع ہو گئی - ۱۹۲۹ء میں منچوریا (شمال مشرقی چین) میں تعینات چینی فوجوں کو استعمال کرتے ہوئے سوویت سرحد کی خلاف ورزی کی گئی اور روس کی تعمیر کردہ چائنیز ایسٹرن ریلوے پر قبضہ کر لیا گیا - زارشاہی کے زمانے میں یہ ریلوے لائن ماورائے حدود زون کا مرکز تھی - اس کا انتظام اور حفاظت روس کے ہاتھوں میں تھی ، بالکل اسی طرح جیسے نہر پانامہ زون کا انتظام اور حفاظت امریکہ کے ہاتھوں میں اور نہر سویز کا انتظام اور حفاظت برطانیہ کے ہاتھوں میں تھی — تمام سامراجیوں نے ایک ہی نوع کی چال اپنا رکھی تھی - انقلاب اکتوبر کے بعد یہ ریلوے لائن مغربی طاقتوں اور جاپان کے مشترکہ کنٹرول میں دے دی گئی - * یہ طاقتیں مسمار شدہ زارشاہی کی چین میں متروکہ املاک پر قبضے کے ساتھ ساتھ روس میں لینن کی زیرقیادت نوزائیدہ پرولتاری اقتدار پر بھی ضرب لگانے کے لئے اس ریلوے کو اڈے کے طور پر استعمال کرنا چاہتی تھیں - ان کوششوں میں ناکامی کے بعد ۱۹۲۴ء میں سوویت روس

---

* ابتدا میں جاپان نے اس ریلوے پر بلاشرکت غیرے قبضہ کرنے کی کوشش کی ، اور پھر یہ " انٹر - الائیڈ ریلوے کمیشن " کے زیر انتظام آ گئی جس کا سربراہ ایک امریکی جان ڈبلیو - سٹیونز تھا - اس دوران یہ ریلوے سائبیریا میں مداخلت کرنے والی امریکی اور جاپانی فوجوں اور سامراجی طاقتوں کی پشت پناہی میں لڑنے والے روسی وائٹ گارڈ دستوں کی نقل و حرکت کے لئے استعمال کی گئی - بعدازاں ، وائٹ گارڈ فوجیوں کو شمال مشرقی چین میں تعینات کر دیا گیا - ان میں سے کچھ جنگی سرداروں کی فوجوں کے فرائض انجام دیتے رہے اور ۱۹۲۹ء کی لڑائی میں انہیں سرحدوں پر گشت اور گھمسان کی لڑائیوں میں استعمال کیا گیا - تصفیہ ہونے پر ان دستوں کو توڑ دیا گیا -

اور پیچنگ میں اس وقت کی چینی حکومت کے درمیان ایک سمجھوتہ ہوا جس کے تحت یہ "ریلوے" سوویت روس کی کاروباری ملکیت رہی ، لیکن تمام ماورائے حدود مراعات کالعدم قرار دے دی گئیں اور اس "زون" پر چین کا تصرف بحال کر دیا گیا - ۱۹۲۹ء میں اس ریلوے لائن پر قبضے کے ساتھ ہی سیکڑوں سوویت ریلوے کارکنوں کو گرفتار کر لیا گیا اور سرحد پار چھاپے مارے گئے - یہ واقعات اس وقت ہوئے جب سوویت یونین صنعتکاری اور زراعت کو اجتماعیہ کی شکل دینے کے پہلے پانچ سالہ منصوبے پر کام شروع کر رہا تھا - یہ سوشلزم کو کمزور کرنے کے لئے عالمی رجعت پسندوں کا ایک اقدام تھا - ساتھ ہی ساتھ "چین کے خلاف سرخ جارحیت" اور اسی نوع کا بیہودہ پروپیگنڈا بھی شروع کر دیا گیا -

چینی کمیونسٹ پارٹی نے پرولتاری بین‌الاقوامیت کا پرچم سر بلند رکھتے ہوئے اپنا طبقاتی اور حب‌الوطنی پر مبنی فریضہ انجام دیا اور بڑی جرأت مندی سے چینی عوام کو بتایا کہ انہیں ، دشمنوں ، سامراجیوں اور رجعت پسندوں کے مفاد کی خاطر ، عوام دوست اور دنیا کی اولین مزدور - کسان ریاست کے خلاف جنگ کی بھٹی میں جھونکا جا رہا تھا - اس فریضے کی ادائیگی میں بہت سے چینی کمیونسٹوں کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے -

سوویت سرخ فوج نے بعجلت کارروائی کرکے سابقہ صورت حال بحال کر دی - تاہم اس نے چین کے کسی علاقے پر قبضہ کیا نہ کوئی تاوان یا ہرجانہ طلب کیا - یوں اس دور کے سوویت یونین نے ، جو ایک سوشلسٹ ریاست تھا ، یہ عیاں کر دیا کہ وہ چین کے رجعت

پسند حکمرانوں کی کسی کارروائی کی سزا چینی عوام کو نہیں دے گا ۔ ساتھ ہی اس نے یہ بھی ظاہر کر دیا کہ وہ سامراجی پٹھوؤں کو من مانی کرنے کی اجازت نہیں دے گا ۔

چیانگ کی قوم سے غداری اور بین الاقوامی اور ملکی رجعت پسندوں کی مقصدبراری میں اس کی فوجوں کے شرمناک کردار کا خمیازہ دو سال بعد چینی عوام کو بھگتنا پڑا ۔ جاپان نے دیکھا کہ مغربی طاقتیں عالمی اقتصادی بحران سے دوچار ہیں تو صورت حال سے اسی طرح فائدہ اٹھایا جیسے وہ پہلی جنگ عظیم کے دوران یورپی ملکوں کے مابین لڑائی سے اٹھا چکا تھا ۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۱ء کو جاپان نے حملہ کرکے شمال مشرقی چین پر قبضہ کر لیا ۔ یوں چین کے صنعتی اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ صوبے جن کی آبادی چار کروڑ تھی ، چین سے الگ کر لئے گئے ۔ ماضی میں اس سے کمتر اشتعال انگیزی پر جاگیردار ملوکیت بھی لڑنے اٹھ کھڑی ہوتی تھی ، مگر چیانگ نے مزاحمت کرنے والی مقامی فوجوں کی مدد کو ایک سپاہی تک نہ بھیجا ۔ اور اگلے ۱۴ برسوں میں یعنی ۱۹۴۵ء میں جاپان کی شکست تک یہاں کمیونسٹ پارٹی کی زیرقیادت صرف عوامی چھاپہ مار قوتیں مصروف جہد رہیں ۔

اس وقت چیانگ کا واحد "جاپان دشمن" اقدام یہ تھا کہ اس نے لیگ آف نیشنز سے اپیل کی اور لیگ نے معاملے کی تحقیق کے لئے نام نہاد لیٹن کمیشن قائم کر دیا ۔ اس کھلی جارحیت کے بارے میں کمیشن نے جو رپورٹ مرتب کی اس میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا تھا کہ "جن مسائل پر یہ جھگڑا ہو رہا ہے ، وہ اتنے آسان نہیں ،

جتنے بظاہر بتائے جاتے ہیں ۔ " اس یگانہ فیصلے کا سبب یہ تھا کہ مغربی طاقتیں ، گو نہیں چاہتی تھیں کہ جاپان اکیلے ہی اکیلے لوٹ مار کرے ، تاہم اس بات پر بھی معترض نہ تھیں کہ وہ چن میں ، خصوصاً ان علاقوں میں جو سوویت سرحدوں کے قریب تھے ، لوٹ مار مچائے رکھے اور انہوں نے امید بھی ظاہر کی کہ جاپان کی سرگرمیاں یہ رخ اختیار کریں گی ۔

جنوری ۱۹۳۲ء میں جاپان نے شنگھائی پر حملہ کیا تو چیانگ نے ۱۹ویں روٹ فوج کو جو بڑی بہادری سے لڑ رہی تھی ، کوئی مدد بہم نہ پہنچائی ۔ یہ فوج چیانگ کے پٹھوؤں کی براہ راست کمان میں نہ تھی ، لہذا اس نے دشمن کے ہاتھوں اس فوج کی تباہی ہی بہتر سمجھی ۔ معرکۂ شنگھائی کے بعد چیانگ نے اس علاقے میں رسوا کن جنگ بندی قبول کر لی ۔ اس جنگ بندی میں مسولینی کے داماد کاؤنٹ سیانو نے دلال کے فرائض انجام دیئے ۔ کاؤنٹ سیانو اس وقت شنگھائی میں اٹلی کا قونصل جنرل تھا اور بعدازاں فسطائی اٹلی کا وزیرخارجہ بنا ۔

اندرون ملک چیانگ کی اور اسی طرح عالمی سطح پر بڑھتی ہوئی چپقلشوں کے باوجود سامراجیوں کی سب سے بڑی دلچسپی یہ تھی کہ چینی سرخ فوج کو تباہ کیا جائے ۔ لیکن یہ فوج اس وقت انتہائی اندرونی علاقوں میں عوامی گشتی اور گوریلا جنگ لڑ رہی تھی اور شہروں میں سامراجیوں کے مضبوط ٹھکانوں ، ریلوے لائنوں اور بڑے دریاؤں سے بہت دور تھی ۔ یہ فوج جہاں بھی جاتی تھی اپنے مشہور ضابطۂ اخلاق پر عمل کرتی تھی ، جو ماؤ زے تنگ نے

مرتب کیا تھا ۔ * یہ جہاں بھی جاتی تھی کسانوں کو جاگیردار زمینداروں سے زمینیں چھیننے اور اقتدار کے اپنے ادارے منظم کرنے میں مدد دیتی تھی ۔ یہ جہاں بھی جاتی تھی فوجی قوت کے علاوہ عوام کو تعلیم دینے اور متحرک و منظم کرنے کے فرائض بھی انجام دیتی تھی ۔ ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۴ء کے درمیان اس نے چار "کمیونسٹ دشمن مہموں" کو بری طرح تتر بتر کیا جن میں چیانگ نے دسیوں لاکھوں فوجی جھونک دیئے تھے ۔ اس نے کثیر تعداد میں کومنتانگ

---

* یہ ضابطہ سب سے پہلے ۱۹۲۸ء میں تشکیل دیا گیا ۔ اور بعدازاں کئی بار جاری کیا گیا ۔ اس کے بنیادی مضمرات حسب سابق رہے تاہم چینی سرخ فوج اور بعد کی جنگوں میں اس کے جانشینوں کی سرگرمیوں کو معمول پر رکھنے کی خاطر ترتیب و الفاظ میں معمولی ردوبدل کیا جاتا رہا ۔ ۱۹۴۷ء میں عوامی فوج آزادی کے لئے اس ضابطے کو حسب ذیل شکل میں نافذ کیا گیا :

نظم‌وضبط کے تین بڑے قواعد :

(۱) اپنی تمام کارروائیوں میں احکام کی تعمیل کرو ۔

(۲) عوام سے ایک سوئی یا دھاگے کا ٹکڑا مت لو ۔

(۳) مال غنیمت کی ہر چیز جمع کرا دو ۔

آٹھ نکات برائے توجہ :

(۱) نرمی سے گفتگو کرو ۔

(۲) مناسب قیمت پر خریدوفروخت کرو ۔

(۳) جو چیز بھی مستعار لو وہ واپس کرو ۔

(۴) اگر کسی چیز کو نقصان پہنچاؤ تو اس کا معاوضہ ادا کرو ۔

(۵) لوگوں کو مارو نہ برا بھلا کہو ۔

(۶) فصلوں کو نقصان مت پہنچاؤ ۔

(۷) خواتین سے بےجا بےتکلفی مت برتو ۔

(۸) قیدیوں سے بدسلوکی مت کرو ۔

یونٹوں کو تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ چیانگ کے ہزارہا سپاہیوں کو ، جو کسان طبقے سے تعلق رکھتے تھے ، اور کچھ محب وطن افسروں کو بھی اپنے ساتھ ملایا ۔

سرخ فوج کی صلاحیت حرب ، عوام کے ساتھ قریبی روابط اور دشمن سپاہیوں کو منتشر کرنے کی اہلیت کا بنیادی سبب یہ تھا کہ اس نے سیاسی کام کا نہایت موثر نظام قائم کر رکھا تھا ۔ اس نظام نے مقصد حرب اور عمل میں ہم آہنگی پیدا کر دی تھی ۔ بنیادی سطحوں پر ہر اسکواڈ میں پارٹی گروپ اور ہر کمپنی میں پارٹی شاخ کا قیام خاص اہمیت رکھتا تھا ۔ بٹالینوں ، رجمنٹوں اور اس سے اوپر کی سطحوں پر اعلیٰ پارٹی تنظیمیں قائم تھیں ۔ بعدازاں ماؤ زے تنگ نے اس کا لب و لباب یوں پیش کیا ، " ہمارا اصول یہ ہے کہ پارٹی بندوق کی کمان کرتی ہے ، بندوق پارٹی کی کمان نہیں کرتی ۔ " * کمانڈروں کو سپاہیوں پر سختی کرنے کی اجازت نہیں تھی ۔ اس قسم کی سختی پرانی طرز کی فوجوں کا خاصہ تھی ۔ اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ افسروں اور جوانوں کا تعلق طبقاتی بھائیوں میں تعلق کی مثل تھا ۔ تعمیل حکم اور فوجی جمہوریت (کارروائیوں کی منصوبہ بندی کے دوران اور بعدازاں ان پر نظرثانی کے دوران عام سپاہیوں سے تبادلۂ خیال) اور معاشی جمہوریت (ہر کمپنی کے میس کا انتظام کرنے اور حسابات کی جانچ پڑتال کرنے میں عام سپاہیوں

---

* " جنگ اور حکمت عملی کے مسائل " ، ۱۹۳۸ء ، «منتخبات ماؤ زے تنگ» ، جلد دوم ، اردو ایڈیشن ، غیر ملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پیچنگ ، ۱۹۷۳ء ، صفحہ ۳۷۹ ۔

کی شرکت) میں چولی دامن کا ساتھ تھا - یہاں جمہوریت برائے جمہوریت نہیں تھی - اس کا مقصد سرخ فوج کو ایک ایسی فعال اور متحد لڑاکا قوت میں بدلنا تھا جو حصول مقصد یعنی چینی انقلاب کی فتح میں تمام ارکان کی پیش عملی اور حوصلے کو بروئے کار لائے -

ان ھی اسباب کی بنا پر سرخ فوج کی طاقت تعداد کی نسبت کہیں زیادہ رہی -

سامراجیوں نے چیانگ کو جو کثیر ھتھیار دیئے تھے وہ سرخ فوج کے ھاتھوں میں آتے چلے گئے - چیانگ کے فسطائی جرمن مشیر بھی چینی کمیونسٹ پارٹی کی قوتوں کو ، متعدد مہموں کے باوجود ، تباہ کرنے میں ناکام رہے - ان میں پہلی جنگ عظیم کے بعد نیم خفیہ جرمن مسلح افواج کا معمار رسوائے زمانہ جنرل وون سیکٹ اور ھٹلر کے زمانے میں بلجیئم کا فوجی گورنر جنرل وون فالکن ھاسن بھی شامل تھے - چیانگ کی فضائیہ نے ، جسے کلائر چینالٹ ایسے امریکی افسروں اور جنرل لورڈی کی سربراھی میں فسطائی اٹلی کے فوجی مشن نے تربیت دی تھی ، سیکڑوں دیہات پر بمباری کر کے ان گنت کسانوں کو ھلاک کر دیا — لیکن عوامی جنگ کے سامنے وہ بھی بیکار ثابت ھوئی -

لہذا کومنتانگ متواتر حملوں کے باوجود چینی سرخ فوج کا خاتمہ کرنے میں ناکام رہی ، تاھم دوسری طرف ، چینی سرخ فوج بھی ھنوز اتنی طاقتور نہ تھی کہ شہروں اور اھم مواصلاتی رابطوں پر حملے کر سکتی ، اور انقلابی علاقوں کو بدستور ناکہ بندی کا سامنا تھا -

اسی زمانے میں روم - برلن محور وجود میں آ رہا تھا - نازی جرمنی اور فسطائی اٹلی مستقبل میں دنیا پر غلبہ قائم کرنے کی خاطر چین میں اثر و رسوخ پیدا کرنے کے لئے چیانگ کی عوام دشمن خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا رہے تھے - جرمن کومنتانگ کی فوج اور پولیس میں گھس گئے : مثال کے طور پر نازی کپتان والٹر سٹینز چیانگ کے محافظ دستے کا کمانڈر اور اس کے ذاتی محکمۂ خفیہ کا سربراہ بن گیا - اٹلی کے سرمایہ‌داروں نے سائنو - اٹالین ایروناٹک ورکس قائم کیا - ایک سابق اطالوی وزیر حزانہ البرٹو ڈی سٹیفانی چیانگ کا اقتصادی مشیر بنا اور اس نے چین میں دریائی جہازرانی کے سب سے بڑے ادارے چائنا مرچنٹس سٹیم نیوی گیشن کمپنی کے حصص خریدنے کا منصوبہ تیار کیا - مسولینی حکومت کے ایک اعلیٰ افسر نے چین کے تجارتی بیڑے پر قبضے کے بارے میں کہا کہ اس کا مقصد "سیاسی اور ممکنہ علاقائی مراعات حاصل کرنا تھا" -* اٹلی کی فضائی تنصیبات چین کا شیرازہ بکھرنے کی صورت میں صوبجات چیانگشی اور فوچیئن پر قبضے کے لئے اڈوں کی حیثیت رکھتی تھیں -

ان محوری سازشوں کے سلسلے میں چیانگ کا رویہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اسے ملک کے مفادات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی - فسطائی جرمنی اور اٹلی نے چین پر عملاً حملہ آور جاپان سے بھرپور گٹھ جوڑ کر لیا تو بھی چیانگ نے ان ملکوں کے مشیروں کو برقرار رکھا -

---

* Frank L. Tamagna, *Italy's Interests and Policies in the Far East*, New York, 1940.

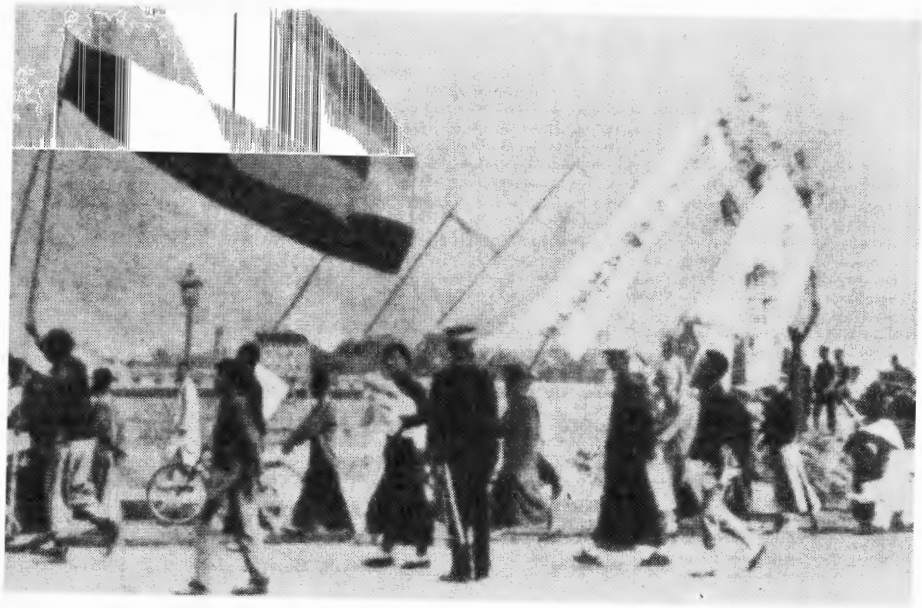

۴ مئی ۱۹۱۹ء کو پیچنگ کے طلبا نے پیرس امن کانفرنس کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا جو دیکھتے ہی دیکھتے ملک گیر سامراج دشمن تحریک کی شکل اختیار کر گیا ۔

لی تا چاؤ جنہوں نے چین میں مارکسزم - لینن ازم کے پرچار کی ابتدا کی - وہ چینی کمیونسٹ پارٹی کے بانیوں میں سے ایک تھے -

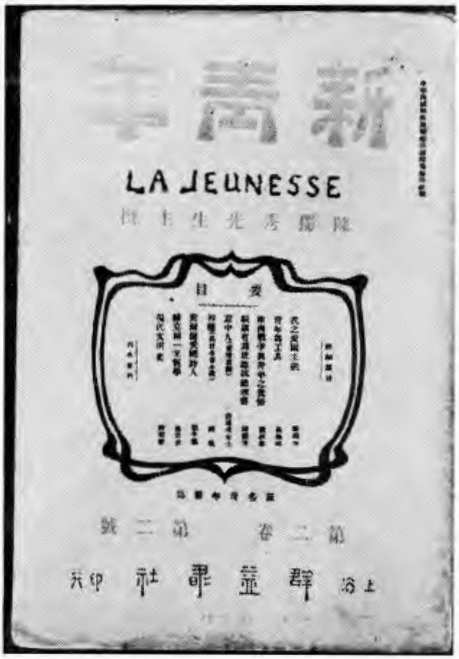
新青年

LA JEUNESSE

陳獨秀先生主撰

目次

第二卷 第三號

上海 群益書社 印行

۴ مئی تحریک کے زمانے کا انتہائی بااثر جریدہ " نیا نوجوان "

چینی عوام کے عظیم رہنما ماؤ زے تنگ ۱۹۲۱ء میں منعقدہ چینی کمیونسٹ پارٹی کی پہلی کانگرس میں صوبہ ہونان کے مندوب تھے -

تونگ پی وو جو چینی کمیونسٹ پارٹی کی پہلی کانگرس میں صوبہ ہوپے کے مندوب تھے ، آزادی کے بعد عوامی جمہوریہ' چین کے نائب صدر بنے -

۱۹۲۴ء میں چینی کمیونسٹ پارٹی اور کومنتانگ نے تعاون کرکے شمالی مہماتی جنگ لڑی ۔ (تصویر) فاتح شمالی مہماتی فوج وو ہان میں داخل ہو رہی ہے ۔

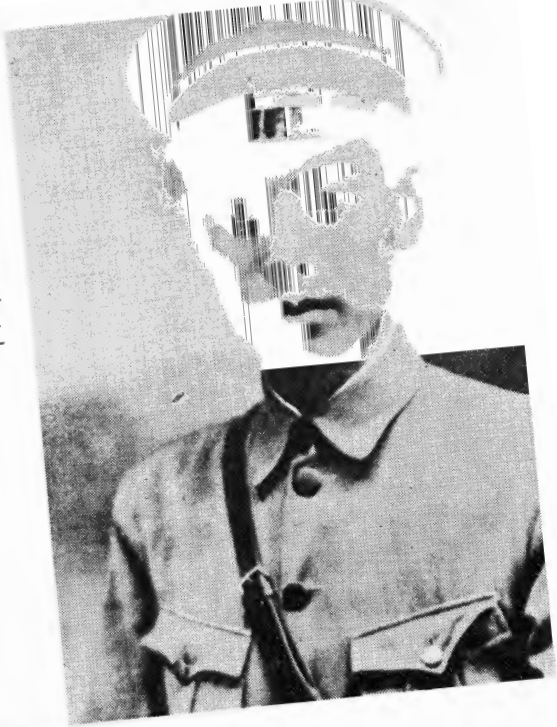

چو این لائی ۱۹۲۴ء میں وامپو فوجی اکیڈمی
کے سیاسی ڈائریکٹر مقرر ہوئے ۔

لیو شاؤ چھی ۱۹۲۰ء کے عشرے کے اوائل
میں چیانگشی میں آن یوان کانوں کی مزدور
تحریک کے ممتاز رہنما تھے ۔

اپریل ۱۹۲۷ء میں کومنتانگ نے انقلاب سے غداری کی ۔ اسی سال یکم اگست کو چو تہہ اور چو این لائی نے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ نانچھانگ میں مسلح بغاوت کا پرچم بلند کیا ۔ بعدازاں یکم اگست چینی عوامی فوج آزادی کا یوم تاسیس قرار پایا ۔

ماؤ زے تنگ اور چو تہہ کی زیرقیادت باغی فوجیں کوہ چینگ کانگ پر
اکٹھی ہوئیں اور پہلا انقلابی اڈے کا علاقہ قائم کیا ۔ (روغنی تصویر)

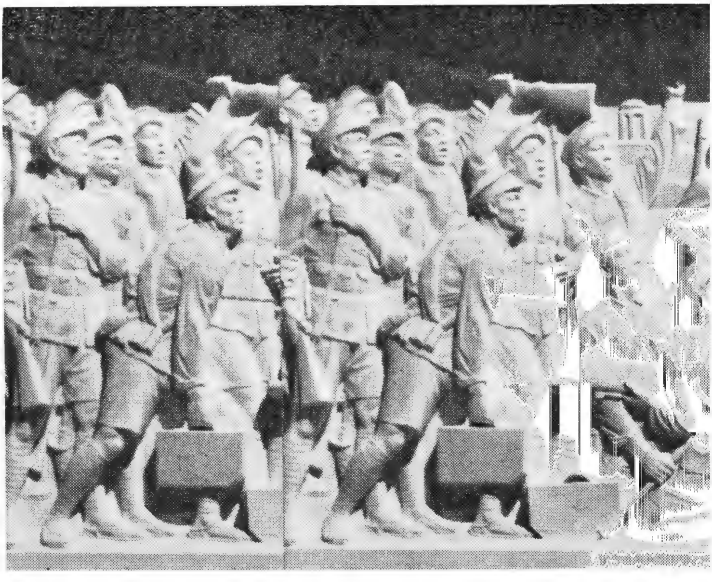

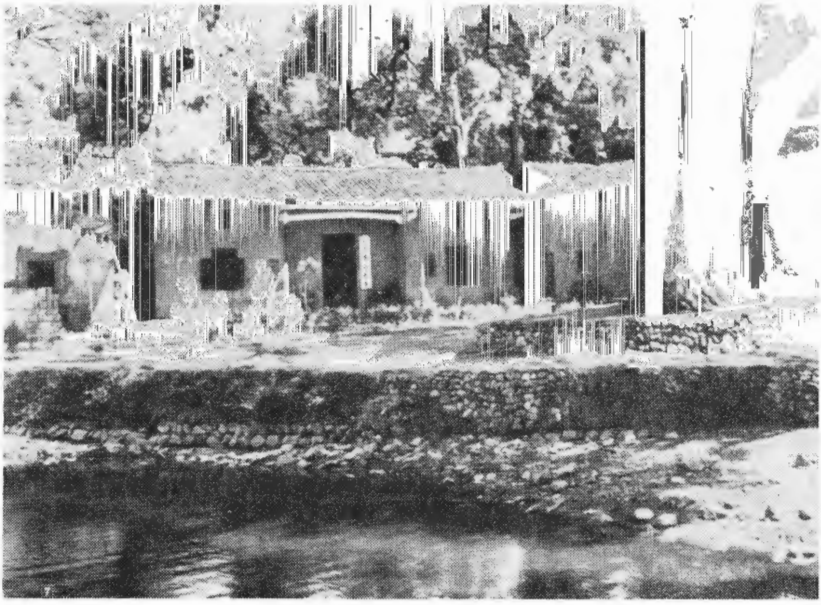

۳۶-۱۹۲۷ء کی دس سالہ خانہ جنگی کے دوران چیانگشی
کے مقام ژوئی چن میں ماؤ زے تنگ کی قیام گاہ

۱۹۳۲ء میں چینی مزدوروں اور کسانوں کی سرخ فوج کا ایک دستہ

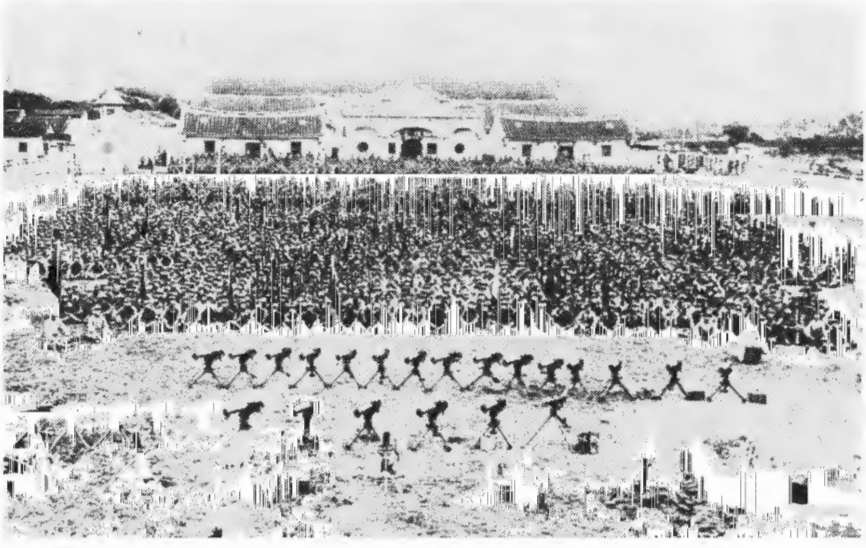

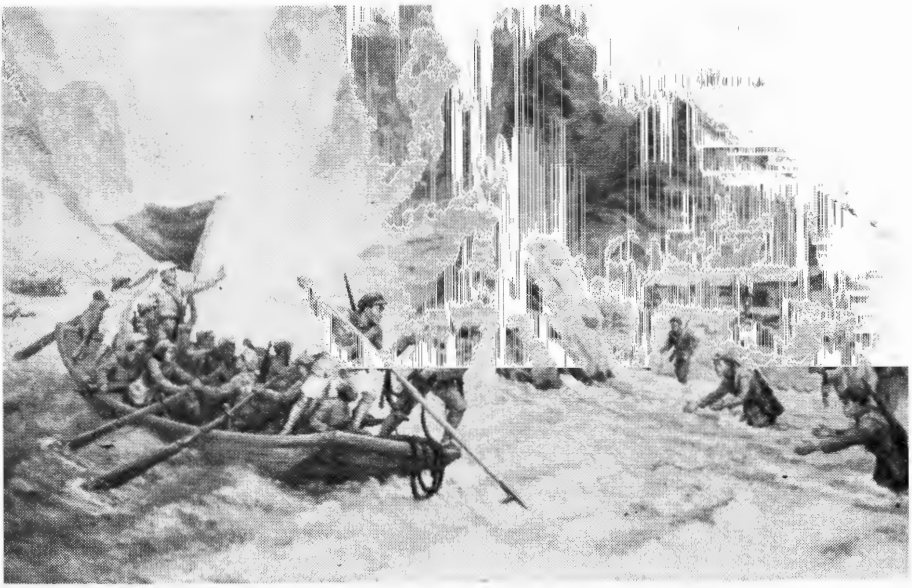

لانگ مارچ کے دوران سرخ فوج دریائے چن شا عبور کرتے ہوئے (روغنی تصویر)

لانگ مارچ کے اختتام پر چینی مزدوروں اور کسانوں کی سرخ فوج شمالی شینشی پہنچی

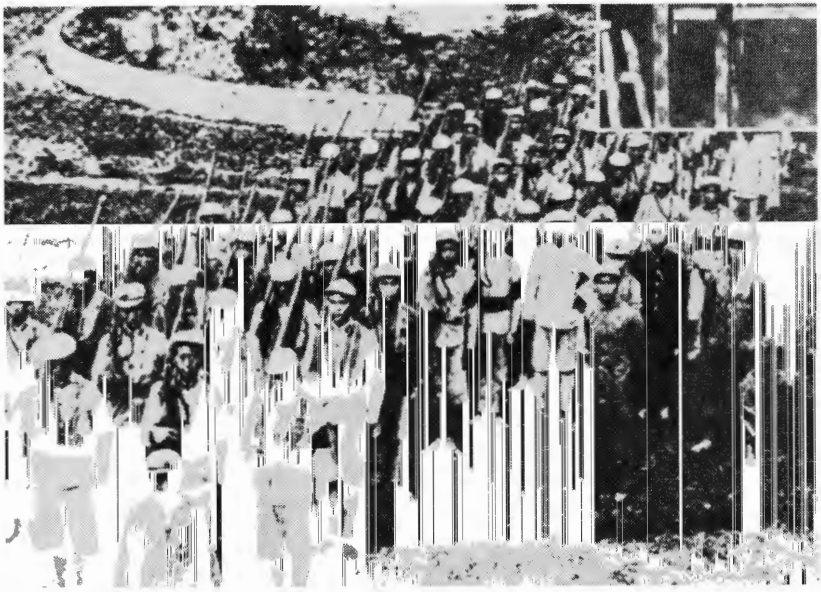

۹ دسمبر ۱۹۳۵ء کو پئی پھینگ کے طلبا نے جاپان کی
مزاحمت کرنے اور مادر وطن کو بچانے کا مطالبہ کیا ۔

۱۲ دسمبر ۱۹۳۶ء کو کومنتانگ کے محب وطن جنرل چانگ شیوئے لیانگ (دائیں ، اوپر) اور یانگ ہو چھنگ (بائیں ، نیچے) نے کومنتانگ کی کمیونسٹ دشمن خانہ جنگی کی پالیسی کی مخالفت کے اظہار کی خاطر چیانگ کائی شیک کو حراست میں لے لیا - یہی مشہور واقعۂ شی آن تھا جس کے نتیجے میں جاپان کی مزاحمت کے لئے کمیونسٹ پارٹی اور کومنتانگ میں تعاون کا دوسرا دور شروع ہوا -

واقعۂ شی آن کے بعد چینی کمیونسٹ پارٹی کے نمائندے چو این لائی نے شی آن جا کر اس واقعے کے پرامن تصفیئے کی کوششیں کیں جس سے داخلی امن کے قیام اور ملک‌گیر مزاحمت کے لئے راہ ہموار ہوئی ۔

اور یہ بات عیاں ہونے پر بھی اس نے انہیں الگ نہ کیا کہ انتہائی حساس فوجی عہدوں پر فائز نازی اور فسطائی افسر جاپان کے لئے خفیہ معلومات اکٹھی کر رہے تھے ۔

جہاں تک امریکہ اور برطانیہ کا تعلق ہے ، انہوں نے اس حقیقت کے باوجود کہ جاپان منچوریا میں ان کا کاروبار ٹھپ کر رہا تھا ، اور بڑی دیدہ دلیری سے ان کے گڑھ یعنی شنگھائی پر حملہ کر چکا تھا ، اس دراندازی کو روکنے میں کوئی خاص سرگرمی نہ دکھائی ۔

امریکہ نے ایک اعلان میں یہ توقع ظاہر کی کہ " کھلے دروازے " کی پالیسی کا احترام کیا جائےگا ۔ " چین سے دوستی " کا دم بھرتے ہوئے اس نے جاپانی کارروائیوں کی زبانی مذمت بھی کی ، لیکن عملاً جاپان کو تیل اور اسکریپ آئرن کی برآمد میں اضافہ کر دیا ۔ یہ اشیا جاپان کے لئے بنیادی اہمیت رکھتی تھیں ، کہ وہ ان کے بغیر جنگی سازوسامان تیار نہیں کر سکتا تھا ۔

برطانوی حکومت کے خیال میں جاپان نے " چینیوں کو ان کی اوقات بتا کر " اس کے فوری نقصانات کی تلافی کردی تھی ۔ برطانوی وزیرخارجہ سر جان سائمن نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر لیگ آف نیشنز کو جاپانی جارحیت کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے روک دیا ، اور بڑے مکارانہ انداز میں چین سے اظہار ہمدردی کے ساتھ جاپانی جارحیت سے درگزر کرنے میں بےشمار دلائل بھی دیئے ۔ اس کی یہ کوششیں اس قدر عیاں تھیں کہ لیگ آف نیشنز میں جاپانی مندوب ماتسووکا نے بعدازاں یہاں تک کہا کہ وہ بذات خود اتنی خوبصورتی سے جاپان کے حق میں دلائل نہیں دے سکتا تھا ! کابینہ کے ایک رکن

ایل - ایس - ایمرے نے ٹوری پارٹی کے مخصوص رویے کا اظہار یوں کیا : " کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جاپان کو . . . چین کی شدید قوم پرستی . . . کے خلاف اپنے دفاع میں . . . کارروائی کا حق نہیں پہنچتا تھا ؟ اگر ہم جاپان کی مذمت کرتے ہیں ، تو پھر ہندوستان میں ہماری ساری پالیسیاں ، اور مصر میں ہماری ساری پالیسیاں بھی قابل مذمت ٹھہرتی ہیں - "

برطانیہ اور امریکہ کے حکمران گروپ ہنوز یہ استدلال لا رہے تھے کہ جاپان وال اسٹریٹ اور لندن کے بینکاروں کی مدد کے بغیر ، چین میں اپنی فتوحات کو اقتصادی اعتبار سے ہضم نہیں کر سکے گا ، اور اس مدد کے نتیجے میں امریکی اور برطانوی بینکار منافع کمائیں گے - ان کے ذہنوں میں یہی خیال سمایا رہتا تھا کہ جاپان کو سوویت یونین سے جنگ پر اکسایا جائے ، کیونکہ منچوریا میں جاپانی فوجیں ، سوویت یونین کی طویل سرحدوں کے ساتھ ساتھ تعینات تھیں -

ایمرے لکھتا ہے : " گو یہ بات ہماری یا امریکی پالیسی کا حصہ نہیں کہ جاپان اور سوویت روس میں تنازعے کو ہوا دی جائے ، لیکن اگر ان کا تنازعہ جنگ کی شکل اختیار کر جاتا ہے تو مشرقی سائبیریا میں جاپانی مداخلت کو روکنا بھی ہماری ذمہ داری نہیں بنتا - " * سوویت یونین سے امریکہ کے سفارتی تعلقات کا قیام اور چیانگ کائی شیک کے لئے امریکی اور برطانوی مالی امداد بھی اس سلسلے میں یقین دہانی کی نوعیت رکھتے تھے - مزیدبرآں ، مالی

---

* L.S. Amery, *The Forward View*, London, 1935.

اعتبار سے چیانگ کی پشت پناہی کا ایک اور فوری اثر یہ ہوا کہ اس کی عوام دشمن خانہ جنگی مزید شدت اختیار کر گئی ۔

بین‌الاقوامی سطح پر جاپانی اور دیگر فسطائی جارحیت کے خلاف واحد اور متواتر آواز سوویت یونین نے اٹھائی ۔ سوویت یونین پوری توانائیوں کے ساتھ چین کے حقوق کا دفاع کرتا رہا ۔ لہذا کومنتانگ کے پاس سوویت یونین کو تسلیم نہ کرنے کا مزید کوئی جواز نہ رہا اور ۱۹۳۲ء کے اواخر میں ماسکو اور نانکنگ میں سفیروں کا تبادلہ ہو گیا ۔

ادھر کومنتانگ خانہ جنگی میں شدت پیدا کرتی رہی اور جاپان کو متواتر مراعات دیتی رہی ۔ تاہم ہر جگہ جاپان کی مزاحمت کا مطالبہ زور پکڑتا چلا گیا ۔ ۱۹۳۱ء اور ۱۹۳۲ء میں یونیورسٹیوں کے طلبا نے مظاہرے کئے جنہیں تشدد اور گرفتاریوں کے باوجود نہ دبایا جا سکا ۔ چیانگ کی پالیسیوں پر فوج میں بھی بےاطمینانی بڑھنے لگی ۔ "عیسائی جنرل" فنگ یوی شیانگ نے ، کمیونسٹ پارٹی کے ایک رکن جنرل چی ہونگ چھانگ سمیت متعدد افسروں کے تعاون سے اس وقت کے ایک صوبے چھاہار میں ، جہاں ہان اور منگول قومیتوں کی ملی جلی آبادی تھی ، جاپانیوں کا مقابلہ کیا ۔ یہ مزاحمت تادیر برقرار نہ رہ سکی کیونکہ چیانگ نے کوئی کمک نہ بھیجی ، بلکہ پیٹھ میں چھرا گھونپنے کی ہر ممکن کوشش کی ۔ جنرل چی ہونگ چھانگ کو تھیئن چن کے فرانسیسی مراعاتی علاقے کی پولیس نے گرفتار کرکے کومنتانگ کے حوالے کر دیا اور انہیں گولی مار دی گئی ۔

۱۹۳۳ء میں ۱۹ ویں روٹ فوج کو سرخ فوج سے لڑنے کے لئے کہا گیا تو اس نے انکار کر دیا اور کچھ عرصے تک فو چو میں چیانگ دشمن ، جاپان دشمن حکومت قائم کئے رکھی ۔

اکتوبر ۱۹۳۴ء میں سرخ فوج " بائیں بازو " کی سیاسی غلطیوں (وانگ مینگ راہ عمل) کے باعث ، دشمن کے شدید دباؤ میں آ کر صوبجات چیانگشی اور فو چیئن کے مرکزی علاقے سے انخلا پر مجبور ہو گئی ، کیونکہ ان سیاسی غلطیوں کی وجہ سے قدرے خوشحال کسان اور ادنیٰ بورژوا طبقے کے دیگر حلقے الگ ہو چکے تھے اور فوج گشتی اور گوریلا جنگ کی صحیح پالیسی کو قبل از وقت ترک کرکے مورچہ بند لڑائی کی پالیسی اپنا چکی تھی ۔ دوسرے علاقوں کے فوجی دستوں کے ہمراہ اس نے شمال مغرب کی جانب عظیم لانگ مارچ شروع کیا ۔ یہ مہم سال بھر تک جاری رہی اور ۸ ہزار میل سے زیادہ کی مسافت طے کی گئی ۔ یہ ایک ایسی عظیم کارروائی تھی ، جس کی مثال جنگوں کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔ مسلسل لڑائیوں اور کچھ غلط پالیسیوں پر اصرار کے باعث فوجوں کا بےپناہ جانی نقصان ہوا ۔ لانگ مارچ شروع ہونے سے قبل سارے انقلابی علاقوں کی مجموعی فوجی قوت لگ بھگ ۳ لاکھ تھی ، جو لانگ مارچ کے خاتمے پر صرف ۳۰ ہزار رہ گئی ۔

تاہم ، اس مہم کا نتیجہ زبردست فوجی اور سیاسی فتح کی شکل میں برآمد ہوا ۔ اس سفر میں فوج گیارہ صوبوں سے گزری جن کی مجموعی آبادی ۲۰ کروڑ تھی ، اور عوام پر عیاں کر دیا کہ وہ ان کی خاطر بےلوث اور بھرپور جدوجہد کر رہی تھی ۔ جو سپاہی

لڑتے بھڑتے بالآخر شمال مغربی چین میں پہنچے وہ انقلابی قوتوں کے آزمودہ کار اور فولادی دست و بازو بن کر ابھرے ۔ " بائیں بازو " کے رجحانات پر انجام کار لانگ مارچ کے دوران ۱۹۳۵ء میں مشہور زون ای کانفرنس میں قابو پایا گیا ، جن کے سبب گزشتہ برسوں میں انقلابی نصب‌العین کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی تھی ۔ زون ای کانفرنس پوری پارٹی کے کام میں ایک اہم موڑ ثابت ہوئی ۔ یہاں اس حقیقت کی توثیق کی گئی کہ جب کبھی بھی ماؤ زے تنگ کی وضع کردہ پالیسیوں کو اپنایا گیا ، انقلابی فوجوں اور نئے انقلابی علاقوں کو فروغ حاصل ہوا ، جبکہ " بائیں بازو " کی پالیسیوں نے پرانے اور مستحکم انقلابی علاقوں اور سرخ فوج کے دستوں کو تباہی اور شکست سے دوچار کیا ۔ بہت سے افراد جو " بائیں بازو " کے افکار پر کاربند رہے ، اب یہ جان گئے تھے کہ انقلاب کے لئے کونسی بات مفید اور کونسی نقصان‌دہ تھی ۔ زون ای کانفرنس میں پارٹی پر ماؤ زے تنگ کی سیادت قائم کی گئی اور اس کے بعد چین کی آزادی تک ، دائیں بازو یا " بائیں بازو " کی کوئی موقع پرستانہ راہ عمل غالب نہ آ سکی ، اور متواتر سیاسی اور فوجی فتوحات حاصل کی گئیں ۔

لانگ مارچ ایک مسلم‌الثبوت مثال تھی کہ انقلابی پسپائیوں کو ، جو جدوجہد کے عمل میں ناگزیر ہوتی ہیں ، کس طرح عظیم فتوحات میں بدلتے ہیں ۔ کچھ لوگوں کا نقطۂ نظر محض یہ تھا کہ سرخ فوج پرانے انقلابی علاقے پر دسترس قائم نہ رکھ سکی اور لانگ مارچ پر مجبور ہو گئی ، اور عظیم آزمائش کے اس دور میں ۹۰ فیصد

قوت سے محروم ہو گئی ۔

چانگ کو تھاؤ ایک ایسا ہی شخص تھا ۔ وہ پہلے " بائیں بازو " کا دھڑے باز رہا اور پھر دائیں بازو کی طرف چلا گیا ۔ اسے ، دونوں قسم کے موقع پرستوں کی مانند عوام اور انقلاب پر حقیقتاً کوئی بھروسا نہ تھا ۔ بیتی ہوئی اور آنے والی مشکلات سے ڈر کر اس نے جاپان دشمن محاذ پر جانے کی راہ عمل ترک کر دی ، پارٹی اور فوج دونوں میں پھوٹ ڈالی اور فوج کے ایک حصے کو لیکر مخالف سمت میں چل دیا ۔ پہلے اس نے سیچھوان کے اقلیتی قومیتوں سے آباد علاقے میں گھس بیٹھنے کی کوشش کی اور پھر دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے سنکیانگ پہنچنے کا ڈول ڈالا ۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جاپانی حملہ آوروں سے ممکنہ حد تک دور اور دوست سوویت یونین کی سرحدوں سے قریب تر رہے ۔ راستے میں ، بےمعنی لڑائیوں کے سبب اسے چوتھی سرخ فوج کے ایک بڑے حصے سے ہاتھ دھونے پڑے ۔ یوں باقی ماندہ فوج کو احساس ہوگیا کہ اسے احمق بنایا گیا تھا ، اور وہ دوبارہ اصل فوج سے آ ملنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگی ۔ چانگ کی ناعاقبت اندیشانہ مہم جوئی ، ناعاقبت اندیشانہ بھگدڑ میں بدل گئی ۔ * اس کے برعکس ماؤ زے تنگ نے پارٹی کو مارکسی ۔

---

* بعدازاں ماؤ زے تنگ اور پارٹی نے تنقید کے ساتھ ساتھ یہ کوشش کی کہ چانگ کو تھاؤ مزید غلطیوں سے دامن بچا لے ، اور اسے ذمہ‌دار مناصب پر فائز رکھا ۔ لیکن وہ ناقابل اصلاح ثابت ہوا ۔ اس نے ایک بار پھر " بائیں بازو " کی مہم جویانہ راہ کا پرچار کیا اور انجام کار ۱۹۳۸ء میں انقلاب سے غداری کرتے ہوئے چیانگ کائی شیک کی فسطائی خفیہ پولیس سے جا ملا ۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایک آدمی جو

لیننی قیادت مہیا کرتے ہوئے ، صورت حال کا صحیح ہمہ پہلو تجزیہ کیا ، جس نے آنے والے حالات میں رہبری کی ۔

انہوں نے قنوطیت پسندوں پر تنقید کرتے ہوئے لکھا : " کسی مسئلے کو حل کرتے وقت ایک مارکسی کو چاہیئے کہ جزو کے ساتھ ساتھ کل کو بھی سامنے رکھے " ۔ " کنویں میں رہنے والے ایک مینڈک نے کہا تھا ، ' آسمان کنویں کے منہ سے زیادہ بڑا نہیں ہوتا ' ۔ یہ بات صحیح نہیں تھی . . . اگر وہ یوں کہتا کہ ، ' آسمان کا ایک حصہ کنویں کے منہ جتنا ہے ' ، تو بات بن جاتی . . . " پورا آسمان کیا تھا ؟ یہ کہ انقلاب نے پرشکوہ انداز میں پیش قدمی کی تھی ۔ ۱۹۳۵ء میں لانگ مارچ کی تکمیل کے بعد ماؤ زے تنگ نے اس کا قصیدہ یوں لکھا :

لانگ مارچ ایک منشور ہے ۔ اس نے ساری دنیا پر یہ واضح کر دیا ہے کہ سرخ فوج مجاہدوں کی فوج ہے ، اور سامراجی اور ان کے پالتو کتے یعنی چیانگ کائی شیک اور اس قسم کے دوسرے لوگ بالکل نکمے ہیں ۔ اس نے ہمارے اردگرد گھیرا ڈالنے ، ہمارا تعاقب کرنے ، راستے میں رکاوٹیں پیدا کرنے اور مزاحم ہونے میں سامراج اور چیانگ کائی شیک کی قطعی ناکامی کا اعلان

تین سال پہلے پوری فوج کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا ، جب بھاگا تو اس کا ایک بھی حامی ہمراہ نہ تھا ۔ حتیٰ کہ اس کے اردلی اور محافظ تک نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا ۔ چین کی آزادی کے بعد وہ سامراجیوں کی دلالی کرنے لگا اور ان کے جاسوس اداروں اور " پیکنالوجسٹوں " کے لئے اطلاعات کا " زندہ وسیلہ " بن گیا ۔

کر دیا ہے ۔ لانگ مارچ ایک تشہیری قوت بھی ہے ۔ اس نے گیارہ صوبوں کے تقریباً بیس کروڑ عوام پر یہ حقیقت آشکار کر دی ہے کہ سرخ فوج نے جو راہ اختیار کی ، وہ ان کی آزادی کی واحد راہ ہے ۔ لانگ مارچ کے بغیر عوام کو دنیا کی اس عظیم صداقت کے وجود کا ، جس کی سرخ فوج تجسیم کرتی ہے ، اتنی جلدی کیسے علم ہو سکتا تھا ؟ لانگ مارچ تخم ریزی کی مشین بھی ہے ۔ اس نے گیارہ صوبوں میں بہت سے بیج بوئے ہیں ، جو پھوٹیں گے ، ان سے پتے نکلیں گے ، پھول کھلیں گے اور وہ بارآور ہوں گے اور آئندہ فصل دیں گے ۔ مختصر یہ کہ لانگ مارچ ہماری فتح اور دشمن کی شکست پر منتج ہوا ہے ۔ لانگ مارچ کو کس نے فتح سے ہمکنار کیا ہے ؟ کمیونسٹ پارٹی نے ۔ کمیونسٹ پارٹی کے بغیر اس قسم کے لانگ مارچ کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا ۔ چینی کمیونسٹ پارٹی ، اس کے قیادتی ادارے ، اس کے کارکن اور اس کے اراکین کسی بھی قسم کی مشکلات یا تکالیف سے نہیں ڈرتے ۔ جو کوئی انقلابی جنگ کی قیادت کے سلسلے میں ہماری اہلیت پر شبہ کرتا ہے ، وہ موقع پرستی کی دلدل میں جا گرے گا ۔ *

سرخ فوج جذبے اور تجربے سے مالامال ہو کر اپنے نئے مرکز

---

* "جاپانی سامراج کے خلاف تدابیر کے بارے میں" ، ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء ، «منتخبات ماؤ زے تنگ» ، غیر ملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پیچنگ ، اردو ایڈیشن ، جلد اول ، ۱۹۷۱ء ، صفحات ۷۵ - ۲۷۳ -

پر پہنچی - اس نے چیانگ کائی شیک کے ایک نئے تعزیری حملے کو پسپا کیا - پورے چین میں عوام کو یہ احساس ہونے لگا کہ یہی وہ ناقابل تسخیر ، ناقابل شکست قوت تھی جو بحیثیت قوم چین کی بقا کے دشمن جاپانی حملہ آوروں کو مار بھگانے کی صلاحیت رکھتی تھی - جاپانیوں نے شمالی چین میں مداخلتی کارروائیاں دوبارہ شروع کیں تو ۹ دسمبر ۱۹۳۵ء کو پیچنگ میں یونیورسٹیوں کے طلبا نے شدید مظاہرہ کیا - یہ مظاہرے ملک گیر تحریک کی شکل اختیار کر گئے اور ہر طرف ایک ہی نعرہ سنائی دینے لگا : "خانہ جنگی بند کرو ؛ جاپان کی مزاحمت کے لئے متحد ہو جاؤ ! "

اس سے کچھ ہی عرصہ قبل ، دنیا بھر میں فسطائیت دشمن جدوجہد کی خاطر متحدہ محاذ کے بڑھتے ہوئے رجحان سے ہم آہنگ ہو کر ماؤ زے تنگ نے پوری پارٹی کے لئے اس فریضے کا اعلان کیا تھا کہ ، "سرخ فوج کی سرگرمیوں کو پورے ملک کے مزدوروں ، کسانوں ، طالب علموں ، ادنیٰ بورژوا طبقے اور قومی بورژوا طبقے کی سرگرمیوں سے مربوط کیا جائے اور اس ارتباط سے متحدہ قومی انقلابی محاذ تشکیل دیا جائے" - پارٹی نے جاگیرداری دشمن اور سامراج دشمن انقلاب میں فتح کے بعد بحیثیت حکومت چین ، مزدوروں اور کسانوں کی جمہوریہ کے نعرے کو عوامی جمہوریہ کے نعرے میں بدل دیا جس کا مطلب قومی بورژوا طبقے کو بھی اس جمہوریہ میں قانونی حیثیت اور سیاسی زندگی میں شرکت کا موقع دینا تھا - یہ تبدیلی انقلاب کی نوعیت سے ہم آہنگ تھی - اس نے نہ قومی آزادی کے لئے متحدہ محاذ کی پرولتاری قیادت کے اصول کو بدلا ، اور نہ

ھی مزدور ۔ کسان اتحاد کے اصول کو تبدیل کیا جو وسیع تر اتحاد کے لئے بنیادی اور اساسی حیثیت رکھتا تھا ۔ یہ فریضہ نہ صرف چینی انقلاب کے اس دور کے قومی جمہوری مرحلے کی کامیاب تکمیل بلکہ آئندہ سوشلسٹ مرحلے تک کے عبوری دور میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر بھی متعین کیا گیا تھا ۔

چینی سرخ فوج نے کومنتانگ فوجوں کے نام ایک پیغام جاری کیا جس میں داخلی امن کی خاطر اور جاپانی سامراج کے خلاف مل کر لڑنے کے لئے مذاکرات کی تجویز رکھی گئی تھی ۔ چیانگ کائی شیک جن فوجوں کو محاذ پر بھیجتا ، سرخ فوج نہ صرف ثابت قدمی کے ساتھ ان سے لڑتی بلکہ ساتھ ساتھ یہ نعرے بھی بلند کرتی تھی ، " چینیوں کو چینیوں کے خلاف نہیں لڑنا چاھیئے ! جاپان کی مزاحمت کرو ! "

یہ بات نئے حالات میں چین کے حقائق اور احساسات سے مطابقت رکھتی تھی ۔ اس کا اثرونفوذ ناقابل مزاحمت ثابت ہوا ۔ ۱۹۳۶ء کے اختتام پر جنرل یانگ ہو چھنگ کی شمال مغربی فوج نے " نوجوان مارشل " چانگ شیوئے لیانگ کی شمال مشرقی فوجوں سے ، جو جاپانیوں کو اپنے آبائی صوبوں سے مار بھگانے کے لئے سخت بےچین تھیں ، تعاون کرتے ہوئے ، سرخ فوج سے صلح کر لی ، حالانکہ انہیں سرخ فوج سے لڑنے بھیجا گیا تھا ۔ دسمبر میں چیانگ کائی شیک اپنی فوجوں کو دوبارہ حملے کا حکم دینے صوبہ شینشی کے شہر شی آن آیا تو انہوں نے تعمیل حکم کی بجائے اسے حراست میں لے لیا ۔ اس دوران چو این لائی اس سے ملنے آئے ۔ اس نے جب کمیونسٹ پارٹی

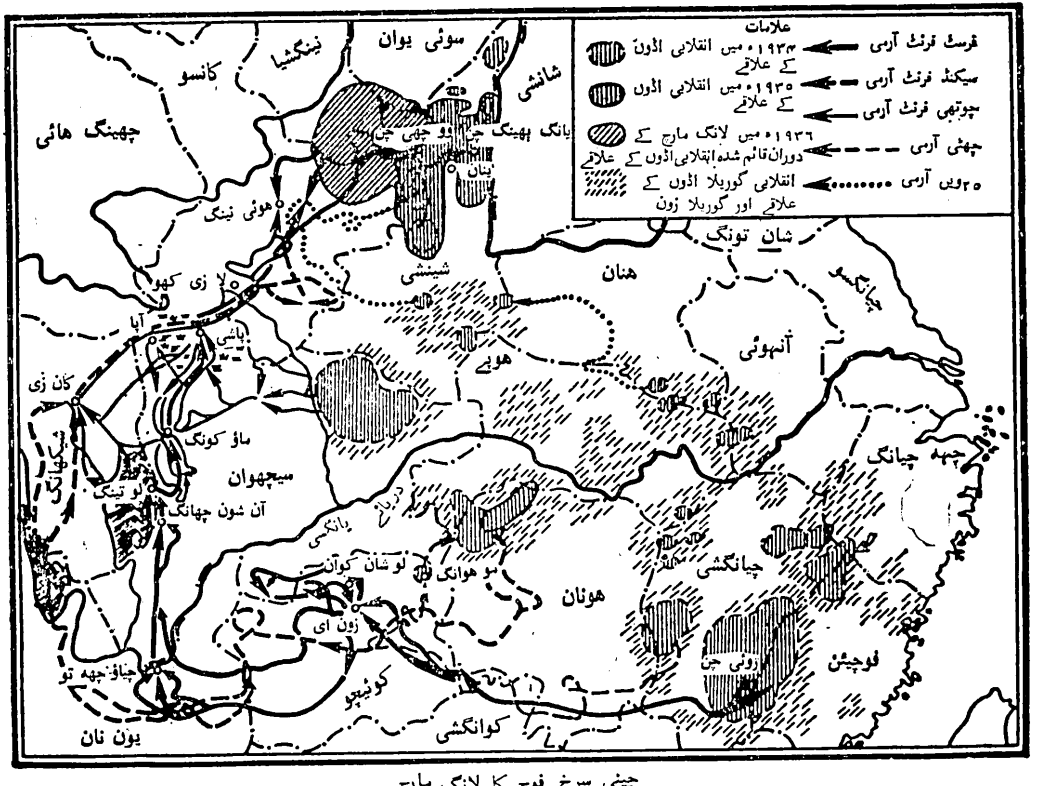

چینی سرخ فوج کا لانگ مارچ

کے نمائندے کو دیکھا ، جس کے ہزاروں ارکان کو وہ مروا چکا تھا ، تو اسے اپنی موت نظر آنے لگی ۔

تاہم ، کمیونسٹ پارٹی نے چیانگ کے باغی ماتحتوں کو ، جو سرعام مقدمہ چلانا اور اسے غدا قرار دے کر سزا دینا چاہتے تھے ، مشورہ دیا کہ وہ اس اقدام سے باز رہیں ۔ کمیونسٹ پارٹی نے اندازہ لگا لیا تھا کہ نتیجے میں چھڑنے والی نئی اور بڑی خانہ جنگی سے جاپان کو فائدہ پہنچے گا ۔* اس نے داخلی امن کے حصول اور جاپان دشمن جدوجہد کو فروغ دینے کے لئے چیانگ کی رہائی سمیت متعدد ایسے اقدامات کئے جنہوں نے عوام پر عیاں کر دیا کہ وہ ملک کے دفاع کی خاطر تمام حلقوں کو متحد کرنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتی تھی ۔

کمیونسٹ پارٹی نے دیکھ لیا تھا کہ چیانگ کائی شیک ، جاپان کی مزاحمت کے روزافزوں عوامی مطالبے کے پیش نظر اپنی فوجوں کو زیادہ عرصے تک خانہ جنگی میں استعمال نہیں کر سکے گا ۔ اس نے یہ بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ جاپانی حملے کے پھیلاؤ کی وجہ سے چیانگ کے لئے ، خواہ وہ کتنی بھی بےدلی یا تذبذب سے کام لے ، اپنی

---

* اس موقع پر چانگ کو تھاؤ نے آخری مہم جویانہ قلابازی کھائی ۔ اس نے اصرار کیا کہ پارٹی واقعہ' شی آن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جاپان دشمن متحدہ محاذ کے لئے سرگرمی نہ دکھائے بلکہ دریائے زرد پر تھونگ کوان میں کومنتانگ کے مضبوط مورچے پر حملہ کر دے اور یوں وسیع پیمانے پر ملک گیر خانہ جنگی کے شعلے بھڑکا دے ۔ " بائیں بازو " کی اس آخری قلابازی کے دو سال سے بھی کم عرصے بعد اس نے انتہائی دائیں بازو کی راہ اپناتے ہوئے کومنتانگ کی اطاعت قبول کر لی ۔

بقا کی خاطر لڑنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں رہے گا ۔ اس نے یہ بھی جان لیا تھا کہ چیانگ کے امریکی اور برطانوی آقا ، جن کی پوزیشن جاپانی جنگ بازوں نے خطرے میں ڈال دی تھی ، بعدازاں جاپان کے ساتھ نئی بین‌السامراجی سودے بازی کے لئے مزاحمت کے فیصلے کی کسی نہ کسی حد تک تائید کریں گے ۔ صورت حال کے تمام مثبت پہلوؤں سے استفادہ اور منفی پہلوؤں کو مفلوج کرتے ہوئے ضروری تھا کہ تاریخ کے حقیقی خالقوں ، یعنی عوام کو ان کے تمام تر جذبۂ جہاد کے ساتھ وسیع ترین پیمانے پر متحرک و منظم کیا جائے ۔ جاپانی جارحیت کے خلاف عوامی جنگ اور اس مسلح جدوجہد کی پشت پناہی کے لئے ملک گیر متحدہ محاذ کا قیام ناگزیر تھا ۔

باب ۱۶

جاپانی سامراج کے خلاف جنگ مزاحمت (۱۹۳۷ ـ ۱۹۴۵ء)

یہ ایک صحیح تجزیہ ثابت ہوا ۔ ۷ جولائی ۱۹۳۷ء کو جاپانی فوج نے لوکوچھیاؤ ("مارکو پولو پل") پر حملہ کر دیا اور چند روز کی شدید لڑائی کے بعد قریب ہی واقع پٹچنگ پر قبضہ کر لیا ۔ ۱۳ اگست کو جاپان کی بحری اور بری فوجوں نے شنگھائی پر ایک ساتھ حملہ کیا ، جہاں چینی فوجوں نے انہیں تین ماہ تک روکے رکھا ۔

چین پر نیم نوآبادیاتی قبضے کی روایت توڑتے ہوئے جاپان نے اب اسے مکمل نوآبادی بنانے کی کوشش کی ۔ چینی عوام اپنی تاریخ کے سب سے بڑے قومی بحران سے دوچار تھے ۔

اندرون ملک خانہ جنگی بند ہوئی اور کومنتانگ اور کمیونسٹ پارٹی میں سمجھوتہ ہو گیا ۔ سرخ فوج کو آٹھویں روٹ فوج اور نئی چوتھی فوج میں ازسرنو منظم کیا گیا ۔ کمیونسٹ پارٹی نے اپنے

زیرقیادت انقلابی علاقوں کی مقامی کونسلوں اور حکومتوں میں متحدہ محاذ کے دوسرے گروپوں کو بھی نمائندگی دی ۔ کسانوں کے مفاد کی خاطر زمینداروں کی زمینیں ضبط کرنے کی بجائے لگان اور سود میں تخفیف کی پالیسی اپنائی گئی ۔ قومی بقا کی آٹھ سالہ جنگ کا آغاز ہوا جس میں تمام فوجیں ، پارٹیاں اور گروپ آزمائش کے مرحلے سے گزرے ۔

جنگ کے پہلے مرحلے میں ، یعنی اکتوبر ۱۹۳۸ء میں ہانکھو اور کینٹن کے سقوط تک ، کومنتانگ نے قدرے مزاحمت کی اور بعض کومنتانگ فوجیں بڑے جذبے سے لڑیں ۔ تاہم اس مرحلے میں بھی ، چیانگ کی کارروائیاں — جن کا تعین اس کے طبقاتی ماخذ اور سامراجی بندھنوں سے ہوتا تھا ، مجہول ، موقع پرستانہ اور غدارانہ رہیں ۔

اندرون ملک وہ اپنی فوجوں کے محض ایک حصے کو دشمن کے مقابل لایا اور بڑی تعداد کو عوام کے خلاف لڑنے کی خاطر محفوظ رکھا ، اور جدوجہد میں کسی بھی قسم کی عوامی تنظیم اور پیش عملی کی روک تھام میں مصروف رہا ۔ حتیٰ کہ اس ابتدائی دور میں بھی اس نے دو بار جاپانیوں سے مذاکرات کی کوشش کی ۔ پہلی کوشش ۱۹۳۷ء میں اس کے دارالحکومت نانکنگ پر جاپانی قبضے سے پہلے جرمنوں کے توسط سے ہوئی ۔ اور دوسری ۱۹۳۸ء میں اس نے اپنے ایلچیوں کے ذریعے کی ۔

بین الاقوامی طور پر چیانگ اس توقع میں لیگ آف نیشنز اور اپنے اینگلو ۔ امریکی آقاؤں کے منہ دیکھتا رہا کہ شاید وہ اسے مصیبت سے

نجات دلا دیں ۔ سوویت یونین نے چیانگ حکومت سے جو قریبی تعلقات قائم کر رکھے تھے اور چین کو جو مدد دی تھی ، چیانگ نے انہیں مزاحمت کو قوی تر بنانے میں استعمال نہ کیا ، بلکہ سوویت یونین کو جاپان سے لڑوانے کی کوشش کی تاکہ خود ایک بار پھر دشمن سے سودے بازی کر سکے ، یا دشمن سے جا ملے ۔

پس ، ایسے میں جبکہ چینی عوام بقا کی جنگ میں متحد ہو چکے تھے اور چیانگ کو سربراہ مملکت تسلیم کرتے تھے ، وہ اپنے رجعت پسند طبقاتی موقف اور اس ذہنیت پر عمل پیرا رہا جو اس نے جوانی میں شنگھائی کے ایک سٹہ باز کی حیثیت سے اپنائی تھی ۔ وہ قول و فعل میں صرف اپنی ٹولی کے مفادات کو مدنظر رکھتا تھا ۔ جس وقت سپاہی اور عوام وطن کی خاطر جانیں دے رہے تھے ، وہ بدستور غیرملکی مفادات اور پالیسیوں کے تابع رہا اور کاسہ لیسی کرتا رہا ۔ اس کا ایک بین ثبوت یہ ہے کہ ۱۹۳۷ء میں چین پر جاپانی حملے کے بعد بھی ساڑھے چار سال تک چیانگ نے جاپان کے خلاف اعلان جنگ نہ کیا ۔ مگر دسمبر ۱۹۴۱ء میں جب جاپان نے امریکہ اور برطانیہ پر حملہ کیا تو چیانگ نے دو دن کے اندر اندر اعلان جنگ کر دیا ۔

۱۹۳۹ء کے اوائل سے چیانگ نے جاپان کے خلاف عملاً کوئی جنگ نہ کی ، بلکہ اس بات کو ترجیح دی کہ جاپان اپنی فوجوں کو ، کمیونسٹ پارٹی کی زیرقیادت لڑنے والی عوامی فوجوں کے خلاف مصروف رکھے ۔ یہ فوجیں زیادہ تر جاپانی فوجوں کے عقب میں کارروائیاں کر رہی تھیں ۔ مزیدبرآں ، اس نے خود دوبارہ کمیونسٹ دشمن کارروائیاں اور اشتعال انگیزیاں شروع کر دیں ۔

ان داخلی سرگرمیوں کا پرتو چیانگ کی خارجہ پالیسی میں بھی موجود تھا ۔ یورپ میں جنگ شروع ہونے کے بعد محوری طاقتوں کو عارضی فتوحات حاصل ہوئیں تو چیانگ نے ثابت کر دیا کہ وہ بوقت ضرورت برطانیہ اور امریکہ سے بھی اسی طرح غداری کر سکتا تھا جس طرح اس نے اپنے عوام سے کی تھی ۔ سقوط فرانس کے بعد اس نے اعلیٰ ترین سطح پر جاپان سے دوبارہ براہ راست خفیہ رابطہ قائم کر لیا ۔ جس وقت جنگ پورے عروج پر تھی ، جاپانی وزیرخارجہ ماتسووکا نے نازی جرمنی کے وزیرخارجہ وون ربنٹروپ سے کہا کہ " چیانگ سے اس کا ذاتی رابطہ تھا ۔ وہ اسے جانتا اور اس پر اعتماد کرتا تھا ۔" *

جون ۱۹۴۱ء میں سوویت یونین پر جرمن حملے کے بعد کومنتانگ نے ایک بار پھر بڑے پیمانے پر خانہ جنگی چھیڑنے کا منصوبہ بنایا ۔ طے یہ کیا گیا کہ جونہی نازی فوجیں ماسکو پر قبضہ کریں ، چینی کمیونسٹ پارٹی کے زیرقیادت علاقوں پر بھرپور حملہ کر دیا جائے ۔ کومنتانگ کے بعض سرکردہ عناصر نے محوری طاقتوں سے جا ملنے کے ارادے بھی باندھ رکھے تھے ۔ لیکن دنیا بھر کے رجعت پسندوں کے بہت سے خوابوں کی طرح یہ خواب بھی ہٹلر کی شکست کے ساتھ پریشان ہو کر رہ گیا ، کیونکہ اسٹالین کے زیرقیادت سوویت عوام اور فوجوں نے ہٹلر کے حملے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ۔ اس پورے معرکے

---

* جرمن وزارت خارجہ کی دستاویز Document Aufz. RAM 1941, March 29, 1941 جو امریکی حکومت کے ہاتھ لگ گئی اور اس نے شائع کر دی ۔

نے ایک بار پھر عیاں کر دیا کہ فسطائیت کے خلاف موت و زیست کی جدوجہد میں سوشلسٹ ریاست کے مفادات پوری دنیا کے لوگوں کے مفادات کی طرح چینی عوام کے مفادات سے بھی قریبی طور پر وابستہ تھے ۔

دسمبر ۱۹۴۱ء میں ، پرل ھاربر پر جاپانی حملے کے بعد امریکہ جنگ کے اکھاڑے میں اترا تو چیانگ نے بھی جاپان اور دوسری محوری طاقتوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ۔ اب کومنتانگ کا منصوبہ یہ تھا کہ جب تک امریکہ ، جسے وہ ناقابل تسخیر سمجھتی تھی ، اسے جاپان کے پنجوں سے اور خود چینی عوام سے نجات نہیں دلاتا ، وہ مضبوطی سے قدم جمائے رکھے ۔ لیکن ۴۳-۱۹۴۲ء میں جاپان کو بحرالکاھل کے خطے میں اینگلو ۔ امریکی فوجوں پر متعدد بڑی فتوحات حاصل ہوئیں تو چیانگ کائی شیک حکومت نے فوراً معروف غداروں اور نازی والٹر سٹین نیز کے توسط سے جاپان کے ساتھ دوبارہ خفیہ رابطہ قائم کر لیا ۔ ایک موقع تو ایسا آیا کہ اس نے جاپانی سیکرٹ سروس کے ایک اھم افسر کروڈا کو نہ صرف چین کے زمانۂ جنگ کے دارالحکومت چھونگ چھینگ میں رھنے کی اجازت دے دی ، بلکہ تحفظ بھی فراھم کیا ۔ *

* اس وقت چھونگ چھینگ میں یہ ایک کھلا راز تھا ، گو برسوں بعد ضبط تحریر میں آیا ۔ مثال کے طور پر زمانۂ جنگ کا امریکی سفارت کار او ۔ ایڈمنڈ کلب اپنی سوانح *The Witness and I* (New York, 1975) میں لکھتا ھے کہ "وحشت زدہ اور بمباری کے شکار ... چھونگ چھینگ کی دکانیں جاپانی مقبوضہ شنگھائی کے مال سے لدی ھوئی تھیں اور نانکنگ میں جاپان کی کٹھ پتلی حکومت کے لوگوں کی آمدورفت جاری تھی ۔" جاپانی بمباری کا شکار عوام ھوئے ۔ حکام جاپانی مصنوعات استعمال کرتے تھے اور دشمن سے سازشوں میں مشغول تھے ۔

اس مرحلے پر چیانگ کائی شیک نے اپنے ۷۰ جرنیلوں کو ۵ لاکھ فوج کے ساتھ جاپانیوں سے جا ملنے کا حکم دیا تاکہ وہ جاپانی پیسے اور ہتھیاروں کی مدد سے شمالی اور وسطی چین میں کمیونسٹ فوجوں سے لڑ سکیں ۔ اس نے بڑی آسان ترکیب سوچی تھی ۔ اگر محوری طاقتیں جیت جاتیں تو یہ فوجیں ان سے جا ملنے میں پل کا کام دیتیں ۔ اور اتحادیوں کی جیت پر بھی فائدہ مند ثابت ہو سکتی تھیں ۔ جاپانی جھنڈے تلے یہ فوجیں جب ان مقبوضہ علاقوں میں لوٹتیں ، جہاں سے باقاعدہ کومنتانگ فوجوں کو نکالا جا چکا ہوتا ، تو بھی وہ آئندہ خانہ جنگی کے لئے مثالی پوزیشن میں ہوتیں ۔

اگلے مرحلے یعنی ۴۵-۱۹۴۴ء میں جاپان کی بحری اور فضائی قوت کمزور پڑ گئی ۔ امریکی حملوں کے سبب اس کے بحری راستے غیر محفوظ ہو گئے ۔ لہذا جاپان کی بری فوجوں نے کومنتانگ علاقوں میں ان لکھے صلح نامے کی خلاف ورزی کی اور منچوریا سے ہندچینی کی سرحد تک بذریعہ ریل مواصلاتی رابطہ مکمل کرنے کے لئے ان علاقوں پر دوبارہ حملہ کر دیا ۔

چیانگ نے کسی مزاحمت کی بجائے امریکہ سے حاصل کردہ تمام ہتھیار اور امریکی افسروں کے تربیت یافتہ کریک یونٹ ان علاقوں کی ناکہ بندی یا بعض موقعوں پر حملہ کرنے میں استعمال کئے جو عوامی قوتوں کے قبضے میں تھے ۔ جاپانی محاذ پر اس نے لڑاکا فوجوں کی بجائے مذاکراتی ٹیمیں بھیجیں ۔

یہ تمام حقائق ثابت ہو چکے ہیں اور بےنقاب کئے جا چکے ہیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ بیشتر حقائق اسی زمانے میں غضبناک چینی محبان

وطن اور بعض امریکی افسروں اور سفارت کاروں نے طشت از بام کر دیئے تھے ۔ ان میں چین ۔ برما ۔ ہندوستان محاذ جنگ پر امریکی فوجوں کا کمانڈر جنرل سٹل‌ویل * بھی شامل تھا جسے ۱۹۴۴ء میں برطرف کر دیا گیا ۔ یہ لوگ اگرچہ چین میں دوران جنگ اور بعدازجنگ امریکی تسلط کو مستحکم کرنے کے خواہاں تھے ، تاہم یہ بھی چاہتے تھے کہ محوری طاقتوں کے خلاف مزید فعال کارروائی کی جائے ۔ ان میں سے بیشتر افراد اس " عظیم اسٹریٹجی " کی جملہ فریب کاریوں سے نابلد تھے جو چیانگ ، جاپان اور امریکہ نے جنگ کے بعد چینی عوام کے خلاف تیار کر رکھی تھی ۔ یہ فریب کاریاں جب منظر عام پر آئیں تو بعضوں نے ان کی مخالفت کی ، اور اس مخالفت کا خمیازہ یوں بھگتا کہ وہ عہدوں سے برطرف کر دیئے گئے یا پھر خود سٹل‌ویل کی مانند افسوسناک موت سے دوچار ہوئے ۔

یہی حالات تھے جن میں ماؤ زے تنگ نے لکھا :

حکومت امریکہ نے کمیونسٹوں کے خلاف چیانگ کائی شیک کی حمایت کرنے کی جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے ہم اس کی مخالفت کرتے ہیں ۔ لیکن ہمارے لئے ضروری ہے کہ

---

* ان حقائق کے ضمن میں سٹل‌ویل کی اپنی رائے کے لئے ملاحظہ کیجئے *The Stilwell Papers*, ed. by T.H. White, New York, 1948; اس کے ایک ماتحت کی کتاب *Lost Chance in China, the World War II Despatches of John S.Service*, New York, 1974; اور ایک امریکی مورخ باربرا ڈبلیو۔ ٹچمین کی کتاب *Stilwell and the American Experience in China*, 1911-45, New York, 1971. اس کتاب میں کچھ نئے انکشافات کئے گئے ہیں ۔

اول ، امریکہ کے عوام اور ان کی حکومت کے درمیان اور دوم ، حکومت امریکہ کے اندر پالیسی وضع کرنے والوں اور ان کے ماتحت عام کارکنوں کے درمیان امتیاز کریں ۔ *

لیکن چین اور مشرق بعید کی حقیقی تاریخ کے خالق چیانگ ، جاپانی یا امریکی حکومت اور فوج نہیں تھے ۔ چینی عوام اور ان کی انقلابی قیادت مستقبل کی تخلیق کر رہے تھے ۔ ان برسوں میں انہوں نے اتنی طاقت ، تجربہ اور سیاسی بصیرت حاصل کر لی تھی کہ انہیں نہ تو ۱۹۲۷ء ایسی شکست دی جا سکتی تھی اور نہ ہی جدوجہد کے ثمرات سے محروم کیا جا سکتا تھا ۔

ایسے میں جبکہ حکمران کومنتانگ ٹولی نہ صرف پوری قوم بلکہ اپنی فوجوں سے بھی غداری ، اور اپنے علاقوں میں عوام کو لوٹ کر بےپناہ دولت اکٹھی کر رہی تھی ، کمیونسٹ پارٹی کی زیرقیادت قوتوں نے عوام کی قومی جنگ آزادی کا پرچم بلند کئے رکھا ۔ حملہ آوروں کے خلاف متواتر لڑائیوں کے دوران ان کی تعداد اور اثرونفوذ میں زبردست اضافہ ہوا ۔ شمال مغربی چین کا چھوٹا سا قصبہ ینان ، جہاں ماؤ زے تنگ اور کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی مقیم تھے ، چین کے تمام ترقی پسندوں اور محبان وطن کے لئے نشان راہ

---

* "یوقوف بوڑھا جس نے پہاڑوں کو ہٹا دیا" (۱۱ جون ۱۹۴۵ء کو چینی کمیونسٹ پارٹی کی ساتویں قومی کانگرس میں اختتامی تقریر سے اقتباس) ، «منتخبات ماؤ زے تنگ» ، اردو ایڈیشن ، غیرملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پیچنگ ، جلد سوم ، ۱۹۷۵ء ، صفحہ ۶۲ - ۳۶۱ -

بن چکا تھا - یہی وہ عظیم بھٹی تھی جہاں مستقبل کے قومی رہنما ڈھل رہے تھے اور تربیت پا رہے تھے -

جاپانی سامراج کے خلاف جنگ مزاحمت میں چینی معاشرے کے وہ تمام حلقے ، جو حب الوطنی کا جذبہ رکھتے تھے ، کمیونسٹ پارٹی کو قومی پارٹی تسلیم کرنے لگے - اس کے برعکس ہو بھی نہیں سکتا تھا ، کیونکہ دوسرے ملکوں کی مانند ، محنت کش لوگ ، جن کے طبقاتی مفادات کی یہ پارٹی علمبردار تھی ، قوم کی اکثریت پر مشتمل تھے - پارٹی کے ارکان کی تعداد ۱۹۳۷ء میں ۴۰ ہزار تھی جو ۱۹۴۵ء میں بڑھ کر ۱۲ لاکھ ہو گئی -

جاپانی مقبوضہ علاقوں میں پارٹی کی زیرقیادت وسیع پیمانے پر لڑی جانے والی گشتی اور گوریلا جنگ نے کروڑھا لوگوں میں امید ، اعتماد اور فیصلہ کن اقدام کا جذبہ بیدار کیا - عوام کی صفوں سے بےشمار ذھین فوجی اور سیاسی رہنما سامنے آئے — اور ایک ایسی بےمثال مسلح قوت وجود میں آئی جو حقیقی معنوں میں "عوام کا مکا" تھی - ۱۹۳۵ء میں لانگ مارچ کے فاتحانہ اختتام پر سرخ فوج کی تعداد صرف ۳۰ ہزار تھی - ۱۹۴۵ء میں عوامی فوج ، متواتر لڑائیوں کے ذریعے ، بڑھ کر ۹ لاکھ ۱۰ ہزار تک جا پہنچی - اس کے علاوہ مسلح عوامی ملیشیا کی تعداد ۲۰ لاکھ تھی جو عوامی فوج کی امدادی قوت کی حیثیت رکھتی تھی -

شمالی چین کے یخ بستہ علاقے سے جنوب میں منطقۂ نیم حارہ کے جزیرۂ ھائی نان تک عوامی قوتوں نے جہاں جہاں بھی جاپانی حملہ آوروں سے علاقے واپس چھینے وھاں وسیع آزاد علاقے قائم ہو گئے -

ان علاقوں میں قیادت چینی مزدور طبقے کی پارٹی کے ہاتھوں میں تھی ۔ کسانوں کو ، جو آبادی کی غالب اکثریت پر مشتمل تھے ، نہ صرف پورے سیاسی حقوق حاصل ہوئے ، بلکہ لگان اور سود میں زبردست تخفیف کے سبب ان کی معاشی حالت بھی بہت حد تک بہتر ہو گئی (آبادی کے تمام ممکنہ حلقوں کا جاپان دشمن اتحاد برقرار رکھنے کی خاطر اس وقت زمین کی دوبارہ تقسیم کا کام ملتوی کر دیا گیا تھا) ۔ ان کی انتظامیہ میں تمام طبقوں کے محب وطن عناصر کو نمائندگی حاصل تھی اور اس طرح سیاسی ، معاشی اور ثقافتی پالیسی عوام اور قومی جنگ کے تقاضوں سے ہم آہنگ تھی ۔

۱۹۳۷ء میں کمیونسٹ پارٹی کے پاس صرف ایک انقلابی علاقہ تھا ۔ شمال مغربی چین کے مفلس اور خشک سالی کے مارے ہوئے اس علاقے کی آبادی پندرہ لاکھ نفوس پر مشتمل تھی ۔ مگر جاپان کی شکست سے پانچ مہینے قبل ، اپریل ۱۹۴۵ء میں آزاد علاقے ساڑھے نو کروڑ نفوس کی آبادی تک پھیل گئے جن کی اپنی مقامی انتظامیہ تھی ۔ یہ آزاد علاقے ، آج کے عوامی جمہوریۂ چین کی کیاری یا نمونے کی مثل تھے ۔

آٹھ سالہ جنگ کے ابتدائی دو سال بعد ، کومنتانگ کا "محاذ" عضو معطل بن گیا ۔ چین میں موجود جاپانی فوجوں کے ساٹھ فیصد حصے کے حملے کا بوجھ آزاد علاقوں پر آن پڑا اور انہیں مسلسل اور تلخ مسلح جدوجہد کرنی پڑی ۔ علاوہ ازیں انہیں جاپان کی ۹۰ فیصد کٹھ پتلی چینی فوجوں کا بھی مقابلہ کرنا پڑا (ان میں وہ فوجیں بھی شامل تھیں جو چیانگ کائی شیک کے حکم پر دشمن سے جا ملی تھیں) ۔

اس پورے عرصے میں کومنتانگ نے آزاد علاقوں کی فوجی اور معاشی ناکہ بندی کئے رکھی ۔ کومنتانگ نے خود اپنے عقبی علاقوں سے ان کے تمام ذرائع رسد منقطع کر دیئے ۔ جاپان دشمن جنگ کے لئے امریکہ اور سوویت یونین سے جو امداد آ رہی تھیں ، کومنتانگ نے آزاد علاقوں کو اس میں سے کچھ بھی نہ دیا ، بلکہ ساری رسد آزاد علاقوں کی ناکہ بندی کرنے والی فوجوں کو مسلح کرنے میں استعمال کی ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پوری کومنتانگ فوج میں یہ دستے بہترین اسلحہ سے لیس ہو گئے ۔ اس نے کئی موقعوں پر براہ راست عوامی قوتوں کو حملوں کا نشانہ بنایا ۔ ۱۹۴۱ء کے اوائل میں کمیونسٹ پارٹی کی زیرقیادت نئی چوتھی فوج کے ہیڈکوارٹر پر اچانک بہیمانہ حملہ اس کی بدترین مثال تھا ، جس میں فوجیوں کو بےدریغ تہ تیغ کیا گیا ۔

عوامی قوتوں نے متواتر گوریلا اور گشتی لڑائیوں کے ذریعے اپنے سے کہیں زیادہ بہتر طور پر مسلح جاپانی فوجوں کا مقابلہ کیا ۔ انہوں نے شہروں میں دشمن کے بڑے اور مضبوط ٹھکانوں پر حملوں سے گریز کیا ، لیکن دیہی علاقوں پر دشمن کے قبضے کی ہر کوشش ناکام بنا دی ۔ ساتھ ہی ساتھ کٹھ پتلی فوجوں کو ، جو زیادہ تر جبراً بھرتی کئے ہوئے چینی کسانوں پر مشتمل تھیں ، متعدد فوجی اور سیاسی طریقے اختیار کرکے شکست دی یا انہیں غیرجانبدار بنا دیا ۔ عوامی جنگ کے دوران آٹھویں روٹ فوج اور نئی چوتھی فوج نے دشمن کے ۹ لاکھ ۶۰ ہزار فوجیوں کو ہلاک یا زخمی کیا ۔ انہوں نے کثیر تعداد میں فوجی سازوسامان بھی چھینا ۔ علاوہ ازیں انقلابی

دیہی علاقوں کے ذریعے شہروں کو گھیرے میں لیا گیا ۔

کومنتانگ کے سلسلے میں " اتحاد اور جدوجہد " کی لچکدار پالیسی اختیار کی گئی ۔ فوجی اعتبار سے اس کے حملوں کو " اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے ہوئے " پسپا کیا جاتا رہا ، تاہم بےحد احتیاط سے کام لیتے ہوئے ایسی تمام کارروائیاں " جائز بنیاد پر ، اپنے مفاد میں اور ضبط و تحمل کے ساتھ " کی جاتی تھیں ، اور اس سلسلے میں یہ اجازت نہیں دی جاتی تھی کہ کارروائیوں کا دائرہ پھیلا کر انہیں وسیع پیمانے کی خانہ جنگی کی شکل دے دی جائے ، کیونکہ اس سے صرف جاپانیوں اور انتہائی رجعت پسندوں ہی کو فائدہ پہنچ سکتا تھا ۔ سیاسی اعتبار سے کمیونسٹ پارٹی کومنتانگ کی ہر اشتعال انگیزی کو پورے ملک کے عوام کے سامنے بےنقاب کرکے ان سے اپیل کرتی رہی کہ جاپان دشمن متحدہ محاذ کو مستحکم اور مضبوط بنایا جائے ۔ اس نے بیرون ملک جمہوری رائے عامہ کو بھی حقائق سے باخبر رکھنے کی کوشش کی ۔ ان اقدامات سے بائیں بازو کی قوتوں کی ساکھ بنی اور ان میں اضافہ ہوا ، اعتدال پسندوں کو اپنے ساتھ ملایا گیا اور کٹر دائیں بازو والوں کو بےنقاب اور الگ تھلگ کیا گیا ۔

کومنتانگ کی طرف سے معاشی ناکہ بندی توڑنے کے لئے کوئی فوجی کارروائی نہ کی گئی ۔ اس کی بجائے آزاد علاقوں نے یہ ثابت کر دیا کہ ملک کے جملہ وسائل کو کس طرح کام میں لایا جا سکتا تھا اور لایا جانا چاہیئے تھا ۔ انہوں نے اندرونی دیہی علاقوں کے لوگوں کو زرعی اور چھوٹے پیمانے کی صنعتی پیداواروں (زیادہ تر

دستکاریوں) کو فروغ دینے کے لئے بڑی کامیابی سے منظم کیا - گاؤں اور چھوٹے قصبے کی معیشت کی بنیادوں پر (آزاد علاقوں میں اس وقت کوئی شہر یا بڑا قصبہ شامل نہیں تھا) انہوں نے نہ صرف جنگ کے لئے وسائل مہیا کئے بلکہ فوج اور عوام کو کومنتانگ علاقوں کی نسبت — جن کے وسائل بےشمار تھے اور غیرملکی امداد بھی مل رہی تھی — بہتر لباس اور بہتر خوراک بھی فراہم کی - عوامی فوجیں جب عملاً لڑائی میں مصروف نہیں ہوتی تھیں ، تو اپنی ضرورت کا بیشتر اناج خود پیدا کرتی تھیں ، اور کسانوں کا بوجھ ہلکا ہو جاتا تھا - یوں انقلابی خود انحصاری ایک ناقابل تسخیر قوت ثابت ہوئی - *

سیاست اور نقطۂ نظر کی اصلاح کے لئے پوری پارٹی میں " تادیب و اصلاح کی تحریک " چلائی گئی جو عرصے تک جاری رہی - اس کا مقصد مارکسزم - لینن‌ازم کی تعلیم دینا اور چین کے حالات پر اس کا اطلاق کرنا تھا - یہ مکتبی علم کے برعکس تھی - تحقیقی مطالعے اور پرجوش بحث کے ذریعے پوری پارٹی ، ہر یونٹ اور ہر رکن کے

---

* بعدازاں سامراجیوں اور ان کے کاسہ لیسوں نے بیس سال سے زیادہ عرصے تک کروڑوں کی آبادی پر مشتمل انقلابی چین کی " ناکہ بندی " اور " تجارتی ممانعت " عائد کئے رکھی یا " الگ تھلگ ، کئے رکھا ، اور اس کے اثرونفوذ کو " محدود رکھنے " یا " پیچھے دھکیلنے " کی کوششیں کرتے رہے - ایسے میں انہیں یہ سوچ لینا چاہیئے تھا کہ اس قسم کی کوششیں تو ۱۹۳۰ء کی دھائی کے اواخر اور ۱۹۴۰ء کی دھائی کے اوائل میں بھی ناممکن ثابت ہوئی تھیں ، جبکہ آزاد علاقے بٹے ہوئے تھے اور محاصرے میں تھے -

حقیقی تجربے کی تلخیص کی گئی — کہ ہر کوئی ، طویل و مختصر ، پس منظر رکھتا تھا — ان کی حقیقی جدوجہد کے تجربے کی تلخیص کی گئی جو کامیابیوں اور ناکامیوں سے عبارت تھی ۔ اس تحریک نے لوگوں کو یہ سمجھنے میں مدد دی کہ ماضی کی " بائیں بازو " اور دائیں بازو کی موقع پرستانہ راہ ہائے عمل میں کیا خامیاں تھیں — اور ایک پرمایہ تجربے کو سمجھنے میں بھی مدد دی جو حاصل تو کیا جا چکا تھا ، پر ہنوز تحقیق و تجزیے کا مقتضی تھا ۔ اہم بات یہ کہ اس نے تحریک کے شرکاء کو اس ادراک کے قابل بنایا کہ فوری فرائض کی روشنی میں اس وقت کی کارروائیوں میں اور آنے والے دور کی کارروائیوں کے لئے تیاریوں میں کیا کچھ صحیح اور قابل قدر اور کیا کچھ اصلاح طلب تھا ۔

جہاں تک بنیادی رسائی اور طریقے کا تعلق ہے ، " موضوعیت ، گروہ بندی اور غیرمتبدل پارٹی تحریریں " تنقید کا ہدف بنیں ۔ موضوعیت کا اظہار ان دو میں سے کسی ایک شکل میں ہوتا تھا — عقیدہ پرستانہ نظری مطالعہ جو کبھی بھی حقیقت سے مطابقت نہیں رکھتا تھا (یہ بنیادی طور پر " بائیں بازو " کی موقع پرستی کی پیداوار تھا) یا تجربیت پر مبنی انداز فکر جس میں کل کو جو نظریے سے منور ہو سکتا ہے ، مدنظر رکھے بغیر محض اپنی علمیت پر تکیہ کیا جاتا تھا ۔ گروہ بندی کا مطلب یہ تھا کہ صرف اپنے گروہ یا کام کے شعبے سے واسطہ رکھا جاتا تھا ، صرف پارٹی سے واسطہ رکھا جاتا تھا ، پارٹی سے باہر لوگوں کو درخوراعتنا نہیں سمجھا جاتا تھا ، صرف فوج سے واسطہ رکھا جاتا تھا ، سویلین لوگوں پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی تھی ،

صرف نوجوانوں کو مدنظر رکھا جاتا تھا ، بوڑھوں کو نہیں (یا صرف بوڑھوں کو مد نظر رکھا جاتا تھا ، نوجوانوں کو نہیں) ۔ " غیرمتبدل پارٹی تحریروں " سے مراد یہ تھی کہ ایسے بےجان الفاظ یا کھوکھلی اصطلاحات میں بولا اور لکھا جاتا تھا ، جس سے لوگوں پر پارٹی کے اصول اور خیالات واضح نہیں ہوتے تھے ، بلکہ حقیقی سوچ کے بغیر محض رٹے رٹائے فارمولے پیش کر دیئے جاتے تھے — یہ بات عمل میں معاونت کی بجائے اس سے دور لے جاتی تھی ، یہ عوام کو صحیح راہ دکھانے کی بجائے محض نمائشی شکل (اور سب سے بڑی پوشیدہ شکل) اختیار کر جاتی تھی ۔ اس تحریک کی کلیدی دستاویزات ماؤ زے تنگ کی اہم تقریریں اور تحریریں تھیں — مثلاً " اپنے مطالعے کی اصلاح کرو " ، " پارٹی کے اسلوب کار کی اصلاح کرو " ، " غیرمتبدل پارٹی تحریر کی مخالفت کرو " ، اور " ہمارا مطالعہ اور موجودہ صورت حال " ۔ *

پارٹی کے اپنے خیال میں یہ سوچوں کو آزاد کرانے اور فعال بنانے والی ایسی تحریک تھی جس نے اندرون پارٹی وحدت فکر پیدا کی ۔ نتیجتاً یہ وحدت فکر جاپان دشمن جنگ اور بعدازاں چیانگ کائی شیک اور تمام سامراجیوں کے خلاف جنگ آزادی میں فتح کا سبب بنی ۔ چینی کمیونسٹ پارٹی اندرون ملک اپنے تجربے اور عالمی صورت حال سے متعلق اپنے تجربے کو بنیاد بناتے ہوئے خودمختارانہ طور پر

---

* یہ ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۴ء کے درمیان لکھی گئیں اور «منتخبات ماؤ زے تنگ» کی تیسری جلد میں شامل ہیں ۔

یہ شعور حاصل کرنے کے قابل ہو گئی کہ چینی انقلاب میں کیا کیا جانا چاہیئے تھا اور کیا نہیں کیا جانا چاہیئے تھا ۔ یہ اپنے مسائل کے " ہدف " کے لئے مارکسی " تیر " کی حیثیت رکھتی تھی ۔ قصہ مختصر ، یہ آج کے مارکسزم ۔ لینن ازم ۔ فکر ماؤ زے تنگ کی تشکیل میں ایک زبردست قدم کی حیثیت رکھتی تھی ۔

یہ سیاسی اور نظریاتی تحریک انتہائی کٹھن جنگ ، انقلابی علاقوں میں فوج اور عوام کی خود کفالت کے لئے پیداواری مہم اور انقلاب کے اس مرحلے میں ان کے موافق سماجی قلب ماہیت (لگان اور سود میں تخفیف اور زراعت میں بنیادی سطح کی امداد باہمی) سے باہم مربوط تھی اور اس نے ان کاموں میں رہنمائی کی ۔ وہ لوگ جنہوں نے عرصے بعد پیداوار یا دیگر حقیقی فرائض کو سیاست کے مقابل لا کر فکر ماؤ زے تنگ کو مسخ کرنے کی کوشش کی ، (یا جہاں تک " چار نفری ٹولی " کا تعلق ہے ، جان بوجھ کر مسخ کر رہے تھے) اس کی اہم ترین خصوصیت کو فراموش کر بیٹھے تھے — کہ یہ بنیادی طور پر انقلابی نظریے کو عمل سے مربوط کرتا ہے ۔

۱۹۳۰ء کی دھائی کے پہلے نصف میں انقلابی علاقے پوری قوم کا ثقافتی مرکز بن کر ابھرے اور انہوں نے رجائیت اور اعتماد پیدا کیا ۔ (بہت سے لوگ جنہوں نے قبل ازیں صرف کومنتانگ علاقے دیکھے تھے ، انہیں " نئی قسم کے لوگ " کہنے پر مجبور ہو گئے ۔) ماؤ زے تنگ کے مضمون " ادب و فن کے بارے میں ینان میں مجلس مذاکرہ " نے جو تحریک تادیب و اصلاح کی ایک اہم دستاویز تھا ، اس نئے اور توانا انداز کو فروغ بخشا اور ایک معین روپ دیا ۔

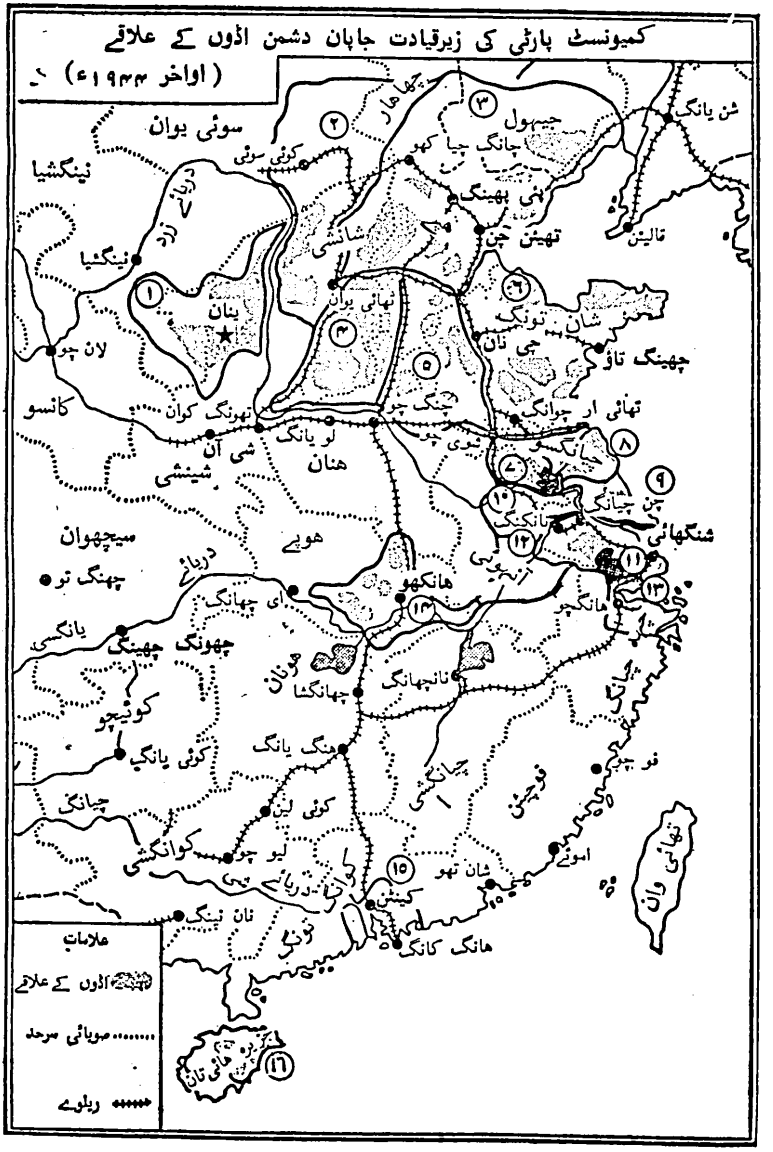
کمیونسٹ پارٹی کی زیرقیادت جاپان دشمن اڈوں کے علاقے
(اواخر ۱۹۴۴ء)
سوئی یوان
نینگشیا
دریائے زرد
کوئی سوئی
چہار
جیہول
جانگ چیا کھو
شن یانگ
پی پھینگ
تھیئن چن
قالین
شانسی
تھائی یوان
ینان
لان چو
کانسو
تھونگ کوان
لو یانگ
شی آن
شینشی
ہنان
ہوبے
چنگ چو
شوی چو
تونگ شان
چی نان
چھینگ تاؤ
تھائی ار چوانگ
چیانگسو
چیانگ
شنگھائی
چانگکنگ
آنہوی
ہانکھو
ہانکجو
سیچھوان
چھنگ تو
دریائے ای چھانگ
یانگسی
چھونگ چھینگ
نانچھانگ
چھانگشا
ہونان
کوئیچو
کوئی یانگ
ہنگ یانگ
چیانگسی
فوچین
فو چو
چیانگ
کوئی لین
کوانگشی
لیو چو
شان تھو
امونے
تھائی وان
کوانگ تونگ
دریائے
کینٹن
نان ننگ
ہانگ کانگ
علامات
اڈوں کے علاقے
صوبائی سرحد
ریلوے

اڈوں کے علاقے

(۱) شینشی - کانسو - ٹینگشیا
(۲) شانشی - سوئی یوان
(۳) شانشی - چھاہار - ہپے
(۴) شانشی - ہپے - ہنان
(۵) شان تونگ - ہپے - ہنان
(۶) شان تونگ
(۷) شمالی آنہوئی
(۸) شمالی چیانگسو
(۹) وسطی چیانگسو
(۱۰) جنوبی آنہوئی
(۱۱) جنوبی چیانگسو
(۱۲) وسطی آنہوئی
(۱۳) مشرقی چہہ چیانگ
(۱۴) ہوپے - ہونان - آنہوئی
(۱۵) کوانگ تونگ مشرقی دریا
(۱۶) جزیرہ ہائی نان

یوں آزاد علاقوں نے نہ صرف فوجی اور معاشی استحکام حاصل کیا ، بلکہ روزافزوں تعداد میں چینی عوام ان کے گن گانے لگے ۔ ان میں جاپانی مقبوضہ علاقوں اور چیانگ کائی شیک کے زیرتسلط خطوں کے لوگ بھی شامل تھے ، جہاں کمیونسٹ پارٹی روپوش رہ کر یا نیم قانونی حیثیت میں کام کر رہی تھی اور اس کی کامیابیوں سے متعلق خبروں کو دبانے کے لئے سخت ترین سنسر نافذ تھا ۔

آزاد علاقے صرف چینی عوام ہی کے لئے باعث کشش نہیں تھے ۔ یہاں جاپانی کمیونسٹوں نے بھی اپنے اور چین کے مشترکہ دشمن — جاپانی سامراج — کے خلاف جدوجہد میں اپنے ہم وطنوں کے ایک گروپ کی قیادت کی ، جن میں بہت سے سابق جنگی قیدی بھی شامل تھے ۔ یہاں کوریائی ، ویت نامی ، انڈونیشی اور دیگر دوست بھی موجود تھے ۔ نوجوان ہندوستانی ڈاکٹر دوارکاناتھ کٹنس نے محاذ جنگ پر زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے ہوئے جان دی ۔ امریکہ کی انقلابی ادیبہ ایگنس سمڈلے نے آٹھویں روٹ فوج اور نئی چوتھی فوج کے ہمراہ سفر کرکے ایسا مواد اکٹھا کیا جسے پڑھ کر اس کے بہت سے ہم وطن چین کے عام لوگوں کی پرعظمت جدوجہد سے آگاہ ہوئے ۔ کنیڈا کے مارکسی ۔ لیننی سرجن ڈاکٹر نارمن بتھیون نے یہیں جان دی اور ماؤ زے تنگ نے انہیں پرولتاری بین‌الاقوامیت اور کمیونسٹ جذبے کی مثال قرار دیا اور کہا کہ سب کو ان سے سیکھنا چاہیئے ۔ * ینان چینی اور غیرملکی رجعت پسندوں کے گٹھ جوڑ

---

* " نارمن بتھیون کی یاد میں " ، « منتخبات ماؤ زے تنگ » ، جلد دوم ، اردو ایڈیشن ، غیرملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پیچنگ ، ۱۹۷۳ء ، صفحات ۵۷۵ - ۵۷۸ ۔

کے خلاف چینی اور غیرملکی عوام کی مجاهدانه دوستی کا سرچشمه تھا ۔

یه تھے نتائج جو جاپان دشمن جنگ میں دو طرح کے طرز عمل سے برآمد ہوئے ۔ ایک طرز عمل زمیندار ۔ بورژوا کومنتانگ کا تھا اور دوسرا پرولتاری کمیونسٹ پارٹی کا ۔ ایک طرز عمل انتشار ، رجعت پسندی اور مسلسل هزیمتوں کی طرف لے گیا جبکه دوسرے یعنی عوامی جنگ کے طرز عمل نے جاپانی سامراج پر چینی عوام کی فتح کا راسته هموار کیا ۔ مزیدبرآں ، اس نے غیرملکی اور ملکی دشمنوں کے خلاف چین کے سو ساله جاگیرداری دشمن اور سامراج دشمن انقلاب میں فتح کی بنیاد رکھی ۔ یه درحقیقت دنیا بھر کی ترقی پسند قوتوں کے لئے عظیم فتح کا درجه رکھتی تھی ۔ اس نے قوتوں کا عالمی توازن بدلنے کے علاوه نظریے اور عمل کے بےمثال فروغ کی شکل میں بھی یه ثابت کر دیا که کوئی ملک اپنے مخصوص حالات کی روشنی میں عوامی جنگ کیسے لڑتا اور جیتتا ہے ۔

اب هم چین ۔ جاپان جنگ کے دوران رونما هونے والے بعض بین الاقوامی مظاهر کا جائزه لیتے هیں ۔

امریکه کے صدر روزویلٹ نے ۱۹۳۷ء میں "جارحین کے قرنطینه" کی بات کہی تھی اور جارحیت کا شکار هونے والوں سے همدردی کا اظہار کیا تھا ۔ لیکن ، درحقیقت ، امریکی اجاره دار تاجروں نے جاپان کے لئے تیل ، اسکریپ آئرن اور دوسرے فوجی سازوسامان کی برآمدات بڑھا دی تھیں ، جن کے بغیر وه جنگ نہیں لڑ سکتا تھا ۔ ۱۹۳۸ء میں ایسی جنگی برآمدات کی مقدار جاپان کے

لئے جملہ امریکی برآمدات کا ۶۷ فیصد تھی جو ۱۹۳۹ء میں ۷۰ فیصد تک جا پہنچی ۔ روزویلٹ اور اس کی انتظامیہ نے ۱۹۴۱ء میں کہیں جا کر جارح کے خلاف اقتصادی پابندی کا قدم اٹھایا ۔ بالفاظ دگر ، یہ کارروائی اس وقت کی گئی جب واضح ہو گیا کہ جاپان چین پر حملے یا سوویت یونین سے لڑائی پر ہی قناعت نہیں کرے گا بلکہ وہ ایشیا میں "جنوب کی سمت" امریکی اور برطانوی مقبوضات پر چڑھائی کا بھی فیصلہ کر چکا تھا ۔ تاہم ، اس کے بعد بھی ، امریکی سفارت کار "مشرق بعید کے میونخ" کی تگ و دو میں مصروف رہے ۔ سودے بازی میں انہوں نے جاپان کو یہاں تک پیش کش کی کہ اگر وہ دوسری جگہوں پر امریکی مفادات میں ٹانگ اڑانے سے باز آ جائے تو اسے شمال مشرقی چین (منچوریا) پر تسلط برقرار رکھنے کی اجازت دے دی جائے گی ۔ ۱۹۴۱ء میں پرل ہاربر پر جاپانی حملے کے وقت تک یہ بات چیت عملاً جاری تھی ۔

امریکہ اور جاپان کے درمیان بین‌السامراجی کشمکش واقعتاً حقیقی اور بڑی شدید تھی ۔ تاہم ، امریکی حکومت ، حقیقی لڑائی شروع ہونے تک ، چین اور سوویت یونین کو داؤ پر لگا کر اس کشمکش کا تصفیہ نہیں کرنا چاہتی تھی ، کیونکہ اسے امید تھی کہ بعدازاں وہ ڈالر کی آزمودہ طاقت کے بل بوتے پر نئی جاپانی ایمپائر کو معاشی اعتبار سے مطیع کرنے میں کامیاب ہو جائے گی ۔

پرل ہاربر پر حملے کے بعد ، امریکی حکمران گروہوں کی چالوں میں تبدیلی ناگزیر تھی ۔ وہ چین کے ایک اتحادی کی حیثیت

سے جنگ میں شریک ہو گئے ، لیکن بتدریج یہ پالیسی اختیار کی کہ نہ صرف چینی عوام کی قومی امنگوں بلکہ حریف سامراجی طاقتوں کے اثرونفوذ کا بھی ہمیشہ کے لئے خاتمہ کرکے اس اتحادی کو عملاً امریکی نوآبادی میں تبدیل کر دیں - چین میں امریکہ کے فوجی ، اقتصادی اور تعلیمی افسروں اور مشیروں کا ایک سیلاب امڈ آیا - انہوں نے کومنتانگ حکومت کو ناقابل اصلاح بدعنوانیوں اور نااہلیت پر لتاڑا اور ہر فوجی اور سول محکمے میں امریکی کمانڈر اور کمپٹرولر ، اور انتہائی "بااعتبار" امریکہ نواز چینی افسر تعینات کرنے کی کوشش کی -

ایسے میں جبکہ جاپان سے جنگ جاری تھی ، امریکہ وقتاً فوقتاً چیانگ کائی شیک پر زور دیتا رہا کہ وہ خانہ جنگی میں الجھنے کی بجائے کمیونسٹ پارٹی سے مذاکرات کرے ، تاہم اس میں امریکہ کے اپنے مفادات بھی شامل تھے - جاپان کے خلاف جنگ کے مفادات اہم مقصد کی حیثیت رکھتے تھے ، جبکہ وجۂ نزاع ہنوز تصفیہ طلب تھی - لیکن ۱۹۴۴ء میں زور اس بات پر منتقل ہو گیا کہ "خود کومنتانگ کو بچایا جائے" ، قبل‌ازوقت خانہ جنگی چھیڑنے سے باز رکھا جائے اور اتنا طاقتور بنا دیا جائے کہ وہ عوامی انقلاب کو تباہ کر دے یا کم از کم عضو معطل بنا کر رکھ دے - اور جب امریکی حکومت دونوں فریقوں میں ثالثی کے لئے میدان میں آئی تو یہ ناکام کوشش کی کہ آزاد علاقے اور عوامی فوج جن سامراج دشمن قوتوں کی نمائندگی کرتے تھے ، ان کا وجود ختم کر دے یا بہرقیمت انہیں یوں بکھیڑوں میں الجھا کر رکھ دے کہ وہ کوئی

خودمختارانہ انقلابی قدم اٹھانے کے قابل ہی نہ رہیں ۔ یہ ایک گھٹیا چال تھی جو چینی عوام کی سو سالہ تلخ جدوجہد اور تجربے کے ٹھوس ثمرات ، خون کے عوض مستقبل کے لئے حاصل شدہ بیش بہا ضمانت چھیننے کے لئے چلی گئی تھی ۔

برطانیہ ۱۹۳۷ - ۴۱ء کے برسوں میں جاپان کو خوش کرنے میں لگا رہا ۔ وہ چینی بندرگاہوں میں محاصل کی آمدنی ، جس پر عرصۂ دراز سے اس کا کنٹرول تھا ، جاپانی قابض فوجوں کے سپرد کرنے لگا ۔ شمالی چین میں برطانیہ کے زیرانتظام کھائی لان مائننگ ایڈمنسٹریشن حملہ آوروں کو بخوشی کوئلہ فراہم کرتی رہی ۔ مارچ ۱۹۳۸ء میں اس نے چینی کانکنوں کی ہڑتال کچلنے کے لئے جاپانی فوج کو بلا لیا اور انہوں نے خون کی ہولی کھیل کر یہ ہڑتال ختم کرا دی ۔ * ۲۷ جون ۱۹۳۸ء کو برطانوی حکومت نے چین اور جاپان میں ثالثی کی پیشکش کی ۔ اس ثالثی کا ذکر ایک برطانوی مصنف ** نے یوں کیا ہے : " ایسا کوئی عندیہ نہ

---

* کھائی لان مائنز کی سالانہ رپورٹ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۸ء کے لندن ٹائمز میں شائع ہوئی جس میں " جاپانی حکام سے بہتر مفاہمت " کی تعریف کی گئی تھی ... " جو ایڈمنسٹریشن کو تحفظ دینے اور کھائی پھینگ کانوں سے کوئلے کی پیداوار اور اس کی نقل‌وحمل میں ہر ممکن تعاون کرتے ہیں " ۔ اس سال حصص یافتگان کو ساڑھے سات فیصد منافع تقسیم کیا گیا ، جبکہ اس سے پچھلے سال منافع کی شرح ۵ فیصد تھی ، اور خاص کر جاپان کی فوجی ضروریات پوری کرنے کے لئے اس برطانوی ادارے نے دس لاکھ ٹن سالانہ پیداواری گنجائش کی نئی شافٹیں لگانے کا منصوبہ بنایا تھا ۔ ملاحظہ کیجئے F.C. Jones, *Shanghai and Tientsin*, New York, 1940, p. 171.

** Evan Luard, *Britain and China*, London, 1962, pp.45-46.

دیا گیا کہ دونوں میں کسی ایک فریق پر جنگ چھیڑنے کی زیادہ ذمہ‌داری عائد ہوتی تھی ۔ " برطانیہ جاپان کی فتح کو ناگزیر تصور کر رہا تھا ۔ اسی مصنف کے بقول ، یکم نومبر ۱۹۳۸ء کو برطانوی وزیراعظم چیمبرلین نے بڑی دلجمعی سے اعلان کیا : " کہ اسے بالکل یقین نہیں کہ چین ۔ جاپان جنگ ختم ہونے کے بعد چین کی ترقی کے لئے صرف جاپان نیا سرمایہ فراہم کر سکے گا ؛ چین کے لئے برطانیہ سے کچھ نہ کچھ مدد لئے بغیر تعمیر نو کا کام ناممکن ہوگا " ۔ ۱۹۳۹ء کے وسط میں ٹوکیو میں برطانوی سفیر سر رابرٹ کریگی اور جاپانی وزیر خارجہ آریتا کی بات چیت کے دوران برطانوی حکومت نے باضابطہ رضامندی ظاہر کی کہ تھیئن چن میں اس کے مراعاتی علاقے میں جاپانی فوج کو اختیار حاصل ہوگا کہ " وہ ہر ایسی کارروائی کو کچل دے یا ایسی رکاوٹ کا خاتمہ کر دے جو ان کے آڑے آتی ہو یا ان کے دشمن کو فائدہ پہنچاتی ہو ۔ " اور برطانیہ نے پوری فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے تختۂ دار پر کھینچنے کے لئے ایسے بہت سے چینیوں کو جاپان کے حوالے کیا جو محب وطن سرگرمیوں میں مصروف تھے ۔

۱۹۴۰ء میں برطانیہ نے جاپانی دباؤ کے تحت برما روڈ بند کر دی ، جو چین کے لئے مغربی ممالک سے رسد حاصل کرنے کا واحد محفوظ راستہ تھا ، اور چین اور جاپان کے درمیان " تصفیئے " کی پیشکش کی ۔ ۱۹۴۱ء میں بحرالکاہل کے خطے میں جنگ چھڑنے کے بعد برطانیہ نے چین اور مشرقی ایشیا کے باقی علاقے میں اپنے مقبوضات کو قومی آزادی کی تحریکوں اور بڑھتی ہوئی امریکی

دراندازی سے بچانے کی طویل المیعاد پالیسی پر بتدریج کام شروع کر دیا۔

اسٹالین کے زمانے میں سوویت یونین کی پالیسی یہ تھی کہ ، سماجی نظام سے قطع نظر ، فسطائی جارحیت کے شکار تمام ملکوں کی مدد کی جائے ۔ ۱۹۳۷ء میں جاپانی حملے کے فوراً بعد سوویت یونین نے چین سے باہمی عدم جارحیت کا سمجھوتہ کیا ، اسے قرضے دیئے اور شمال مغربی سرحد کے راستے فوجی اور دیگر سازوسامان کی فراہمی شروع کر دی ۔ سوویت فضائیہ کے ایک رضاکار گروپ نے جس کی قوت مسلسل برقرار رکھی جاتی تھی ، نانکنگ ، ہانکھو اور دوسرے شہروں میں جاپان کے فضائی حملوں کو ناکام بنانے میں اہم کردار ادا کیا ۔ امریکی فضائیہ کا جنرل چینالٹ بھی ، جو چیانگ کائی شیک کا خاص آدمی تھا ، ۱۹۴۹ء میں اپنی کتاب میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ " ۱۹۳۷ء کے موسم گرما میں آغاز جنگ سے ۱۹۴۲ء کے اختتام تک چین کے لئے بیشتر بیرونی امداد روس سے آئی ۔ " *

زمانۂ جنگ میں کومنتانگ کے ایروناٹیکل کمیشن کی سربراہ مادام چیانگ کائی شیک نے ، جو کمیونسٹ دشمنی اور سوویت دشمنی میں جواب نہیں رکھتی تھی ، امریکہ اور سوویت یونین کے رویے کا موازنہ کرتے ہوئے امریکہ کو شرم دلائی ۔ اس نے امریکہ کے ایک کثیرالاشاعت جریدے میں لکھا :

جاپان کی اسی فیصد جنگی رسد امریکہ سے آتی ہے ...

---

* Claire L. Chennault, *Way of a Fighter*, New York, 1949, p. 61.

اور جاپان وحشیانہ بمباری کے لئے اپنے طیاروں میں جو تیل استعمال کرتا ہے اس کا ۹۰ فیصد امریکہ فراہم کرتا ہے ۔

مزاحمت کے ابتدائی تین برسوں میں جنگی سازوسامان اور دیگر ضروریات خریدنے کے لئے سوویت روس نے چین کو جو قرضے دیئے وہ برطانوی یا امریکی قرضوں سے کئی گنا زیادہ ہیں ...

مزیدبرآں ، لیگ آف نیشنز کے اجلاسوں میں روس ہی نے چین کی اس اپیل پر ٹھوس موقف اختیار کیا کہ جاپان کو جارح قرار دینے کے لئے فعال اقدامات کئے جائیں ... جب جاپان نے احتجاج کیا کہ چین کو امداد دینے کے نتیجے میں روس غیرجانبدار نہیں رہا ، تو روس نے نہ تو تذبذب سے کام لیا ، نہ شکست مانی اور نہ ہی کوئی سمجھوتہ بازی کی ، بلکہ بدستور امداد بھیجتا رہا ...

میں یہ بات عیاں کر دینا چاہتی ہوں کہ روس نے اس سارے عرصے میں غیرمشروط امداد دی ۔*

جاپان نے دو موقعوں پر سوویت یونین اور اس کے اتحادی عوامی جمہوریۂ منگولیا کے علاقے پر حملہ کیا ، جو بنیادی طور پر اس امداد کے ضمن میں انتقامی کارروائی کی حیثیت رکھتا تھا ۔ ۱۹۳۷ء میں جھیل خاصان (چانگ کو فنگ) کے علاقے پر جو ولاڈی واسٹک سے زیادہ دور نہ تھی ، اور ۱۹۳۹ء میں منگولیا میں خالخن ۔

---

* *Liberty Magazine*, New York, January 21, 1939.

گول کے مقام پر ان حملوں میں جاپان کو زبردست شکست ہوئی ۔ صرف خالخن ۔ گول کی لڑائیوں میں اسے ۶۶۰ طیاروں اور بےشمار ٹینکوں سے ہاتھ دھونے پڑے اور اس کے کم‌وبیش ۲۰ ہزار فوجی ہلاک ہوئے ۔ * ان تباہ کن ہزیمتوں ہی کا نتیجہ تھا کہ جب مغربی طاقتوں نے جاپان کو سائبیریا میں مداخلت پر اکسایا تو وہ ان کے دام میں نہ آیا ، اور جنوبی بحرالکاہل کے " کم سے کم مزاحمت والے خطوں " میں قسمت آزمائی کو ترجیح دی ۔

آخر میں ، ۴۵ - ۱۹۴۱ء میں جارح ہٹلر کی کمر توڑنے کے بعد سوویت یونین نے دوسرے اتحادیوں سے سمجھوتے کے تحت ، منچوریا میں جاپان کی بری فوجوں کے سب سے بڑے مرکز پر برق رفتاری اور بھرپور قوت کے ساتھ وار کیا ، اور اس امر کو یقینی بنایا کہ جاپانی جنگ باز آئندہ چینی علاقے سے جنگ جاری رکھنے کی جرأت نہ کریں اور ساتھ ہی ان کی قطعی شکست کے پروانے پر بھی مہر ثبت کر دی ۔ اس کارروائی میں عوامی جمہوریۂ منگولیا کی فوجیں بھی شریک تھیں ۔

" ایٹم بم کے فیصلہ کن کردار " کا افسانہ سیاسی مقاصد کے تحت واشنگٹن میں گھڑا گیا اور بعدازاں پوری دنیا میں اس کا ڈھنڈورا پیٹا گیا ۔ امریکی فضائیہ کے جنرل چینالٹ نے ، جو سوویت یونین کا دشمن تھا ، جاپان کی شکست کے دن ایک فوجی فیصلے میں

---

* *Khalkhin-Gol*, Col. S.N. Shishkin, Military Publishing House, U.S.S.R. Ministry of Defence, Moscow, 1954, p.56.

کہا ، "جاپان کے خلاف جنگ میں ، اگر ایٹم بم نہ بھی گرائے جاتے ، تو بھی روس کی شمولیت اس جنگ کے خاتمے کی رفتار تیز کرنے میں فیصلہ کن عنصر کی حامل تھی ۔" * اور امریکی پالیسی کے دو تجزیہ نگاروں نے ، جن میں سے ایک صدر ٹرومین کی حکومت میں فضائیہ کا وزیر بنا ، واضح الفاظ میں انکشاف کیا کہ غیرانسانی ہتھیار استعمال کرنے کا فیصلہ کلیتاً سیاسی نوعیت کا حامل تھا :

تو پھر ہم نے بم کیوں گرایا ؟ یا اگر فرض کر لیا جائے کہ بم کے استعمال کا جواز موجود تھا ، تو پھر اقوام متحدہ کے زیراہتمام اس کی قوت کا مظاہرہ کیوں نہ کر دیا گیا ، جس کی بنیادوں پر جاپان کو الٹی‌میٹم دیا جا سکتا ؟

نہیں ، اگر مقصد یہ ہوتا کہ جنگ میں روس کی شمولیت سے قبل — یا کم از کم جاپان کی شکست سے پہلے روس کی علامتی شرکت سے قبل — جاپان کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا جائے تو ایسا مظاہرہ ناممکن تھا ۔ **

---

* "نیویارک ٹائمز" ، ۱۵ اگست ۱۹۴۵ء ۔

** Cousins, Norman and Finletter, Thomas K., *Saturday Review of Literature*, June 15, 1946.

یہ دونوں حوالے پی ۔ ایم ۔ ایس ۔ بلیکٹ نے *Military and Political Consequences of Atomic Energy*, (London, 1948) میں دیئے ہیں ۔ بلیکٹ ایٹمی توانائی کے بارے میں حکومت برطانیہ کی مشاورتی کمیٹی کا سابق رکن تھا ۔

ہیروشیما اور ناگساکی پر ایٹمی بمباری ، جیسا کہ اس وقت عندیہ دیا گیا تھا ، جاپانی جنگ بازوں کی شکست اور فسطائیت دشمن جنگ ختم کرنے کے لئے ضروری نہ تھی ۔ اس کے برعکس ایٹم بم ان لوگوں کو ہراساں کرنے کے لئے جو فسطائی محوری طاقتوں کے خلاف جدوجہد میں پیش پیش رہے تھے ، اور فتح کے ثمرات غصب کرنے کے لئے گرایا گیا تھا ۔ مشرق بعید میں اس کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت کے سوشلسٹ سوویت یونین اور انقلابی طاقتوں کو ، جنہوں نے چین اور مشرقی ایشیا کے دیگر ملکوں میں جاپانی سامراج کے خلاف جنگ لڑی تھی ، بعدازجنگ جاپان سے حساب چکانے کا کوئی موقع نہ دیا جائے ۔ اور اس نقطۂ نظر کے خالق امریکی نائب وزیر خارجہ جوزف گریو نے ایک موقع پر اس امریکی پالیسی کی تصدیق کر دی کہ جاپانی شہنشاہ کا تاج‌وتخت محفوظ رکھا جائے اور جاپانی عوام کے انقلاب کی راہ روکی جائے ۔

آخری نتیجے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہ ایں سبب وہ اس خدشے سے دوچار نہیں ہونا چاہتے تھے کہ چین میں کمیونسٹ پارٹی اور عوام انقلاب میں فتحیاب ہو جائیں ۔ ۱۳ اگست ۱۹۴۵ء کو ، ایٹم بم گرائے جانے کے پانچ دن بعد ، ماؤ زے تنگ نے احساس بےبسی کا مضحکہ اڑایا ، جو ایٹم بم کی شکل میں اس نظریے کی پیداوار تھا کہ " ہتھیار ہر بات کا فیصلہ کرتے ہیں " ۔ یہ نظریہ عوام پر پرولتاری انقلابی انحصار کے برعکس تھا ۔ انہوں نے اعلان کیا کہ عوامی قوتوں نے صرف " باجرے اور رائفلوں " کے ساتھ جدید ہتھیاروں سے لیس جاپانی فوجوں کا مقابلہ کیا ہے ، اور اگر

چیانگ کائی شیک نے امریکی اسلحے سے لیس ہو کر خانہ جنگی مسلط کر دی تو وہ اس میں بھی کامران نکلیں گے ۔

اور کئی ماہ بعد ، اگست ۱۹۴۶ء میں جبکہ خانہ جنگی چھڑ چکی تھی ، انہوں نے اپنا لوئیس سٹرونگ کو شہرۂ آفاق انٹرویو دیتے ہوئے کہا :

ایٹم بم کاغذی شیر ہے ، جسے رجعت پسند عوام کو خوفزدہ کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں ۔ ... بلاشبہ ایٹم بم ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے وسیع پیمانے پر قتل عام کیا جا سکتا ہے ، لیکن جنگ کے نتیجے کا فیصلہ عوام کرتے ہیں نہ کہ ایک یا دو نئی قسم کے ہتھیار ۔

تمام رجعت پسند کاغذی شیر ہیں ... چیانگ کائی شیک اور اس کے حامی امریکی رجعت پسند بھی کاغذی شیر ہیں ۔ جب امریکی سامراج کی بات ہوتی ہے تو یوں لگتا ہے گویا لوگ اسے بےپناہ طاقتور تصور کرتے ہیں ۔ چینی رجعت پسند امریکہ کی " طاقت " سے چینی عوام کو خائف کر رہے ہیں ۔ لیکن یہ ثابت ہو جائےگا کہ امریکی رجعت پسند تاریخ کے تمام رجعت پسندوں کی طرح کچھ زیادہ طاقت کے حامل نہیں ۔ امریکہ میں دوسرے لوگ ہیں جو فی الحقیقت طاقتور ہیں — وہ امریکی عوام ہیں ۔

ایک طرف سامراج اور رجعت پسندی اور دوسری جانب عوام (خصوصاً کسی ایک ملک کے عوام) کے درمیان عالمی قوتوں کے

نئے توازن کا یہ تخمینہ محض مجرد فلسفیانہ خیال نہ تھا۔ یہ اسٹریٹجک نقطۂ نظر تھا ، جس کے تحت چینی کمیونسٹوں نے ، ماؤ زے تنگ کی زیرقیادت ، فسطائیت دشمن جدوجہد کے ثمرات کو مستحکم کیا اور قومی اور سماجی آزادی کی سمت پیش قدمی کی ۔ اور اسی طرح یہ اسٹریٹجک نقطۂ نظر کا فقدان ہی تھا کہ مغربی یورپ کے متعدد ملکوں کی کمیونسٹ پارٹیوں کو ، جنہیں فسطائیت دشمن جدوجہد میں سبقت حاصل رہی تھی ، ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ۔

باب ۱۷

جنگ آزادی اور فتح
(۱۹۴۶ ـ ۱۹۴۹ء)

۱۹۴۵ء کے بعد ، امریکہ نے مشرق بعید میں شکست خوردہ جاپان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی ۔ چین کے کثیر وسائل اور منڈیوں پر بلاشرکت‌غیرے کنٹرول اس کے لئے بیش بہا نعمت ثابت ہوا ۔ وہ تمام حریف سامراجی طاقتیں جو مقابلہ کر سکتی تھیں ، یا کم از کم طاقت کے بل پر حصے کی دعویدار بن سکتی تھیں ، نابود یا بےحد ناتواں ہو چکی تھیں ۔ لیکن چینی عوام کی تحریک قومی آزادی ، جو اس دوران بےپناہ طاقت پکڑ چکی تھی ، امریکی اجارہداروں کی حرص و آز کے راستے میں پہاڑ بن کر کھڑی ہو گئی ۔

لہذا جاپان کی شکست کے دن سے ہی بعض امریکی حلقوں میں یہ کوششیں شدت اختیار کر گئیں کہ چینی عوام سے کامیابیوں کے ثمرات چھین لئے جائیں ۔ یہ کوششیں فوجی ، سیاسی اور اقتصادی شعبوں

میں عیاں ہوئیں ۔

فوجی اعتبار سے ، جنرل میکارتھر نے چین میں جاپانی فوج کو حکم دیا کہ وہ عوامی قوتوں کے سامنے ہتھیار نہ ڈالیں ۔ چیانگ کائی شیک نے جاپانی کمانڈر انچیف اوکامورا کو ٹھوس ہدایات دیں کہ عوامی قوتوں کی مزاحمت کی جائے ۔ چونکہ چیانگ کائی شیک کی فوجیں کئی سال پہلے ہی شمالی اور وسطی چین کے بڑے بڑے شہروں اور بڑی بندرگاہوں کے قرب و جوار سے راہ فرار اختیار کر چکی تھیں ، لہٰذا " ہتھیار ڈالنے والی " جاپانی فوجیں عملاً خاصے عرصے تک ہتھیار بند رہیں ۔ بعدازاں امریکی فوجیں بھی چیانگ کی فوجوں کی کمک پر آ گئیں ۔ جاپان کے خلاف شدید ترین جنگ کے زمانے میں بھی چین میں امریکی فوجوں کی تعداد کبھی ۶۰ ہزار سے متجاوز نہیں ہوئی تھی ، مگر اب چند مہینوں کے اندر اندر ان کی تعداد ایک لاکھ ۴۳ ہزار تک جا پہنچی ۔ ادھر امریکی فضائیہ کے ٹرانسپورٹ طیاروں اور بحریہ کے جہازوں نے چیانگ کے دس لاکھ سے زیادہ فوجیوں کو ان علاقوں میں پہنچایا اور انہوں نے ۱۲ لاکھ ۵۰ ہزار جاپانیوں سے جملہ سازوسامان سمیت ہتھیار رکھوائے ۔

ہیری ایس ۔ ٹرومین نے صدر امریکہ کے عہدے سے ریٹائر ہونے کے بعد جو یادداشتیں قلمبند کیں ، ان میں اس کارروائی کا ایک قابل ذکر اور بدنیتی پر مبنی مقصد بیان کیا گیا ہے ۔ اس نے دوسری عالمی جنگ کے بعد چین کی صورت حال اور اس سے متعلق امریکی کارروائیوں کا یوں ذکر کیا ہے :

حقیقت یہ تھی کہ چیانگ کائی شیک کے لئے جنوبی چین پر دوبارہ قبضہ بھی سخت دشوار لگتا تھا ۔ شمالی چین تک پہنچنے میں اسے کمیونسٹوں سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ، اور کمیونسٹوں اور روسیوں سے کسی سمجھوتے پر پہنچے بغیر منچوریا میں تو وہ داخل ہی نہیں ہو سکتا تھا ۔ شمال مشرقی چین اور جنوبی وسطی چین پر قبضہ ناممکنات میں سے تھا ، کیونکہ ریلوے لائنوں کے درمیان کمیونسٹ بیٹھے ہوئے تھے ۔ ہم پر یہ بات بالکل عیاں تھی کہ اگر جاپانیوں سے فوراً ہتھیار ڈالنے اور ساحلی علاقوں کی طرف بڑھنے کو کہا گیا تو سارا ملک کمیونسٹوں کے ہاتھوں میں چلا جائےگا ۔ لہذا ہم نے یہ قدم اٹھایا کہ جب تک ہم چین کی قومی فوج (یعنی کومنتانگ فوج — مصنف) کو طیاروں کے ذریعے شمالی چین نہیں پہنچا دیتے اور بندرگاہوں کی حفاظت کے لئے بحری دستے نہیں بھیج دیتے ، دشمن سے گیریزن ڈیوٹی لی جائے ۔ چنانچہ جاپانیوں کو ہدایت کر دی گئی کہ وہ اپنے اپنے علاقوں پر قابض رہیں اور امن و امان برقرار رکھیں ۔ اس عرصے میں چیانگ کائی شیک کی چینی فوجیں آتی گئیں ، جاپانی ہتھیار ڈال کر بندرگاہوں پر پہنچتے گئے اور ہم انہیں جاپان واپس بھیجتے رہے ۔ جاپانیوں کو استعمال کر کے کمیونسٹوں کو روکنے کی کارروائی وزارت خارجہ اور وزارت دفاع کا مشترکہ فیصلہ تھا ۔ اور میں نے اس کی منظوری دی تھی ۔ *

---

* Harry S. Truman, *Memoirs by Harry S. Truman*, Vol II, *Years of Trial and Hope*, Garden City, New York, 1956, p.62.

علاوہ ازیں ۵۷ جرنیلوں کی زیرکمان ۴ لاکھ ۹۱ ہزار گٹھ پتلی فوج ، جسے چیانگ نے خود دشمن سے جا ملنے کا حکم دیا تھا ، اور لگ بھگ ۳ لاکھ کٹھ پتلی فوج ، جو جاپانیوں نے قبضے کے دوران قائم کی تھی ، فوری طور پر کومنتانگ دستوں میں تبدیل کر دی گئی ۔ اور یوں چین میں امریکہ کے زیراہتمام ایک ایسی طاقتور اور بخوبی مسلح انقلاب دشمن فوج وجود میں آ گئی ، جس کی کوئی مثال موجود نہ تھی ، اور اسے امریکہ کی کمان میں دے کر ایک انتہائی ظالمانہ اور خون آشام خانہ جنگی کی بنیاد بنا دیا گیا ۔ تاہم ، اس رجعت پسند قوت کے اندر انتشار کے بیج بھی موجود تھے ۔ چینی عوام نے جاپانیوں سے جنگ اس لئے نہیں لڑی تھی کہ وہ امریکہ کے تسلط میں آنا چاہتے تھے ، بلکہ انہوں نے قومی خودمختاری کے لئے جنگ لڑی تھی ۔ انہوں نے جنگ اس لئے نہیں لڑی تھی کہ وہ فتح کے ثمرات غصب کرنے کے خواہاں رجعت پسندوں اور مٹھی بھر استحصالیوں کے ہاتھوں دوبارہ خانہ جنگی کا شکار ہونا چاہتے تھے ، بلکہ انہوں نے اپنے ملک کی تعمیر نو اور بہتر زندگی کی خاطر یہ جنگ لڑی تھی ۔ یہ احساس ، تمام چینیوں کی مانند ، کومنتانگ فوجیوں میں بھی موجود تھا ۔

سیاسی اعتبار سے ، امریکہ اور کومنتانگ کے منصوبے پر عمل درآمد میں وقت اور عیارانہ چالیں درکار تھیں ۔ منصوبے کی کامیابی مقتضی تھی کہ خود چین اور امریکہ سمیت پوری دنیا میں رائے عامہ کو دھوکا دیا جائے اور اسے فسطائیت دشمن جنگ کے مقاصد سے غداری سے ہم آہنگ کر دیا جائے ۔ " ٹرومین دور " میں امریکی

سامراج دنیا میں ہر جگہ بناوٹی "کریم‌النفسی" کے ساتھ جس کا مقصد اپنی طبقاتی چالوں اور بعد از جنگ مقاصد کی نوعیت کو چھپانا تھا ، یہ ظالمانہ قوت مربوط کرنے میں مشغول ہو گیا تاکہ حیات نو کے متلاشی عوام کو ہراساں اور ان کی امنگوں کو کچلنے کی کوشش کی جائے - "امریکی صدی" کے پرچارکوں کے لئے یہ کام فوری نوعیت کا حامل تھا کہ بہت سے ملکوں میں مقامی رجعت پسندوں کو اتنا وقت اور وسائل مہیا کر دیئے جائیں کہ وہ ریاستی انتظامیہ اور مسلح افواج پر پورا کنٹرول قائم کر لیں - ساتھ ہی ساتھ انہوں نے تہیہ کر رکھا تھا کہ جن ملکوں میں تشدد سے کام نہیں چل سکتا ، وہاں جھکاوا دے کر عوام سے ہر وہ سیاسی اور خصوصاً مسلح قوت ہتھیا لی جائے جو انہوں نے فسطائیت دشمن مزاحمت کے دوران تعمیر کی تھی - چین میں ، امریکی حکمرانوں نے اسی بات کے مدنظر کومنتانگ اور چینی کمیونسٹ پارٹی میں "ثالثی" کا ڈھونگ رچائے رکھا -

کمیونسٹ پارٹی امریکہ اور کومنتانگ کی چالوں سے بخوبی واقف تھی - بہرحال اس نے پرامن قومی تعمیر نو اور ترقی کے لئے چینی عوام کی خواہش کا ٹھوس موقف اپناتے ہوئے بات چیت کی ، مگر پارٹی ارکان اور پوری قوم کے سامنے ہمیشہ یہ سوال رکھا کہ انہیں "دو راہوں" میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے - اگر چین بدستور نیم نوآبادیاتی اور نیم جاگیردارانہ ملک رہتا تو ماضی کی ساری قربانیاں رائیگاں جاتیں ، لہذا لازمی تھا کہ چین عوام کی ملکیت خودمختار ملک بنے اور واحد ممکنہ طریقے سے —

یعنی مزدور طبقے کی زیرقیادت جمہوری انقلاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے ۔ ممکن ہو تو یہ فریضہ پرامن طور پر ادا کیا جائے ، لیکن اگر رجعت پسند اس فریضے کی راہ میں مزاحم ہوں تو ان کے ہر تشدد کا منہ توڑ جواب دیا جائے ۔ ماؤ زے تنگ نے انہی دنوں لکھا ، " اگر اس عرصے میں کوئی موقع پرستی رونما ہوئی تو وہ اس صورت میں ہوگی کہ سخت جدوجہد نہ کی جائے اور ثمرات جو عوام کو ملنے چاہئیں ، ازخود چیانگ کائی شیک کو بطور تحفہ پیش کر دیئے جائیں ۔ " پس ، مذاکرات میں حصہ لیتے ہوئے بھی ، پارٹی نے امریکی حمایت یافتہ چیانگ کائی شیک کی متعدد فوجی اور سیاسی اشتعال انگیزیوں کو بےنقاب کیا اور ان کا منہ توڑ جواب دیا ۔

کمیونسٹ پارٹی نے تاریخ سے تلخ سبق سیکھا تھا اور یہ تہیہ کئے ہوئے تھی کہ چینی عوام کو ، سامراج اور رجعت پسندوں کے فریب میں آ کر جو ان کی بنیادی خصلت تھا ، اس قتل و غارت گری اور رجعت کا دوبارہ شکار نہیں ہونے دے گی ، جس سے وہ ۱۹۲۷ء میں دوچار ہو چکے تھے ۔ ماؤ زے تنگ نے ۱۹۴۵ء میں جاپان پر فتح کے وقت لکھا :

۱۹۲۷ء میں ہماری پارٹی عہد طفلی میں تھی اور چیانگ کائی شیک کے انقلاب دشمن اچانک حملوں کے لئے ذھنی طور پر قطعی تیار نہیں تھی ۔ نتیجتاً عوام نے فتح کے جو ثمرات حاصل کئے تھے ، جلد ھی ان سے ھاتھ دھونے پڑے ، عوام کو طویل عرصے تک مصائب اٹھانے پڑے اور ایک درخشاں چین تاریکی

میں ڈوب گیا ۔ اب صورت حال مختلف ہے ۔ ہماری پارٹی تین انقلابات کا گراں قدر تجربہ حاصل کر چکی ہے اور سیاسی پختگی کے خاصے بلند درجے تک پہنچ چکی ہے ۔ *

امریکہ کی پشت پناہی میں چیانگ کی جنگی تیاریوں کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے ماؤ زے تنگ نے آگے چل کر لکھا :

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ دوسرا شخص کوئی چیز ہاتھوں میں لئے ہوئے ہے تو ہمیں کچھ تحقیق کرنی چاہیئے ۔ اس کے ہاتھوں میں کیا ہے ؟ تلواریں ۔ یہ تلواریں کس لئے ہیں ؟ ہلاک کرنے کے لئے ۔ وہ اپنی تلواروں سے کسے ہلاک کرنا چاہتا ہے ؟ عوام کو ۔ یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد مزید تحقیق کریں — چینی عوام کے بھی ہاتھ ہیں اور وہ بھی تلواریں اٹھا سکتے ہیں اور اگر تلوار موجود نہ ہو تو اس کو ڈھال سکتے ہیں ۔ چینی عوام نے طویل تحقیق اور مطالعے کے بعد یہ صداقت دریافت کی ہے ۔ **

عوام کی طرف سے عائد ذمہ‌داری پوری کرنے کے لئے ماؤ زے تنگ نے پارٹی پر زور دیا کہ ۱۹۲۷ء میں اطاعت پسند چھن تو

---

*، ** "جاپان کے خلاف جنگ مزاحمت میں فتح کے بعد صورت حال اور ہماری پالیسی" ، «منتخبات ماؤ زے تنگ» ، جلد چہارم ، اردو ایڈیشن ، غیرملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پٹچنگ ، ۱۹۷۶ء ، صفحات ۲۱ - ۲۲ ۔

شیو نے جو غلطی کی تھی اسے کبھی دوہرانے کی کوشش نہ کی جائے ، کہ عوام کو اس غلطی کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑی تھی ۔

مثال کے طور پر چھن تو شیو یہ نہیں سمجھ سکا کہ تلوار سے عوام کو کوئی ہلاک بھی کر سکتا ہے ۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ سیدھی سادی روزمرہ کی صداقت ہے ، کمیونسٹ پارٹی کا ایک رہنما یہ سمجھنے میں کس طرح ناکام رہ سکتا ہے ؟ لیکن آپ یہ بات کبھی نہیں بتا سکتے ... ہم نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ چھن تو شیو کے طریقے سے مختلف ہے ، اور ظلم اور قتل عام کے شکار عوام کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ تلواریں اٹھا لیں ۔ *

عوامی طاقت کے بل پر جیتے ہوئے اسلحے سے لیس کمیونسٹ پارٹی نے چیانگ کائی شیک سے مذاکرات کئے اور کومنتانگ سے دو سمجھوتوں پر دستخط کروا لئے ۔ ایک سمجھوتہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۵ء اور دوسرا ۱۰ جنوری ۱۹۴۶ء کو ہوا ۔ ان میں کہا گیا تھا کہ چینی حکومت کو جمہوری بنیادوں پر استوار کیا جائے اور کومنتانگ فوجوں اور عوامی فوجوں کو تعاون کی بنیادوں پر (انضمام کی بنیادوں پر نہیں) مربوط کر دیا جائے ۔ چیانگ نے محض وقت گزاری کی غرض سے ہامی بھر لی ۔ اور پھر حسب توقع بدعہدی کر

---

* ایضاً ، صفحہ ۲۲ ۔

گیا ۔ تاہم یہ کمیونسٹ پارٹی کی سیاسی بےبسی پر منتج نہیں ہوا (جیسا کہ مغربی یورپ میں امریکی حمایت یافتہ رجعت پسندوں کی ایسی کوششوں کا ہوا تھا) بلکہ چیانگ حکومت نے طاقت استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ فیصلہ خود اس کی بدترین شکست کا باعث بنا ۔

یہ نتیجہ ، کمیونسٹ پارٹی میں ماؤ زے تنگ کی انقلابی راہ عمل کی فتح کے سبب یقینی بنا ۔ چھونگ چھینگ مذاکرات کے قریب قریب فوراً بعد ایک بالکل متضاد نقطۂ نظر سامنے آیا کہ آئندہ چینی انقلاب میں جدوجہد کی بنیادی شکل " پرامن اور پارلیمانی " ہوگی ، عوامی مسلح قوتوں کو اپنی پارٹی تنظیمیں ختم کرکے " قومی فوج کے دستوں کی شکل اختیار کر لینی چاہیئے " ، اور بہت سے کمیونسٹ " سرکاری عہدے قبول کر لیں " ۔ چینی اصطلاح میں یہ سب کچھ ۲۷ - ۱۹۲۵ء کی چھن تو شیو راہ عمل کا بھونڈا اعادہ تھا ۔ بین‌الاقوامی اصطلاح میں یہ کاٹسکی اور برنسٹین کے " پارلیمانی راستے " کی مثل تھا ، اور دوسری عالمی جنگ کے بعد کے رضاکارانہ تخفیف اسلحہ اور بورژوا حکومتوں میں (چند روزہ) شرکت کے برابر تھا ، جس کے تحت اطالوی اور فرانسیسی کمیونسٹ پارٹیوں نے فتح کے ثمرات رجعت پسندوں کے حوالے کر دیئے تھے ۔

بہرحال ، چینی کمیونسٹ پارٹی نے ماؤ زے تنگ کی زیر قیادت اپنی خودمختاری اور اپنی فوج برقرار رکھی ۔ کومنتانگ سے مذاکرات میں اس نے آزاد علاقوں (آٹھ آزاد علاقے خالی کر دیئے گئے) ، فوجوں کے انخلا اور مطلوبہ ترقی کی رفتار کے ضمن میں مراعات دیں ، کیونکہ وہ یہ مراعات دے سکتی تھی ، مگر اس نے جاپان

دشمن جنگ کے دوران باقاعدہ یا گوریلا عوامی فوجوں کے ہاتھ آنے والی ایک بندوق حتیٰ کہ ایک گولی تک سے دستبرداری اختیار نہ کی ۔

چینی عوام کے علاوہ ، سوویت یونین اور تمام ملکوں کے ترقی پسند گروپوں نے بھی کومنتانگ کے خانہ جنگی کے منصوبوں کی سختی سے مخالفت کی ۔ دسمبر ۱۹۴۵ء میں وزرائے خارجہ کی ماسکو کانفرنس میں امریکی اور برطانوی حکومتوں نے بھی سوویت یونین کے ساتھ مشترکہ بیان پر دستخط کئے جس میں چین میں امن اور اتحاد کی حمایت کی گئی تھی ۔ ٹرومین حکومت نے ، جسے روزویلٹ دور کی پیداوار دو نظاموں میں تعاون کے رجحانات سے کنارہ کشی کے لئے ہنوز ایک آڑ درکار تھی ، اس مشترکہ بیان پر دستخط تو کر دیئے ، مگر جیسا کہ بعد میں ثابت ہو گیا ، وہ ایفائے عہد کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا ۔

تاہم ، یہ ملکی اور بین‌الاقوامی مذاکرات اور سمجھوتے چینی انقلاب کے لئے سازگار ثابت ہوئے ۔ امریکہ اور چیانگ ان مذاکرات اور سمجھوتوں کو نقاب کے طور پر استعمال کرنے میں بری طرح ناکام رہے ، بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ چینیوں اور دنیا کے عوام کے سامنے ان کے قول و فعل کا بھانڈا پھوٹتا چلا گیا ۔

جہاں تک معیشت کا تعلق ہے ، کومنتانگ حکام جو جاپان دشمن جنگ کے دوران دورافتادہ اندرونی علاقوں میں جا بیٹھے تھے ، بھوکے گدوں کی طرح سابق جاپانی مقبوضہ علاقوں پر جھپٹ پڑے اور حکومت میں اپنی پوزیشن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فیکٹریوں ، گوداموں ،

بحری جہازوں اور دیگر املاک پر قبضہ شروع کر دیا جو جاپانیوں نے قومی بورژوا طبقے سے چھینے تھے ۔ ان کومنتانگ اہلکاروں نے اصل مالکوں کے دعوؤں کو نظر انداز کر دیا ۔ چین کی جدید معیشت کا بڑا حصہ ہتھیانے کی غرض سے نوکرشاہی ۔ سرمایہ‌داری کے عفریت نے پورے پورے پنجے پھیلا لئے ۔ چیانگ کائی شیک ، وزیر خزانہ ایچ ۔ ایچ ۔ کھونگ ، وزیرخارجہ ٹی ۔ وی ۔ سونگ ، اور کومنتانگ پارٹی کے کرتا دھرتا چھن برادران پر مشتمل " چار بڑے خاندانوں " کی نجی دولت لگ بھگ ۲۰ ارب امریکی ڈالر تک جا پہنچی ۔ *

اس دوران ، ۱۹۴۶ء میں امریکہ نے کومنتانگ کی مدد کا پہلا عوضانہ چین اور امریکہ کے درمیان تجارتی سمجھوتے کی شکل میں وصول کیا ۔ امریکی سرمایہ کاری اور مصنوعات کو چینی منڈیوں تک بلا روک ٹوک رسائی حاصل ہو گئی ۔ چین کے شہروں میں ہر نوع کی ارزاں امریکی مصنوعات کا ایک سیلاب امڈ آیا ، جن میں بہت سی مصنوعات بطور " امداد " بلامحصول آ رہی تھیں ۔ چنانچہ ملکی

---

* وہی ہیری ٹرومین جس نے چیانگ کی مدد کے لئے بھرپور کوششیں کی تھیں ، ۱۹۷۳ء میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا :

" چیانگ کائی شیک اور مادام (چیانگ) اور ان کے خاندان ، سونگ اور کھونگ خاندان سب چور تھے ۔ چیانگ کو ہم نے جو ساڑھے تین ارب ڈالر دیئے تھے ، ان میں سے ۷۵ کروڑ ڈالر ان لوگوں نے چوری کر لئے ۔ نہ صرف چوری کئے بلکہ ساؤ پاؤلو (برازیل) میں اور یہاں نیویارک میں سرمایہ کاری کی ۔ " — *Plain Speaking, an Oral Biography of Harry Truman*, by Merle Miller.

پیداوار ان درآمدات کا مقابلہ نہ کر سکی اور بےروزگاری بڑھنے لگی ۔ امریکی کمپنیوں کے ایجنٹ امریکی آرمی کے طیاروں اور امریکی کنٹرول میں چلنے والی "چینی" سول ائر لائنز کے طیاروں میں ادھر ادھر اڑے پھرنے لگے اور مستقبل میں معدنیات اور دیگر قدرتی وسائل کی کھدائی کا تعین کرنے لگے ۔

عام معاشی سرگرمیاں مفلوج ہونے اور چیانگ کائی شیک کا فوجی بجٹ بڑھنے کا نتیجہ بےلگام افراط زر کی شکل میں برآمد ہوا ۔ نوکرشاہی ۔ سرمایہ دار سٹہ باز ، غیرملکی مصنوعات کے آڑھتی اور بدعنوان افسر بھاری منافع کمانے لگے ۔ لیکن مزدور بھوکے مرنے لگے اور معمولی صنعتکار ، تاجر اور تنخواہ دار طبقہ تباہ حال ہو کر رہ گئے ۔ نتیجتاً شہروں میں مزدوروں کی زبردست ہڑتالوں اور مظاہروں کا سلسلہ چل نکلا ، اور ادنیٰ اور متوسط بورژوا طبقوں میں سامراج اور حکومت کی مخالفت تیزی سے بڑھی ۔ ملک بھر کے عوام میں امریکی مداخلت اور خانہ جنگی ختم کرنے کا مطالبہ ایک معمول بن گیا ۔ لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ امریکہ پھر جاپانی جنگ بازوں کو شہ دے رہا ہے اور جاپانی اجارہ داروں کی معاشی طاقت بحال کر رہا ہے تو ان احساسات کو مزید ہوا ملی اور امریکی فوجیوں کے ہاتھوں قتل اور آبروریزی کی وارداتوں نے جلتی پر تیل کا کام کیا ۔

کومنتانگ اور اس کے امریکی آقاؤں نے ہر احتجاج کا جواب دہشت گردی سے دیا ، کہ انہیں یہی ایک طریقہ آتا تھا ۔ شنگھائی کی ایک کاٹن مل میں ہڑتالیوں کو ، جن میں زیادہ تر عورتیں تھیں ، کچلنے کے لئے چیانگ کے فوجی امریکی ٹینکوں میں

سوار ہو کر مل کے احاطے میں گھس گئے ۔ امریکی بحریہ کی خفیہ سروس کے فراہم کردہ بےآواز پستولوں سے لیس کومنتانگ سیکرٹ سروس کے قاتلوں نے " اعتدال پسند " ڈیموکریٹک لیگ سے وابستہ پروفیسر ون ای تو اور لی کونگ پھو ایسے ثقافتی رہنماؤں ، اور بہت سے شہروں میں کالجوں کے اندر گھس کر طلبا کو گولیوں کا نشانہ بنایا (ایک رسوائے زمانہ واقعہ یہ تھا کہ ہوسٹل میں سوئے ہوئے طلبا پر گولی چلائی گئی) ۔ مزیدبرآں ، گرفتاریوں ، پھانسیوں ، جاسوسی ، اشتعال انگیزیوں ، رجعت پسند سنسرشپ ، کتب خانوں پر چھاپوں اور ایسی ہی دیگر کارروائیوں نے ۱۹۳۰ء کے عشرے کی دوسری انقلابی خانہ جنگی کی یاد تازہ کر دی ، فرق صرف اتنا تھا کہ اب ان کارروائیوں میں زیادہ شدت تھی ۔

بہرحال ، یہ ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۷ء یا ۱۹۳۰ء کی دھائی کا زمانہ نہیں تھا ۔ نئی تاریخی صورت حال میں روزافزوں مخالفت کو وقتی طور پر کچلنا بھی ممکن نہیں رہا تھا ، کیونکہ یہ قومی آزادی کے ایک پرعزم ، وسیع عوامی محاذ کا جزو تھی ۔ روزافزوں ساکھ کی حامل پختہ کار کمیونسٹ پارٹی اور اس کی جنگ آزمودہ مسلح افواج اس نئے عوامی اتحاد کا مرکز تھیں ۔ عوامی محاذ بلند سیاسی سطح اور پہلے سے کہیں زیادہ وسعت رکھتا تھا اور اس بات کا شاہد تھا کہ قیادت اور مقاصد کا مجاہدانہ جذبہ وسیع تر اتحاد سے متصادم نہیں تھا ، حالانکہ قبل ازیں کچھ لوگ اس خدشے کا اظہار کر چکے تھے ۔ یہ اتحاد بہت جلد داخلی امن اور اصلاح کے لئے جدوجہد کی بجائے انقلاب کے ذریعے کومنتانگ

فسطائیت کے خاتمے ، " زمین ہل چلانے والوں کی ملکیت ہے " ، نوکرشاہی ۔ سرمایہ کی ضبطی اور سامراج کے جوئے سے مکمل قومی آزادی کا مطالبہ کرنے لگا ۔ خانہ جنگی کی حقیقت نے جب جھوٹی امریکی ثالثی کی پردہ دری کر دی تو عوامی محاذ کی جدوجہد کی نوعیت میں تبدیلی کا عمل تیز ہو گیا ۔ ثالث اعلیٰ جنرل مارشل کی سرگرمیاں کچھ ایسی تھیں کہ چین سے نکلنے والا ایک امریکی جریدہ اپنے اداریے میں یہ کہنے پر مجبور ہو گیا :

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ، ہم ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ جنرل مارشل امریکی ثالث بن کر آیا ہے یا امریکی ۔ قوم پرست (یعنی کومنتانگ — ایڈیٹر) مشترکہ فوجوں کا کمانڈر بن کر ۔ *

امریکہ کے فوجی مشن اب خانہ جنگی میں کھلے عام سرگرمی سے حصہ لے رہے تھے ۔

۱۹۴۶ء کے وسط سے جولائی ۱۹۴۷ء تک خانہ جنگی کے پہلے مرحلے میں عوامی فوج آزادی نے اپنے پرانے ہیڈکوارٹر ینان سمیت کئی شہر خالی کر دیئے ۔ اس کی چال یہ تھی کہ مورچوں میں جمے رہنے کی بجائے دیہی علاقوں میں مضبوطی سے پاؤں جمائے ، اور کومنتانگ فوجوں کو تھکا کر تہس نہس کر دے ۔ یہ فوج

---

* *China Weekly Review*, Shanghai, June 22, 1946.

جہاں بھی گئی وہاں زرعی اصلاحات کیں اور انہیں تحفظ دیا ۔ اب یہ اصلاحات جاپان دشمن قومی متحدہ محاذ کے زمانے کی پالیسی یعنی لگان اور محاصل میں تخفیف تک محدود نہیں رہی تھیں ۔ اب زمینداروں کی زمینیں بلامعاوضہ لیکر کسانوں میں تقسیم کر دی جاتی تھیں اور تمام دیہی قرضے براہ راست کالعدم قرار دے دیئے جاتے تھے ، یعنی جاگیرداری کی بیخ کنی کی جا رہی تھی ۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کسان دھڑادھڑ انقلابی فوج کی صفوں میں شامل ہونے لگے یا انہوں نے مقامی دفاع کے لئے ملیشیا دستے قائم کر لئے ۔ مزیدبرآں ، سارے کومنتانگ علاقوں میں کسانوں نے علم بغاوت بلند کر دیا ۔ امریکہ کی ایک فوجی رپورٹ میں جس کا خلاصہ بعدازاں چین سے متعلق امریکی وزارت خارجہ کے " وائٹ پیپر " میں شامل کیا گیا ، بڑے تاسف آمیز لہجے میں کہا گیا کہ سیاسی اور فوجی ہر دو اعتبار سے کومنتانگ فوجیں " اپنے آپ کو ایسی صورت حال میں پاتی ہیں جو چین سے جنگ کے دوران جاپانی فوجوں کی صورت حال سے مختلف نہیں " ، جبکہ عوامی فوج " اپنے دستوں کو محفوظ اور چاق و چوبند رکھنے اور پھر اپنی پسند کے مقام پر جمع کرنے اور استعمال کرنے میں کامیاب رہی ہے " ۔ *

ان حالات میں کومنتانگ مہماتی فوجیں کثیر امریکی اسلحے سے لیس ہونے کے باوجود تیزی سے سیاسی ابتری کا شکار ہوتی چلی

---

* *United States Relations with China*, U.S. State Department, 1949, p.314.

گئیں - امریکی حکام کی رپورٹوں میں یہ کہا جا رہا تھا کہ "قوم پرستوں کی ہمت جواب دیتی جا رہی ہے ، افسروں کی امارت اور سپاہیوں کی کم تنخواہوں کے باعث عدم مساوات پر ان کا غم و غصہ بڑھتا جا رہا ہے اور وہ گھروں سے دور رہ کر غیردوستانہ رویے کی حامل آبادی میں لڑنے پر آمادہ نہیں ، جبکہ کمیونسٹ اپنے وطن کی خاطر لڑ رہے ہیں - " * زرعی اصلاحات نے کومنتانگ فوجیوں کو بھی متاثر کیا - ان کومنتانگ فوجیوں کو ، جن کے گھر عوامی فوج کے علاقوں میں تھے ، دوسرے کسانوں کی مانند زمینیں الاٹ کی گئیں - وہ کمیونسٹ پارٹی اور فوج کو "دشمن" سمجھنے پر تیار نہ تھے ، جنہوں نے انہیں اور ان کے کنبوں کو زمینیں دی تھیں -

یہ کوئی حیران کن بات نہ تھی کہ کومنتانگ حکومت کے لئے اسلحے اور دیگر فوجی سازوسامان کی صورت میں ۶ ارب ڈالر کی امریکی امداد اور امریکہ کے فوجی مشنوں کے زیراہتمام تربیت اور مشاورت بھی اسے انجام سے نہ بچا سکی - اور جیسا کہ ماؤ زے تنگ نے پیش گوئی کی تھی ، ایٹم بم پر امریکہ کی اجارہداری بھی صورت حال کو بدلنے میں ممد ثابت نہ ہو سکی - چینی عوام ایٹم بم سے ہراساں نہ تھے - وہ جانتے تھے کہ انقلابی جدوجہد میں مصروف مسلح عوام کو اس قسم کے ہتھیار سے مطیع نہیں کیا جا سکتا تھا - اور انہوں نے ایسی ہی جدوجہد کو بڑے پیمانے پر

---

* ایضاً ، صفحہ ۳۱۶ -

فروغ دیا تھا ۔ نہ ھی وہ اس سامراجی ڈھنڈورے سے خوفزدہ تھے کہ اگر چینی انقلاب کو پایۂ تکمیل تک لے جانے کی کوشش جاری رھی تو "تیسری عالمی جنگ چھڑ جائے گی" ۔

مزیدبرآں ، بین‌الاقوامی کمیونسٹ تحریک کی اعلیٰ ترین اور انتہائی پروقار سطح پر ، ماؤ زے تنگ کی زیرقیادت چینی کمیونسٹ پارٹی کو ایسے امکانات اور نتائج کے حامل خیالات کا سامنا کرنا پڑا جو اس کے اپنے خیالات سے مختلف تھے ۔ ماؤ نے کوئی ایک عشرے کے بعد لکھا کہ "جنگ آزادی کے دوران ، پہلے اسٹالین نے ھمیں تاکید کی کہ انقلاب کو حد سے آگے لے جانے کی کوشش نہ کریں ، ان کا موقف تھا کہ اگر خانہ جنگی پھیل گئی تو چینی عوام تباھی کے خطرے سے دوچار ھو جائیں‌گے ۔" * یہ چینی کمیونسٹ پارٹی کے لئے ایک کڑی آزمائش تھی کہ وہ صورت حال کے بارے میں خودمختارانہ طور پر کوئی مارکسی فیصلہ کر سکتی ھے یا نہیں اور اسے اپنے ملک کے ٹھوس حالات کی کسوٹی پر پرکھ سکتی ھے یا نہیں ۔ اس نے فیصلہ کیا اور کامیاب رھی ۔ نتیجہ نئے چین کے قیام کی صورت میں نکلا ۔ اس معروضی طور پر صحیح فیصلے اور عمل کی زبردست اھمیت کا اندازہ نئے چین کے بغیر دنیا یا برسوں تک تکلیف‌دہ انتشار کے شکار چین کی حامل دنیا کے تصور سے لگایا جا

---

* "دس بڑے تعلقات کے بارے میں" (باب "چین اور دوسرے ملکوں کے درمیان تعلقات") ، یہ مضمون ۱۹۵۶ء میں لکھا گیا مگر سرکاری طور پر ۱۹۷۷ء میں شائع ھوا («منتخبات ماؤ زے تنگ» ، جلد پنجم ، انگریزی ایڈیشن ، غیرملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پٹچنگ ، صفحہ ۳۰۴) ۔

سکتا ہے ۔ چینی کمیونسٹ پارٹی کے ایک اور بیان کے مطابق ، "چینی انقلاب کی کامیابی کے بعد انہوں نے (اسٹالین نے) اپنی غلطی تسلیم کر لی ۔ " * یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ یہ دونوں تبصرے عمومی طور پر اسٹالین کے استرداد میں نہیں تھے ، جیسا کہ خروشچیف کے حامیوں نے کیا ، بلکہ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ایک عظیم مارکسی ۔ لیننی تھے ، جن کی کامیابیاں ، بحیثیت مجموعی ، خامیوں پر حاوی تھیں ۔ سخن گسترانہ امر یہ ہے کہ کسی ملک کے انقلابی عمل کا تعین کرنا اس ملک کے انقلابی ہراول دستے کا فرض اور ذمہ داری ہوتا ہے ، اور یہ بھی کہ وہ دوسروں کی ٹھوس آراء سنے اور نامناسب آراء کو مسترد کر دے ۔

تو پھر چینی کمیونسٹ پارٹی نے دوسری عالمی جنگ کے بعد کی پوری صورت حال کا تجزیہ کس طرح کیا ؟ ماؤ زے تنگ اور دیگر چینی رہنما جانتے تھے کہ سوشلسٹ اور سامراجی طاقتوں میں سمجھوتے ضرور ہوں گے ۔ طاقتوں کے حقیقی توازن اور روزافزوں عوامی جدوجہد کے دباؤ کی وجہ سے ایسے سمجھوتے ممکن تھے اور ضروری بھی ۔ لیکن ماؤ نے ۱۹۴۶ء میں لکھا کہ ، "ایسا سمجھوتہ اس امر کا تقاضا نہیں کرتا کہ سرمایہ دار دنیا کے ممالک کے عوام

---

* "اسٹالین کے مسئلے کے بارے میں ، سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے کھلے خط پر دوسرا تبصرہ" ، ستمبر ۱۹۶۳ء ، دستاویزی مذاکرہ *The Polemic on the General Line of the International Communist Movement*, Beijing, English ed., 1963, p. 129.

اس کی تقلید کرتے ہوئے اندرون ملک سمجھوتے کریں ۔ " *
رجعت پسندوں کے خلاف عوام کی جنگ کو پیش رفت اور وسعت دی
جانی چاہیئے ، اور جوں جوں یہ کام ہوگا ، سامراجیوں کے خواب ،
یعنی تیسری عالمی جنگ کے راستے میں رکاوٹیں پیدا ہوتی جائیں گی ۔
مسئلہ یہ نہیں تھا کہ جنگ پسندوں اور رجعت پسندوں کے ساتھ
" چھیڑ چھاڑ " سے دامن بچایا جائے بلکہ یہ تھا کہ ان کے ہاتھ
پاؤں جکڑ دیئے جائیں — اور عوام کو جو اندرون ملک انقلاب برپا
کرنے پر تیار ہیں ، اس عمل سے نہیں ڈرنا چاہیئے ۔

امر واقعہ یہ ہے کہ کسی ایسی انقلابی تحریک کا مقابلہ
کرنے کے لئے ، جس کی جڑیں عوام میں ہوں ، سامراجیوں اور رجعت
پسندوں کے پاس کوئی موثر ہتھیار نہیں ہوتا اور نہ کبھی ہوگا ۔ چیانگ
کائی شیک نے " خصوصی " اور " گوریلا دشمن گوریلا " جنگ
کے ذریعے " انقلابیوں کی فتح کے راز " کو خود انقلابیوں کے خلاف
استعمال کرنے کی کوشش کی ۔ اس سے قبل جاپانی جارحین ایسی
کارروائیاں کر چکے تھے اور امریکی جارحین نے بعدازاں یہی چالیں
ویت نام میں اپنائیں ۔ لیکن یہ کوشش بالکل ناکام رہی ، کیونکہ
انقلابی جنگ صرف اس عوامی حمایت کی حامل انقلابی سیاسی

---

* یہ خیالات ماؤ زے تنگ کے مضمون " موجودہ بین‌الاقوامی صورت حال
کا اندازہ لگانے کے متعلق چند نکات " میں بیان کئے گئے ہیں ۔ یہ دوسری عالمی جنگ
کے بعد پیدا شدہ امکانات کا ایک بنیادی تجزیہ تھا جو انہوں نے اپریل ۱۹۴۶ء میں
کیا ۔ « منتخبات ماؤ زے تنگ » ، جلد چہارم ، اردو ایڈیشن ، غیرملکی زبانوں کا اشاعت
گھر ، پیچنگ ، ۱۹۷۶ء ، صفحہ ۱۳۷ ۔

بنیاد پر پروان چڑھتی ہے ، جس میں عوام عوامی فوج کو ہمیشہ " ہماری اپنی فوج " اور عوام دشمن فوج کو دشمن قرار دیتے ہیں گے۔

چین میں جولائی ۱۹۴۷ء تک عوامی انقلابی قوتیں فوجی اور اقتصادی اعتبار سے " دیہاتوں سے شہروں کو گھیرے میں " لے چکی تھیں ۔ وہ سیاسی اعتبار سے ، شہروں اور دیہاتوں میں عوام کے توسط سے کومنتانگ کو گھیرے میں لے کر الگ تھلگ کرنے میں بھی کامیاب ہو چکی تھیں ۔ اسی مہینے میں عوامی فوج آزادی نے جنوب کی سمت دریائے زرد کو پار کر لیا ۔ اور اس کے بعد جنگ کا دوسرا اور آخری مرحلہ شروع ہو گیا ۔ یہ شہری مراکز کو آزاد کرانے کے لئے اسٹریٹجک حملے کا مرحلہ تھا ۔ دسمبر ۱۹۴۷ء میں ایک پارٹی کانفرنس کے دوران چیرمین ماؤ زے تنگ نے نشاندھی کی کہ یہ مرحلہ خانہ جنگی ھی میں ایک موڑ کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ " چین میں سامراجی حکمرانی کے لئے ، جسے اب ایک سو سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے ، آغاز سے انجام تک کے راستے میں ایک موڑ " بھی تھا ۔ * اور یہ بات حقیقتاً ثابت ہو گئی ۔

ستمبر سے نومبر ۱۹۴۸ء تک کے عرصے میں پورا شمالی چین آزاد کرا لیا گیا اور وہاں ۴ لاکھ ۷۲ ہزار کومنتانگ فوج کو تباہ کر دیا گیا یا قیدی بنا لیا گیا ۔ امریکی فوجی مشیروں نے مایوسی کی سی حالت میں رپورٹ دی کہ چنچو میں " شہر کا دفاع کرنے والی

---

* " موجودہ صورت حال اور ہمارے فرائض " ، « منتخبات ماؤ زے تنگ » ، جلد چہارم ، اردو ایڈیشن ، غیرملکی زبانوں کا اشاعت گھر ، پیچنگ ، ۱۹۷۶ء ، صفحہ ۲۵۳ ۔

۹۳ ویں آرمی کے یونٹ بھاگ کر کمیونسٹوں سے جا ملے ۔ " *
دیگر مقامات پر " امریکی تربیت یافتہ اور امریکی ہتھیاروں سے لیس
یونٹوں کو منتشر کر دیا گیا " ، اور مکڈن کے علاقے سے " چند
ہزار (کومنتانگ فوجیوں کو) ... بحری جہازوں کے ذریعے
نکالا گیا ، جبکہ بیشتر سرکاری فوجوں نے لڑے بغیر ہتھیار ڈال
دیئے ۔ " ** قابل ذکر بات یہ ہے کہ رجعت پسند فوجوں کی
متوقع شکست کے مدنظر امریکہ نے شمال مشرق کے اسٹریٹجک علاقے
میں عوامی قوتوں کی فتح میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے اقوام متحدہ کو
استعمال کرنے کی چال سوچ رکھی تھی ۔ جنرل اے ۔ سی ۔ ویڈمیئر ،
جسے ٹرومین نے صورت حال کا جائزہ لینے بھیجا تھا ، ستمبر ۱۹۴۷ء میں
سرکاری طور پر سفارش کر چکا تھا کہ " منچوریا میں گارجین شپ
یا ٹرسٹی شپ قائم کرنے کی خاطر اقوام متحدہ کو ابتدائی اقدام کے
طور پر جنگ بندی کی فوری کارروائی کرنی چاہیئے ۔ " *** اس
نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ پورے چین میں امریکی مداخلت کے
لئے اقوام متحدہ کی رضامندی حاصل کی جائے ۔ امریکہ اس بین الاقوامی
تنظیم کو ، جس پر امن اور نیک نامی کی چھاپ لگی ہوئی تھی ،
انقلابی قوتوں پر براہ راست فوجی حملوں یا انہیں پھسلا کر تباہ

---

* *United States Relations with China*, U.S. State Department, 1949,p. 320.

** ایضاً ، صفحہ ۳۲۱ ۔

*** " صدر ٹرومین کے نام امریکی فوج کے لفٹننٹ جنرل البرٹ سی ۔ ویڈمیئر کی رپورٹ " ، جو ۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو پیش کی گئی ۔ ایضاً ، صفحہ ۷۶۷ ۔

کرنے کے لئے رجعت پسندی اور جدید نوآبادیت کے آلۂ کار کی حیثیت سے استعمال کرنے کی جن کوششوں میں لگا ہوا تھا ، یہ اس کی ایک اولین قابل ذکر مثال تھی - اور کوریا دوسری مثال بنا - ۱۹۴۷ء کا واقعہ یہاں اس غرض سے بیان کیا گیا ہے کہ تب اور بعد کے برسوں میں ، چینی عوام زمانۂ سرد جنگ کی اقوام متحدہ کے بارے میں کس قدر چوکس تھے - چین کی انقلابی قوتوں نے ان چالوں پر کوئی توجہ نہ دی اور اس علاقے میں لڑتے اور فتوحات حاصل کرتے رہے جسے ویڈمیئر نے " بین الاقوامی ٹرسٹی شپ " میں لانے کی تجویز پیش کی تھی - *

شمال مشرقی چین میں فتوحات سے طاقت کا توازن عوامی فوج آزادی کے حق میں ہو گیا - اور وہ نہ صرف صلاحیت حرب اور سیاسی حمایت ، بلکہ تعداد میں بھی کومنتانگ فوج سے آگے نکل گئی -

صوبہ شان تونگ میں ہوائی - ہائی مہم میں ، جو اس کے فوراً بعد شروع ہوئی (نومبر ۱۹۴۸ء سے جنوری ۱۹۴۹ء تک) کومنتانگ کے ۵ لاکھ ۵۵ ہزار فوجیوں کا صفایا کیا گیا - کومنتانگ

---

* کم و بیش ۲۵ سال بعد نئے چین نے اقوام متحدہ میں اپنی جائز نشست سنبھالی - اور ایسا تبھی ہوا کہ یہ تنظیم بذات خود تغیرات سے گزر چکی تھی — تغیرات جو چینی انقلاب ، کوریا اور ہند چینی کی سامراج دشمن جنگوں اور بیسیوں سابق نوآبادیات اور نیم نوآبادیات میں خودمختاری کی جدوجہد کی کامرانیوں کا نتیجہ تھے - چین نے اس ادارے میں شمولیت کے لئے اپنے کسی قومی یا انقلابی اصول کو قربان نہیں کیا ، اور جہدکناں عوام ، تیسری دنیا کے ممالک اور ان تمام ریاستوں اور قوتوں کی صفوں میں شامل رہا ، جو اعلیٰ طاقتوں کی بالادستی ، جارحیت اور تفرقہ اندازی کی مخالف تھیں -

سے وابستہ امریکی فوجی امداد کے گروپ کا سربراہ جنرل بار ایک مرتبہ پھر اپنے اعلیٰ افسروں کو یہ رپورٹ بھیجنے پر مجبور ہو گیا کہ "قوم پرست فوج کے دو ڈویژن تو کھلے بندوں کمیونسٹوں سے جا ملے ہیں اور تین ڈویژنوں کے بارے میں شبہ کیا جا رہا ہے ۔" * ہوائی ۔ ہائی مہم کا نتیجہ یہ نکلا کہ کومنتانگ کے بیشتر "کریک" دستوں کو تباہ کر دیا گیا اور کثیر تعداد میں ٹینک ، توپیں اور دیگر جدید ہتھیار بھی فوج آزادی کے ہاتھ لگے ۔

اس موقع پر ، جبکہ چینی عوام لڑائی میں بےمثال شجاعت اور بےپناہ صلاحیت حرب کا مظاہرہ کر رہے تھے ، چیانگ کائی شیک کی بےحیا حکومت نے ، اقوام متحدہ میں اپنے نمائندے ٹی ۔ ایف ۔ چیانگ کے ذریعے ، امریکی وزیر خارجہ مارشل کو پیشکش کی کہ امریکہ بدصفت "قوم پرست" فوج کو کلیتاً اپنے کنٹرول میں لے لے ۔ پیشکش میں استفسار کیا گیا تھا کہ "کیا امریکہ مشیروں کے بہانے چین کے فوجی یونٹوں کی حقیقی کمان امریکی افسروں کے ہاتھوں میں دینے پر آمادہ ہے ؟" چیانگ نے یہ بھی کہا کہ کومنتانگ کی اسٹریٹجک پلاننگ کے لئے کسی امریکی جنرل کو بھیجا جائے ۔ مارشل نے ، جس پر یہ حقیقت عیاں ہو چکی تھی کہ فوجی کھیل ختم ہونے کو تھا ، بڑے تلخ لہجے میں جواب دیا کہ "ہاری ہوئی بازی کے لئے کسی افسر کو بھیجنا امریکہ

---

* *United States Relations with China*, p.322.

کے حق میں سخت مضر ثابت ہوگا ۔ " *

جنوری ۱۹۴۹ء میں شمالی چین کی بڑی بندرگاہ تھیئن چن کو لڑائی کے بعد آزاد کرا لیا گیا ، اور پٹچنگ نے پورے گیریزن کے ساتھ ہتھیار ڈال دیئے ۔ دونوں شہروں میں عوامی فوج آزادی کے فاتحانہ داخلے پر غیرملکی مبصروں نے لکھا کہ یہ فوج جدید ترین امریکی ہتھیاروں سے لیس تھی ، جو دراصل کومنتانگ کو دیئے گئے تھے ۔ صرف جنوری ۱۹۴۹ء میں کومنتانگ کو مزید پانچ لاکھ فوج سے ہاتھ دھونے پڑے جبکہ عوامی فوج آزادی میں تیز رفتاری سے اضافہ ہوا ۔ فوجی صورت حال پر امریکہ کی ایک سرکاری رپورٹ میں یوں نوحہ خوانی کی گئی :

اسی عرصے میں کمیونسٹوں نے لگ بھگ ۲ لاکھ سابق سرکاری فوجوں کو اپنی صفوں میں شامل کیا ، جنہیں لڑائی میں استعمال کیا جا سکتا تھا ۔ مزیدبرآں کم و بیش ۴ لاکھ گرفتار شدہ قوم پرست فوجی سروس یونٹوں میں شامل کئے گئے ۔ ** *

۱۹۴۹ء کے موسم بہار میں عوامی فوج دریائے یانگسی کے شمالی کنارے پر پر تولے کھڑی تھی ۔ سامراجیوں اور ان کے کومنتانگی

---

* ایضاً ، صفحہ ۸۸۷ ۔ یہ الفاظ مارشل کے میمورنڈم مورخہ ۶ نومبر ۱۹۴۸ء سے لئے گئے ہیں ۔

** ایضاً ، صفحہ ۳۲۳ ۔

پٹھوؤں کی چالیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا گویا گزشتہ سو سال کی تاریخ چین کے واقعات ایک بار پھر دوہرائے جا رہے ہوں ۔ مگر یہ ساری چالیں مخالف دھارے کی حیثیت رکھتی تھیں ۔

اعلیٰ امریکی حکام انقلاب کے توڑ کی آخری کوششوں میں ڈالروں کی چمک دمک سے کام لے رہے تھے ۔ مثال کے طور پر مارشل پلان ایڈمنسٹریشن کے سربراہ پال ہوفمین نے شنگھائی میں پیشکش کی کہ امریکہ "چین کے تمام حصوں کی مدد" کے لئے تیار ہے ۔ * مگر شرط یہ رکھی کہ کمیونسٹ پارٹی عوامی فوجوں کی پیش قدمی کو روک دے اور یہ وعدہ کرے کہ چیانگ کائی شیک اور دوسرے امریکی پٹھوؤں کی "تطہیر" نہیں کرے گی ۔

کومنتانگ جنگی سرداروں اور سیاستدانوں نے ، جو محافظین جاگیرداری اور چین میں سامراج کی پولیس کے روپ میں چھینگ خاندان اور غدار یوان شی کھائی کے آخری جانشین تھے ، "جمہوریت" اور "داخلی امن" کے لئے واویلا شروع کر دیا ۔ انہوں نے پھر مذاکرات کی پیش کش کی اور وعدہ کیا کہ زمیندار معاوضے سے مشروط کسی حد تک "زرعی اصلاحات" کریں گے ۔ لطف یہ کہ یہ زرعی اصلاحات "چین ۔ امریکہ زرعی کمیشن" کے زیراہتمام ہونے جا رہی تھیں ۔

اپریل میں عوامی فوج آزادی سامراج اور چیانگ کے اہم

---

* یہ امریکی مداخلت کا ایک مستند طریقہ بن گیا ۔ ۱۹۶۵ء میں جانسن نے شمالی ویت نام پر بمباری شروع کی تو ساتھ ہی یہ پیش کش بھی کی گئی کہ اگر ویت نامی فوجیں جنگ بند کر دیں تو "تعمیر نو کے لئے امداد" دی جائے گی ۔

ترین گڑھ میں داخل ہونے کے لئے دریائے یانگسی عبور کرنے لگی تو برطانوی جنگی جہاز پھر دریا میں نمودار ہو گئے - یہ جہاز ان بحری بیڑوں کے کریہہ جانشینوں کی مانند لگتے تھے ، جنہوں نے ۱۸۶۰ء کے عشرے میں تھائی پھینگ پر حملہ کیا ، ۱۹۱۱ء میں ان بورژوا سیاستدانوں پر کامیاب دباؤ ڈالا جنہوں نے مانچو حکمرانوں کو اقتدار سے محروم کیا تھا ، ۱۹۲۷ء میں نانکنگ پر بمباری کی اور انقلاب کو تخریب کا نشانہ بنانے والے ایک عنصر کا کردار ادا کیا ، اور ۱۹۳۰ء میں چھانگشا میں چینی سرخ فوج پر گولہ باری کی تھی - بہرحال ، اس بار نتیجہ مختلف رہا - عوامی فوجوں کے توپخانے نے انہیں فوری طور پر اور آسانی سے مار بھگایا - بدترین قسم کے ہٹ دھرم بھی جان چکے تھے کہ " گن بوٹ ڈپلومیسی " کا زمانہ نہیں رہا تھا - چین میں اب ڈراوؤں کا دور لد چکا تھا اور اس قسم کی بحری قوت یا فوجی نمائش سے کام نہیں چل سکتا تھا - نیو یارک ہیرلڈ ٹریبیون نے ایک اداریے میں اس ساری کارروائی اور ساتھ ساتھ امریکی پالیسی کا مرثیہ لکھا جو حقیقت حال آشکار کرنے کو کافی تھا :

اگر چین میں موثر غیرملکی مداخلت ممکن ہوتی تو کمیونسٹ باغیوں (بمطابق اصل) کا اسی طرح خاتمہ ممکن تھا ، جیسے لگ بھگ ۵۰ سال قبل باکسر بغاوت کو اور اس سے پہلے ۱۸۶۵ء میں تھائی پھینگ بغاوت کو کچلا گیا تھا ... آج یہ بات ناممکن ہے ... اب چند یا بہت سی مغربی توپوں

۷ جولائی ۱۹۳۷ء کو جاپانی حملہ‌آوروں نے پئی پھینگ کے قریب لو کو چھیاؤ (مارکو پولو پل) پر یورش کی۔ محب وطن چینی ان کے مقابلے پر اٹھ کھڑے ہوئے اور یوں چین میں آٹھ سالہ جاپان دشمن جنگ کا آغاز ہوا۔

۱۳ اگست ۱۹۳۷ء کو جاپانی فوج نے شنگھائی پر حملہ کیا اور تین ماہ کی لڑائی کے بعد بالآخر شنگھائی پر قابض ہو گئی۔

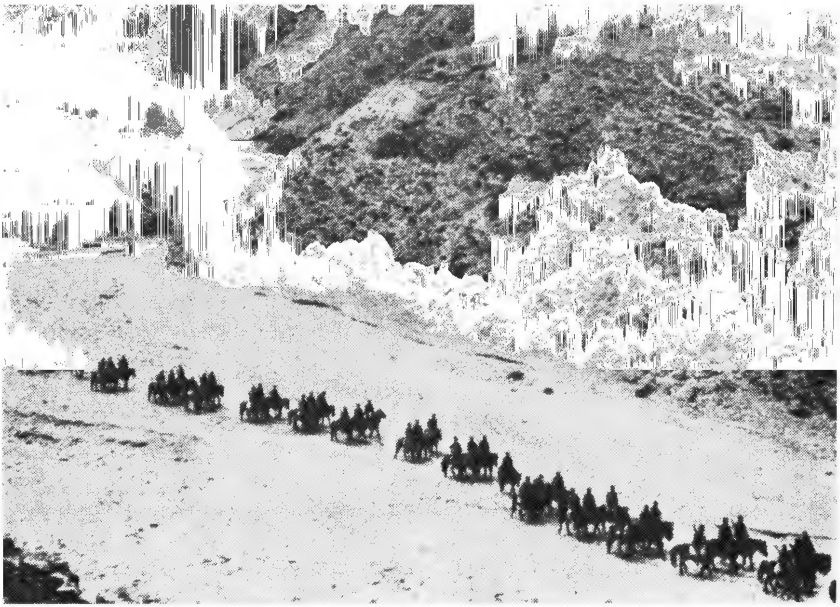

شانشی - چھاھار - ھیے علاقے کی طرف پیش قدمی کرنے والی آٹھویں روٹ فوج کا رسالہ

آٹھویں روٹ فوج دیوار چین کے اھم درہ پھینگ شینگ کوان میں داخل ھو رھی ھے - ۵ ستمبر ۱۹۳۷ء کو اس نے یہاں جاپان کی تین ھزار چیدہ فوج کو نیستونابود کیا اور جنگ مزاحمت کے بعد پہلی زبردست فتح حاصل کی -

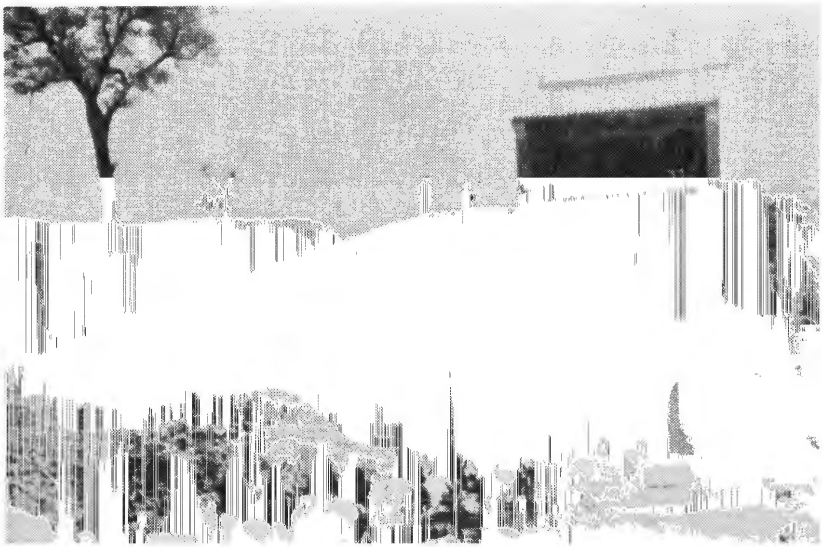

ینان جہاں جاپان دشمن جنگ کے دوران چینی کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی مقیم تھی ۔

عوام کا بوجھ ہلکا کرنے اور معاشی مشکلات پر قابو پانے کے لئے سرحدی علاقوں کے سپاہیوں اور باشندوں نے زبردست پیداواری مہم چلائی جس کے نتیجے میں دونوں کو وافر مقدار میں خوراک اور لباس میسر آئے ۔ (تصویر) آٹھویں روٹ فوج کے سپاہی بنجر زمین کو قابل کاشت بنا رہے ہیں ۔

کمیونسٹ پارٹی کی زیرقیادت آزاد علاقوں میں کثیرالتعداد ملیشیا کو وطن کا دفاع ا
دشمن پر حملے میں باضابطہ فوج کے ساتھ اشتراک و تعاون کرنے میں اہم حیثیت حاصل رہی

ائی کے خاتمے پر عوام جاپانی فوج کے مورچوں اور قلعہ بندیوں کو تباہ کر رہے ہیں ۔

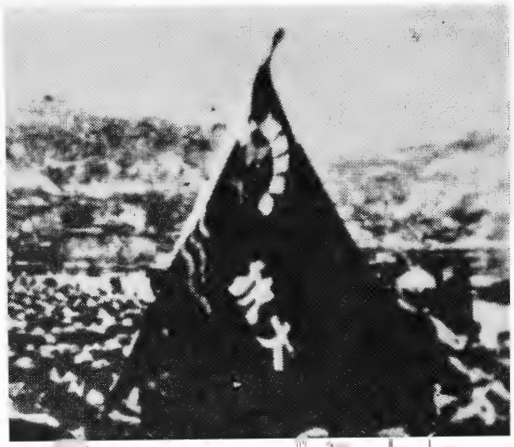

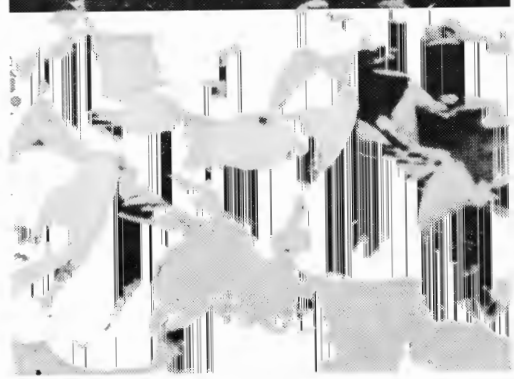

ینان جاپان دشمن فوجی اور سیاسی اکیڈمی نے بڑی تعداد میں کادروں کو تربیت دی ۔

جاپان کے خلاف جنگ مزاحمت حتم ہونے کے بعد امریکی حکومت نے خانہ جنگی کی تیاری میں کومنتانگ حکومت کی حمایت کی تو چینی عوام اس کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے - (تصویر) ۲۰ مئی ۱۹۴۶ء کو پئی پھینگ میں چینی طالبہ کی آبروریزی پر امریکی فوج کے خلاف احتجاجی مظاہرہ

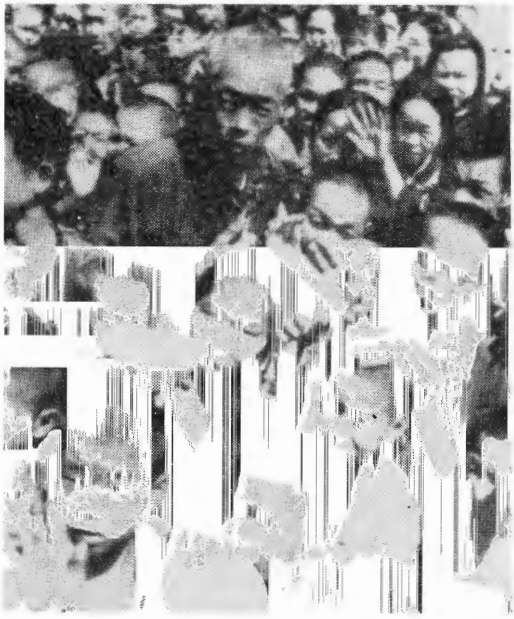

کومنتانگ حکومت خانہ جنگی کی آمرانہ پالیسی پر مصر تھی ، جس کے نتیجے میں کومنتانگ کے زیرتسلط علاقوں میں محنت کش عوام بھوکوں مرتے تھے -

کومنتانگ فسطائی حکومت کے دور میں ترقی پسند لوگوں کو
پکڑ کر موت کے گھاٹ اتارنا روز کا معمول بن چکا تھا ۔

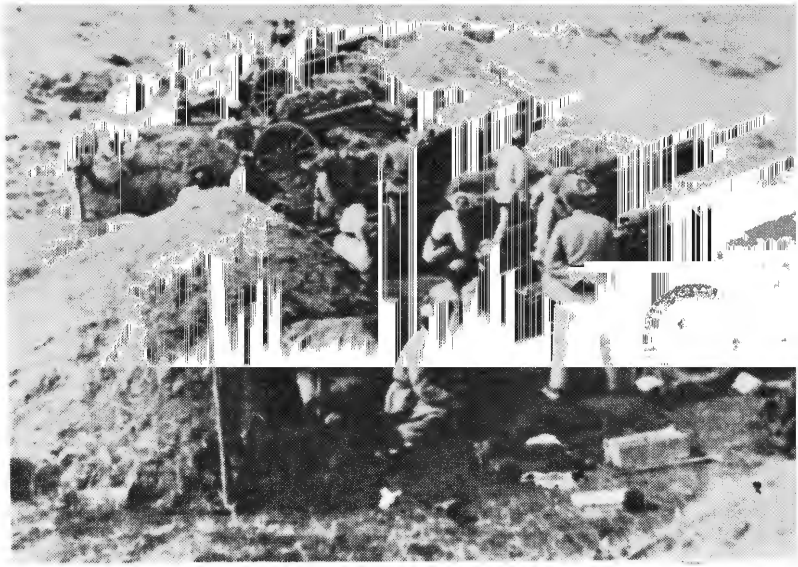

عوامی فوج آزادی کا توپخانہ

۱۹۴۸ء میں عوامی فوج آزادی ہمہ گیر حملے کے مرحلے میں داخل ہوئی اور شمال مشرقی چین کے اہم شہر چنچو کو آزاد کرا لیا ۔

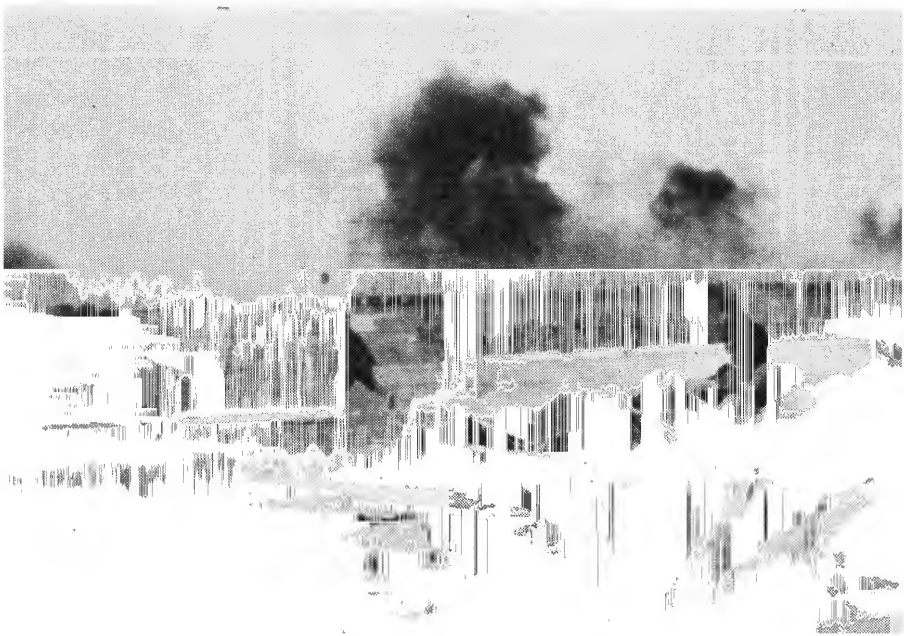

جنوری ۱۹۴۹ء میں پئی پھینگ کو پرامن طور پر آزاد کرا لیا گیا -
(تصویر) عوامی فوج آزادی شہر میں داخل ہو رہی ہے -

۲۳ اپریل ۱۹۴۹ء کو عوامی فوج آزادی نے نانکنگ کو آزاد کرا لیا اور کومنتانگ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا ۔ (تصویر) بوگس صدارتی محل عوامی فوج آزادی کے قبضے میں

یکم اکتوبر ۱۹۴۹ء کو عوامی جمہوریۂ چین قائم ہوا - اسی دن
تھیئن آن من چوک پر قومی دن منانے کے لئے جلسہ عام کا منظر

یکم اکتوبر ۱۹۴۹ء کو چیرمین ماؤ نے ساری دنیا کے
سامنے اعلان کیا : "چینی عوام اٹھ کھڑے ہوئے ہیں !"

۱۹۵۱ء میں تبت کی پرامن آزادی کے بعد چین کی عوامی فوج آزادی لہاسہ میں داخل ہوئی اور یوں سوائے صوبہ تھائی وان کے سارا چین آزاد کرا لیا گیا ۔

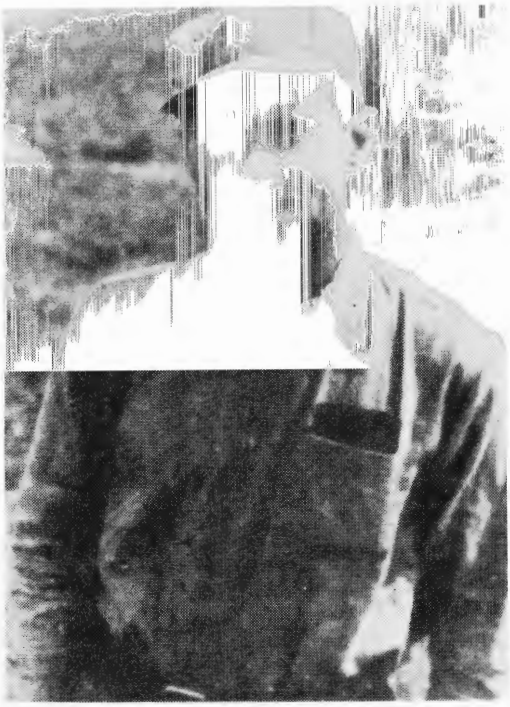

امریکی ادیب اور صحافی ایڈگر سنو نے ۱۹۳۶ء میں چینی سرخ فوج کی وردی پہن کر تصویر کھنچوائی ۔ ان کی کتاب "چین پر سرخ ستارہ" نے عالمگیر اثرات مرتب کئے ۔

امریکہ کی انقلابی ادیبہ ایگنس سمڈلے جاپان دشمن جنگ کے دوران بیشتر وق آٹھویں روٹ فوج اور نئی چوتھی فوج ک ساتھ گزارا ۔

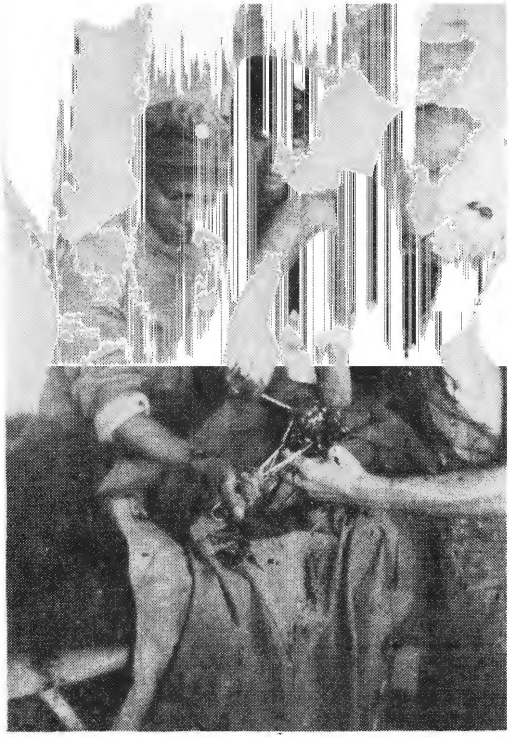

کنیڈا کے بین‌الاقوامیت پسند مجاہد ڈاکٹر نارمن بتھیون ۱۹۳۹ء میں دشمن کے عقبی علاقوں میں لڑنے والے ایک زخمی چینی کا اپریشن کر رہے ہیں -

ہندوستانی دوست ڈاکٹر دوارکاناتھ کٹنس نے دشمن کے عقبی علاقوں میں آٹھویں روٹ فوج کے زخمی سپاہیوں کے لئے طبی خدمات انجام دیتے ہوئے جان دی -

امریکی ادیبہ اینا لوئیس سٹرونگ جو پچاس سال تک چین کے بارے
میں لکھتی رہیں ، ۱۹۴۶ء میں ینان میں چو این لائی کے ساتھ

سے کروڑوں ایشیائیوں کو مغلوب یا کنٹرول نہیں کیا جا سکتا ۔

اسی دوران عوامی انقلاب کی قائد کمیونسٹ پارٹی نے اگلے مرحلے کا منصوبہ تیار کیا ۔ دریائے یانگسی پار کرنے سے ایک ماہ قبل پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں متعدد اہم فیصلے کئے گئے ۔ اس نے ہدایت کی کہ انقلابی کام کا مرکز ، بیس سال تک دیہاتوں میں عوامی قوتوں کے ارتکاز اور توسیع کے بعد ، دیہی علاقوں سے واپس شہروں میں منتقل کیا جائے ۔ اس نے متوقع ملک گیر فتح کی بنیادوں پر عوامی حکومت قائم کرنے کے اصول بھی وضع کئے ۔

۱۹۴۹ء کے باقی ماندہ مہینوں میں چین کے تمام بڑے بڑے شہر آزاد کرا لئے گئے اور امریکی مشنوں کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ چیانگ اور اس کی بچی کھچی چھوٹی سی ، منظم فوج کو امریکی طیاروں اور بحری جہازوں میں بھر کر تھائی وان لے جائیں ۔ اور تھائی وان اس کے لئے پناہ گاہ کا کام دے سکتا تھا ، کیونکہ اسے ایک آبنائے نے برخاص سے جدا کر رکھا تھا جس میں امریکی بحری بیڑا منڈلا رہا تھا ۔ امر واقعہ یہ ہے کہ عوامی جنگ آزادی کے دوران ، جنگی محاذوں پر لڑائیوں سے قطع نظر کومنتانگ کے خلاف سب سے بڑی بغاوت کا سہرا سمندر میں گھرے اس چینی صوبے کے سر ہے ۔ حب الوطنی کے شدید جذبے سے سرشار اس صوبے کے باشندوں نے پچاس سال تک جاپانی تسلط میں رہنے کے بعد ۱۹۴۵ء میں خوشیاں منائیں کہ اب مادر وطن سے الحاق کا پرانا

خواب شرمندۂ تعبیر ہو جائےگا ۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ چیانگ کائی شیک حکومت کے بارے میں خاصی خوش فہمی بھی رکھتے تھے ۔ تاہم ، ۱۹۴۷ء میں کومنتانگ کے جبرواستبداد نے انہیں علم بغاوت بلند کرنے پر مجبور کر دیا ۔ یہ بغاوت چینی عوام کی جدوجہد آزادی ہی کا حصہ تھی ۔ کومنتانگ نے ہزارہا لوگوں کو بےرحمی سے تہ تیغ کرکے بغاوت کچل دی ۔ ملک بھر میں ہر سال ۲۸ فروری کو اس بغاوت کی یاد منائی جاتی ہے ، جو مسلسل جدوجہد کی صورت میں زندہ ہے اور بالآخر کومنتانگ کی پیدا کردہ جدائی کا خاتمہ کر دےگی اور تھائی وان پوری قوم کی پیش قدمی میں شامل ہونے کی خاطر چین کے باقی صوبوں سے آ ملےگا ۔

چین کے شہروں میں فتح فوجی لحاظ سے ہی نہیں ، سیاسی اور معاشی اعتبار سے بھی حاصل کی گئی ۔ جب سامراجی پٹھوؤں کو میدان جنگ سے مار بھگایا گیا تو وہ اس امید پر جینے لگے کہ شہری ٹیکنیشن اور دانشور عوامی فوج آزادی کے ڈر سے بھاگ نکلیں گے ، یا تعاون سے انکار کر دیں گے ۔ ان کا خیال تھا کہ کمیونسٹ پارٹی اتنا عرصہ دیہات میں رہی ہے کہ اس کے لئے ۶۰ لاکھ کی آبادی کے شہر شنگھائی ایسے بڑے شہروں میں پیچیدہ معاشی اور انتظامی مسائل سے نمٹنا ناممکن ہوگا ۔ اور ان شہروں میں غیرملکی تسلط اور کرم خوردہ چینی رجعت پسندوں کی حکمرانی کے باعث جو برائیاں پیدا ہو چکی ہیں ، وہ کمیونسٹ پارٹی کو بدعنوانیوں کا شکار کر دیں گی ۔ یہ ساری باتیں بڑی اصلیت آشکار کر رہی تھیں ۔ امریکی اخبارات جو واویلا مچا چکے تھے کہ چین کو " دھونس سے قابو میں "

نہیں رکھا جا سکتا ۔ اب وہی اخبارات چلا رہے تھے کہ "آزاد دنیا کے تصورات" کو — بدعنوانیاں بچا لیں گی ! *

لیکن ان پیش گوئیوں کی دھجیاں بکھر گئیں ۔ حقائق نے ثابت کر دیا کہ عوامی فوجوں کو مزدوروں اور کسانوں ہی کی نہیں ، دانشوروں ، ٹیکنیشنوں اور محب وطن قومی بورژوا طبقے کی حمایت بھی حاصل تھی ۔ ان تمام گروپوں نے ، بھاگنے کی بجائے ، آزادی سے ہمکنار قوم کی رہنما قوتیں سمجھ کر ان کا خیرمقدم کیا ۔ نئی حکومت نے چند ماہ کے اندر اندر پیداوار بحال کر دی ، بےلگام افراط زر پر قابو پایا ، اور ان مسائل کو حل کیا جن کے سامنے کومنتانگ برسوں تک حکمرانی کے باوجود بےبس رہی تھی ۔

تب امریکی حکومت نے ، جو ہمیشہ "چین سے دوستی" کے دعوے کرتی رہی تھی ، شنگھائی کے بجلی گھر پر بمباری کے لئے تھائی وان میں چیانگ کائی شیک کو طیارے فراہم کئے ۔

---

* ماؤ زے تنگ دوسری عالمی جنگ ختم ہونے سے پہلے ہی ۱۲ جولائی ۱۹۴۵ء کو خبردار کر چکے تھے کہ امریکی حکومت چیانگ کائی شیک کی پشت پناہی کرکے "چینی رجعت پسندی کے گہرے بدبودار گندے جوہڑ میں گر جائےگی" اور یہ کہ ایسی پالیسیاں ، اگر جاری رہیں تو یہ "امریکی حکومت اور عوام پر زبردست بوجھ ڈال دیں گی اور انہیں لامتناہی مصیبت کا شکار بنا دیں گی ۔" ("ہرلی پالیسی کے خطرے کے بارے میں" ، «منتخبات ماؤ زے تنگ» ، جلد سوم ، اردو ایڈیشن ، صفحہ ۴۸۵ ۔) "یہ نکتہ امریکی عوام پر واضح کر دیا جانا چاہیئے ،" ماؤ نے ساری دنیا کے عوام کے مشترکہ مفادات پر حسب معمول زور دیتے ہوئے بات ختم کی ۔ کوریا اور ہند چینی میں مداخلت کے ذریعے ان کا بوجھ دونا کئے بغیر کیا یہ ممکن تھا ؟ ۱۹۷۰ء کے عشرے میں امریکہ اور چین کے درمیان تعلقات کی بحالی تاریخ کا دیا ہوا ایک مفید سبق تھا ۔

چیانگ کے ہواباز بھی جو ان طیاروں کو اڑا رہے تھے ، امریکہ کے تربیت یافتہ تھے ۔ اسے امید تھی کہ یوں چین کے سب سے بڑے شہر میں کارخانے مفلوج ہو کر رہ جائیں گے اور فاقہ زدہ مزدور نئے حکام کے خلاف سڑکوں پر نکل آئیں گے ۔ اس نے چین کی ناکہ بندی بھی کر دی اور تخریب کاری اور جاسوسی کا جال بچھا دیا ۔ لیکن چینی عوام ایسی کسی بھی کارروائی سے دل برداشتہ نہ ہوئے ، بلکہ ان کارروائیوں نے انہیں حالات کا صحیح تجزیہ کرنے میں مدد دی اور وہ اس قیادت کے گرد اور قریبی طور پر متحد ہو گئے جو ان کے حقیقی مفادات کی نمائندگی کرتی تھی ۔

آخر میں ، سامراجیوں نے چین میں تخریب کاری اور انجام کار پورے ملک پر دوبارہ کنٹرول کی خاطر اڈے قائم کرنے کے لئے چین کے دورافتادہ علاقوں کو الگ تھلگ کرنے کی پرانی چال چلی ۔ ان علاقوں میں " مغربی جمہوریت " کے اتحادی بچے کھچے بدنام اور غدار جاگیردار عناصر تھے ۔

اندرونی منگولیا میں امریکہ نے پرنس تہہ کے علیحدگی پسند ٹولے کو اکسایا ، جو جاپانیوں کے تحت اس علاقے کا کٹھ پتلی حکمران رہ چکا تھا ۔ لیکن یہ کوشش بےسود ثابت ہوئی ۔ اندرونی منگولیا کا ایک حصہ بہت پہلے آزاد کرایا جا چکا تھا اور اکثریتی اور اقلیتی قومیتوں کے محنت کش لوگ متحدہ مسلح جدوجہد کا وافر تجربہ رکھتے تھے ۔ لہذا پورے خطے میں علیحدگی پسندوں کا بسرعت صفایا کر دیا گیا ۔ مقامی جاگیرداروں نے جب بازی ہاتھ سے نکلتے دیکھی تو بڑا دلچسپ واویلا مچایا ۔ ایک امریکی نامہ

نگار کے مطابق انہوں نے " پرنس تہہ کی ناکامی کا سارا الزام غیرذمہ‌دار امریکی خفیہ ایجنٹوں کے سر تھوپ دیا " ، جنہوں نے زبردست امداد کے بلند بانگ وعدے کرکے پرنس اور دوسرے لوگوں کو " بغاوت پر اکسایا اور وہ بےنقاب ہو گئے " ۔ * اس رپورٹر کے مطابق ایسے اور بھی واقعات ہوئے کہ چین میں موجود امریکی ایجنٹوں نے اپنے مقامی پٹھوؤں کو " جھوٹے وعدے کرکے " سامنے آنے کی ترغیب دے کر " انہیں مشکلات میں مبتلا کر دیا " — یہ اس قسم کے پٹھوؤں کے لئے ایک تلخ سبق تھا ۔

نینگشیا (آبادی ہوئی مسلمان) اور چھینگ ہائی (آبادی ہوئی ، تبتی اور منگول) صوبوں میں امریکہ نے جابر جنگی سرداروں کے ایک اور گروہ — ما کنبے پر داؤ لگایا ۔ ما کنبے نے " شدید کمیونسٹ دشمنی " کے اظہار میں ۵۰۰ فوجی قیدیوں کے سر قلم کر دیئے تھے اور امریکہ نے ایسی کارروائیوں کو کھلے بندوں سراہا تھا ۔ تاہم ، عوامی مسلح قوتوں نے اس علاقے میں پہنچتے ہی ان امریکی پٹھوؤں کا صفایا کر دیا ۔

سنکیانگ میں ، امریکی قونصلیٹ جنرل نے جو دوسری عالمی جنگ کے دوران ارومچی میں قائم کیا گیا تھا ، ڈاکوؤں کے ایک سرغنے عثمان کی قاتلانہ اور چھاپہ مار سرگرمیوں کو شہ دی ۔ یہ ایک گھناؤنی حرکت تھی اور ۱۹۵۰ء میں اس وقت اپنے انجام کو پہنچی جب نائب قونصل ڈگلس میکرنان سنکیانگ سے تبت

---

* ۱۰ مئی ۱۹۵۰ء کے " نیویارک ہیرلڈ ٹریبیون " میں کرسٹوفر رینڈ کا مراسلہ ۔

فرار ہوتے ہوئے مارا گیا ۔ ڈگلس اس علاقے میں انتہائی سرگرم امریکی ایجنٹ تھا ۔ کچھ ہی عرصے بعد عثمان اور دوسرے امریکی پٹھو پکڑے گئے اور انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ۔ کاشغر میں سابق برطانوی قونصل ، فاکس ہومز بھی اس معاملے میں ملوث تھا ۔ چنانچہ چین نے اسے ملک بدر کر دیا ۔ فاکس چین میں اس عہدے پر فائز آخری آدمی تھا ۔ کاشغر کا قونصل خانہ ۱۸۸۰ء کے عشرے میں سنکیانگ میں ینگ ہسبنڈ کے دنوں کی یادگار تھا ۔ یوں سنکیانگ میں غیرملکی پشت پناہی میں انقلاب کی مزاحمت کا قطعی نتیجہ یہ نکلا کہ عوام کو فتح حاصل ہوئی اور وہاں نئے اور پرانے سامراج کے ٹھکانے برباد کر دیئے گئے ۔

" بام عالم " تبت امریکی فوج کے لئے بےحد جاذبیت رکھتا تھا ، کہ یہاں فضائیہ اور راکٹوں کی مدد سے پورے چین ، سوویت یونین اور بھارت کو مغلوب رکھنے کے زبردست اسٹریٹجک امکانات موجود تھے ۔ * دوسری عالمی جنگ کے دوران اس علاقے میں گھس کر امریکہ نے پہلے جاسوسی کی ، کمیروں کی مالک اشرافیہ کے اس حصے سے سیاسی رابطے قائم کئے جسے سامراج نے بری طرح بدعنوان بنا رکھا تھا ، اور ریڈیو اسٹیشن قائم کئے ۔ کومنتانگ کے زوال کے ساتھ ساتھ اس علاقے میں امریکی ایجنٹوں کی سرگرمیاں شدت پکڑتی گئیں ۔ ۱۹۴۹ء میں لوویل تھامس اور اس کے بیٹے

---

* اس انداز فکر کی تشہیر آنورے ڈی رین کورٹ نے *Roof of the World, Tibet, Key to Asia*, New York, 1950 میں کی ہے ۔

لوویل تھامس جونیئر نے بظاہر ریڈیو رپورٹروں کی حیثیت سے تبت کا سفر کیا ۔ یہ سفر خاصا قابل ذکر ہے ۔ دراصل ، جیسا کہ انہوں نے بعدازاں خود انکشاف کیا ، انہیں ٹوکیو سے مشرق بعید میں امریکی فوجوں کے کمانڈر جنرل میکارتھر ، اس کی خفیہ سروس کے سربراہ جنرل ولبی اور ہندوستان میں امریکی سفیر لوئے ہینڈرسن نے ہدایات دے کر بھیجا تھا ۔ دونوں باپ بیٹوں نے لہاسہ سے واپسی کے بعد وہاں "جدید ہتھیار اور ہتھیاروں کا استعمال سکھانے کے لئے مشیر" بھیجنے کی فوری ضرورت پر زور دیا ۔ واشنگٹن میں صدر ٹرومین سے بعجلت ملاقات کے بعد انہوں نے لہاسہ میں کمیروں کے مالکوں کو پیغام بھیجا کہ ٹرومین "بدمعاشوں کے خلاف دنیا کی بھلی قوتوں کو منظم کرنے کی تمنا رکھتے ہیں" ، اور امریکی وزیرخارجہ ایچی‌سن کی یہ تجویز بھی پہنچائی کہ ایک اعلیٰ امریکی افسر "عام سیاح" کے بھیس میں تبت آئےگا اور "حمایت کے قطعی پروگرام" کے امکانات کا جائزہ لےگا ۔ *

تبت میں شورش اور مداخلت کا امریکی منصوبہ پہلے سے موجود

---

* لوویل تھامس جونیئر کا یہ خط عوامی فوج آزادی کے ہاتھ لگ گیا اور عرصے تک پیچنگ کے اقلیتی کومیتوں کے محل میں زیرنمائش رہا ۔ اس پر ۱۰ مئی ۱۹۵۰ء کی تاریخ درج ہے اور ایچی‌سن کے خفیہ ایلچی کے بارے میں لکھا ہے کہ "مسٹر میکس تھورن برگ ، جن کے ساتھ میں نے ترکی اور ایران میں دو گرمیاں گزاری ہیں ... امریکہ کے ایک بزرگ مدبر ہیں ۔ انہوں نے کمیونزم کو مشرق وسطیٰ سے باہر رکھنے کے لئے سخت محنت کی ہے ۔" تھورن برگ اعلیٰ سرکاری افسر ہونے کے ساتھ ساتھ راک فیلر کی تیل کمپنی کی ایک سرکردہ شخصیت تھا اور مقامی جاگیرداروں کو امریکی اجارہ‌دار سرمایہ‌داروں کا دم چھلا بنائے رکھنے میں یدطولیٰ رکھتا تھا ۔

پیچیدہ صورت حال میں ایک اور گرہ ثابت ہوا ۔ برطانیہ نے وہاں پہلے ہی مدت سے پنجے گاڑ رکھے تھے ۔ "فاصل ریاست" کی پرانی سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس نے ۱۹۴۳ء میں ، جبکہ چین اور جاپان میں جنگ جاری تھی ، لہاسہ میں "امور خارجہ کا بیورو" بنوا دیا اور ۱۹۴۷ء میں چین کی فرمانروائی کے حامی سیکڑوں مذہبی اور عام لوگوں کے قتل عام کی حمایت کی ۔ ۱۹۴۷ء ہی میں اس نے دہلی میں "ایشیائی کانفرنس" کا ڈھونگ رچایا اور تبت کو ایک جداگانہ سیاسی وحدت کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ، اور اس کے لئے ایک جھنڈا اور وفد بھی تیار کر دیا ۔

۱۹۴۸ء میں دو تین ملکوں نے ایک علانیہ علیحدگی پسند "تبتی تجارتی وفد" کو اپنے ہاں مدعو کیا ۔ اس وفد کو چین میں امریکی سفیر جے ۔ لیٹن اسٹورٹ نے امریکہ کے ویزے جاری کئے ، حالانکہ ان کے پاس چینی پاسپورٹ نہیں تھے ۔ لندن میں وزیراعظم کلیمنٹ ایٹلی نے اس وفد سے ملاقات کی ۔ یہ بات لب مرگ چیانگ کائی شیک حکومت کے لئے بھی ناقابل برداشت ٹھہری اور اس نے متعدد بار احتجاج کیا ۔ * لیکن لہاسہ سے ڈوریاں ہلانے والے غیرملکیوں نے احتجاج پر کوئی توجہ نہ دی اور پورے چین کے قومی علاقے میں عوامی انقلاب کی قوتوں کے پھیلاؤ سے پہلے پہلے اپنی سازش مکمل کرنے کے لئے دیوانہ وار کارروائیاں کرتے

* تفصیلات کے لئے ملاحظہ کیجئے ایک سابق کومنتانگ افسر لی تھہ زنگ کی کتاب *The Historical Status of Tibet*, New York, 1956.

رہے - ۸ جولائی ۱۹۴۹ء کو ، چین کے اقتدار اعلیٰ میں رخنہ ڈالنے کی ایک کوشش کے تحت ان کے اشارے پر کومنتانگ حکام کو لہاسہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا -

عوامی فوج آزادی نے اس چال کو بےنقاب کرتے ہوئے جواباً فوری طور پر پرعزم اعلان کر دیا کہ چین کے تمام علاقوں کو آزاد کرانے میں ایسی کوئی کوشش سدراہ نہیں ہو سکے گی - عملاً آئندہ ڈیڑھ سال تک جدوجہد جاری رہی - اس دوران سامراجی زیادہ سے زیادہ کمزور اور بےنقاب ہوتے چلے گئے - ایک طرف تو لوویل تھامس (باپ بیٹا) ایسے امریکی ایجنٹ تبت کے اندر خفیہ ڈوریاں ہلاتے رہے اور عالمی ذرائع ابلاغ میں "مسئلۂ تبت" کا ڈھنڈورا پیٹتے رہے اور دوسری طرف امریکی اسلحہ ہمالیہ کے پار پہنچتا رہا - * ادھر جونہی عوامی جمہوریۂ چین کے قیام کا

---

* مثال کے طور پر جون ۱۹۵۰ء کے "یارک شائر پوسٹ" میں اس کے کلکتہ کے نامہ نگار کا ایک مراسلہ شائع ہوا کہ امریکی اسلحہ درۂ ناتھولا کے راستے تبت بھیجا جا رہا تھا - امریکہ کی بعد کی کارروائیوں پر کرسٹوفر مولین نے ہانگ کانگ کے جریدے "فار ایسٹرن اکنامک ریویو" کے ۵ ستمبر ۱۹۷۵ء کے شمارے میں "تبت میں سی آئی اے کی سازش" کے عنوان سے روشنی ڈالی - ۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۲ء تک کے عرصے میں تبت میں پیراشوٹ کے ذریعے ہتھیار ، اور کیمپ ہالے ، کولوریڈو ایسی جگہوں کے تربیت یافتہ "چھاپہ مار" اتارے جاتے رہے - اس کے علاوہ سرحدی علاقوں پر حملوں کے لئے "خفیہ فوجوں" کو سرمایہ اور اسلحہ فراہم کیا جاتا رہا اور مختلف‌النوع سیاسی سازشیں جاری رہیں - کیمپ ہالے اور اس کی پردہ پوشی کی کچھ داستان ڈیوڈ وائز نے *The Politics of Lying*, New York, 1973, pp.238-262 میں بیان کی ہے - مزیدبرآں ۱۹ فروری ۱۹۷۷ء کو ایسوشی‌ایٹڈ پریس نے واشنگٹن سے ایک رپورٹ جاری کی جس میں امریکہ کی خفیہ کارروائیوں سے متعلق مزید ٹھوس تفصیلات بموجود تھیں-

اعلان ہوا ، برطانیہ میں اس پرانی شرط کو بحال کرنے کی باتیں شروع ہو گئیں جو ۱۹۱۱ء میں چھینگ حکومت کے خاتمے کے بعد قائم ہونے والی جمہوریہ کے سامنے رکھی گئی تھی : جب تک چین تبت سے دستکش نہیں ہوتا ، نئی حکومت کو تسلیم نہیں کیا جائےگا ۔ * اور برطانیہ کی طرف سے سرکاری طور پر چین کی نئی حکومت کو تسلیم کئے جانے کے بعد بھی تبت میں براجمان اس کے ایجنٹ علیحدگی پسندوں کے لئے امریکہ کا فراہم کردہ مواصلاتی نظام چلاتے رہے ، اور صورت حال قابو سے باہر ہوتی دیکھ کر علانیہ مداخلت پر اتر آئے ۔ ایسا ہی ایک ایجنٹ ریجنالڈ فوکس ازخود "تبت کا وزیرخارجہ" بن بیٹھا اور اس نے متعدد ملکوں کے نام بیانات جاری کئے ۔ ایک اور ایجنٹ رابرٹ فورڈ فوجی کارروائیاں اور جاسوسی کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ۔**

---

* ملاحظہ کیجئے ایوان لوارڈ کی کتاب *Britain and China*, London, 1962, p.77 : "۳ اکتوبر (۱۹۴۹ء) کے 'ٹائمز' میں شائع شدہ ایک مضمون کے مطابق ، اگرچہ مشرق بعید میں برطانیہ کے تجارتی مفادات چین کو تسلیم کرنے کے مقتضی تھے ، مگر دوسرے عوامل . . . خصوصاً چین کا یہ کھلم کھلا اظہار کہ وہ تبت پر حملہ کرےگا ، پر غور بھی ضروری تھا ۔" "ٹائمز" نے اس حقیقت پر "غور ضروری نہ سمجھا" کہ برطانیہ ، بین‌الاقوامی قانون کے تحت ، کبھی اس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکا تھا کہ تبت صدیوں سے چین کا ایک حصہ رہا تھا ، لہذا "حملہ" صرف چین کے باہر سے ہی ہو سکتا تھا ، جیسا کہ وہ گزشتہ صدی کے دوران خود متعدد بار کر چکا تھا ۔

** چین نے اپنے چند سال کی نظربندی کے بعد رہا کر دیا ۔ اس نے تبت میں اپنی سرگرمیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک کتاب *Captured in Tibet* لکھی جو پن

خود حکومت برطانیہ نے اس تبتی وفد کو جو نئے چین کے ایک حصے کی حیثیت سے تبت کی پرامن آزادی کی بات چیت کرنے پیچنگ آ رہا تھا ، کئی ماہ تک اپنی نوآبادی ہانگ کانگ سے گزرنے کی اجازت نہ دی اور یوں مذاکرات میں تاخیر ہو گئی ، حالانکہ یہی برطانیہ تھا جس نے ۱۹۴۸ء میں غیرقانونی علیحدگی پسند تبتی " تجارتی وفد " کے لئے یورپ تک راستہ ہموار کیا تھا ۔

چینی کمیونسٹ تبت سے دستبرداری اختیار نہ کرکے اپنا قومی اور بین‌الاقوامی ہی نہیں ، طبقاتی فرض بھی ادا کر رہے تھے ۔ چین کی سابقہ حکومتیں تبت اور اقلیتی قومیتوں سے آباد دوسرے خطوں کو سامراجی دست‌برد سے بچانے میں ناکام رہی تھیں ۔ داخلی طور پر انہوں نے ان خطوں کو قومی تشدد اور جاگیردارانہ استحصال کا شکار بنائے رکھا ۔ چینی عوام سامراج اور جاگیرداری کے خلاف انقلاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے آخری مرحلے میں ملک کی کسی قومیت سے غداری کرکے اسے سامراجی اور

ہکس نے ۱۹۵۸ء میں لندن سے شائع کی ۔ لیکن یہ کتاب ازخود اسے ملزم ثابت کرتی ہے ۔ مثال کے طور پر وہ لکھتا ہے کہ اس نے چین کے اس وقت کے ایک صوبے شیکھانگ میں ، جہاں تبتی آباد تھے ، چامدو کے مقام پر جاگیرداروں کی باغی فوج کو مشورہ دیا کہ وہ " پہاڑیوں میں کچھ برین گنیں رکھیں اور پلوں کو بارود سے اڑا دیں ۔ " (صفحہ ۵۱) مزیدبرآں ، اگرچہ اس نے اس بات کی تردید کی کہ وہ محب وطن اور روشن خیال بودھ راہب گیدا کو زہر دینے میں ملوث تھا اور اس کی راست بازی کی تعریف کی ، لیکن بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ بھی کہا کہ ، " میرا خیال ہے ، میں جانتا ہوں کہ اسے کس نے ہلاک کیا تھا ۔ مجھے یقین ہے کہ اسے کبھی نہیں پکڑا جا سکے گا ۔ " (صفحہ ۹۲)

جاگیردار قوتوں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ سکتے تھے - چین کے انقلاب، اس کے ثمرات اور مستقبل میں اس کی تمام قومیتیں حصہ‌دار تھیں -

تبت کے بعد، تھائی وان چین کا واحد بڑا علاقہ تھا جو غیرملکی تسلط کا شکار رہا - چینی عوام، خواہ کتنا بھی عرصہ لگے، صوبے تھائی وان کو مادروطن کی آغوش میں لا کر دم لیں گے -

آئیے یہ دیکھیں کہ جنگ آزادی کا لب لباب کیا رہا -

فوجی اعتبار سے کومنتانگ کے لگ بھگ ۸۰ لاکھ فوجیوں کا صفایا کیا گیا، جبکہ تقریباً ۵۴ ہزار توپیں، ۳ لاکھ ۱۹ ہزار مشین گنیں اور بےشمار رائفلیں عوام کے ہاتھ آئیں جنہیں بعدازاں فتح کے حصول اور دفاع میں استعمال کیا گیا -

معاشی اعتبار سے، ملک کے وسیع علاقوں کو جاگیرداروں کے شکنجے سے نجات دلائی گئی اور ملک گیر پیمانے پر زرعی اصلاحات کی تکمیل کے لئے میدان ہموار کیا گیا - شہروں کو آزاد کرانے کے بعد وہاں نوکرشاہی - سرمایہ‌داری کی ملکیت اجارہ‌دارانہ صنعتوں، بینکوں اور تجارتی اداروں کو سرکاری ملکیت میں لے لیا گیا - یوں ایسے اداروں کا لٹیراپن ختم ہو گیا اور چین کی نئی - جمہوری معیشت کا سوشلسٹ رہنما شعبہ بن گئے - نجی صنعت‌وتجارت کو، جو نوعیت کے اعتبار سے پیداواری تھی اور سٹےبازی پر مبنی نہیں تھی، بحالی میں مدد دی گئی اور معاشی سرگرمیوں کے احیاء اور پھیلاؤ میں معاونت کے قابل بنایا گیا -

یکم اکتوبر ۱۹۴۹ء کو عوامی جمہوریۂ چین کے قیام کا

اعلان کر دیا گیا ۔ نئی ریاست کی قیادت مزدور طبقہ کر رہا تھا ، اور یہ مزدوروں اور کسانوں کے اتحاد پر مبنی تھی ۔ اس میں قومی سرمایہ‌دار طبقے سمیت تمام جمہوریت پسند طبقوں کو نمائندگی دی گئی ۔ اس نے حقوق اور فرائض میں برابری کی بنیادوں پر ملک کی تمام قومیتوں کو متحد کیا ۔ اس حکومت کے قیام نے چینی عوام کے سامراج دشمن اور جاگیرداری دشمن انقلاب کی فتح پر مہر تصدیق ثبت کر دی اور سوشلزم تک رسائی کا عبوری دور شروع ہو گیا ۔

حرف آخر

" چینی عوام اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ! " یہ الفاظ ماؤ زے تنگ نے نئی عوامی جمہوریہ کا اعلان کرتے ہوئے کہے تھے ۔ ایسے عظیم تغیر کا لب لباب ، یوں سادہ اور سچائی سے بھرپور انداز میں اس سے پہلے کبھی پیش نہیں کیا گیا تھا ۔ دنیا کی ایک چوتھائی آبادی کو لپیٹ میں لینے والے اس تغیر نے پوری نوع انسانی کو سر اٹھا کر چلنے کے قابل بنا دیا تھا ۔ یہ نوآبادیاتی نظام کو مسمار کرنے میں ایک خاص اور فیصلہ کن عنصر بنا ۔ انقلاب اکتوبر کے بعد ، جس نے عالمی سامراجی نظام میں پہلا بڑا شگاف ڈالا تھا ، چینی انقلاب نے قوتوں کا پورا عالمی توازن سوشلزم اور قومی آزادی کے حق میں کر دیا ۔

جہاں تک بین‌الاقوامی حیثیت کا تعلق تھا ، چین کو بالآخر اقوام عالم میں برابری کا درجہ حاصل ہو گیا ۔ تھائی پھینگ ، ۱۸۹۸ء کے مصلحین ، اور سن یت سین کی زیرقیادت بورژوا انقلابی ، نیم نوآبادیاتی رسوائیوں سے بھری ایک صدی تک جو کوششیں کرتے رہے تھے ، انہیں بالآخر چینی کمیونسٹ پارٹی کی زیرقیادت عوامی انقلاب نے کامیابی سے ہمکنار کر دیا تھا ۔ بےشک ، چند

بڑی حکومتیں برسوں ، بلکہ عشروں تک اس کلیدی حقیقت کو تسلیم کرنے سے منکر رہیں اور نئے چین کو الگ تھلگ اور ختم کرنے کے درپے رہیں - لیکن یہ حقیقت وجود میں آ چکی تھی - ۱۹۴۹ء کے بعد ، کوئی ایک غیرملکی طاقت یا ایسی کئی طاقتیں ملکر بھی ، خواہ وہ کتنی ہی طاقتور رہی ہوں ، چین کو دوبارہ نہ جھکا سکیں - اور نئے چین نے ۱۹۴۰ء ، ۱۹۵۰ء اور ۱۹۶۰ء کے عشروں میں (چین کے اپنے علاقے ، کوریا اور ہندچینی میں) امریکہ کے فوجی ، سیاسی اور معاشی دباؤ اور دھمکیوں کے باوجود ثابت کر دیا کہ اسے جھکایا نہیں جا سکتا تھا - اور اس کے بعد ۱۹۶۰ء اور ۱۹۷۰ء کے عشروں میں سوویت یونین نے بھی ، جو کبھی چین کا واحد بڑا مددگار رہا تھا ، یہ ظاہر کر دیا کہ وہ چین کو ایک اتحادی نہیں سمجھتا تھا بلکہ اس پر کنٹرول رکھنا چاہتا تھا ، تو چین پھر ایک بار خم ٹھونک کر میدان میں آ گیا - آج وہ بیشتر طاقتیں ، جن کا نام ہی پرانے چین پر تسلط کے مترادف تھا ، نئے چین سے برابری کی بنیادوں پر تعلقات قبول کر چکی ہیں - اور جن چند ایک ملکوں نے ابھی تک ایسا نہیں کیا ، وہ بھی انجام کار اس پر مجبور ہو جائیں گے - ان کے لئے کوئی متبادل راستہ نہیں - اس بنیاد پر سب کے ساتھ اچھے تعلقات کا قیام ممکن ہے اور چین یہی چاہتا ہے -

مزیدبرآں ، ۱۹۴۹ء کی فتح کے بعد ، چینی عوام کے لئے دوسرے لانگ مارچ کا آغاز ہوا ، یہ لانگ مارچ دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں کے ساتھ صرف برابری کے لئے نہیں بلکہ مساوی حیثیت — اقتصادی حالت ، اور جدید علوم میں برابری کے لئے بھی تھا - ماؤ نے اپنی

افتتاحی تقریر میں اس کا تذکرہ بھی کیا ۔ اتنے بڑے ملک ، اتنی بڑی آبادی اور اس قدر پسماندگی کے مدنظر یہ کام بےحد کٹھن ہے ۔ سوشلزم کی بنیادوں پر اور ۱۹۴۹ء کے بعد لگ بھگ پانچ عشروں کے اندر اس فریضے کی تکمیل کو پیش نظر رکھیں تو پوری ایک صدی کی انقلابی جدوجہد محض تمہیدی کارروائی لگتی ہے ۔

سماجی اعتبار سے ، آزادی کے صرف تین سال بعد ، ۱۹۵۲ء میں چینی عوام نے زرعی اصلاحات مکمل کرکے دو ہزار سال پرانے جاگیردارانہ شکنجوں کو توڑ دیا ۔ اور مزید چار سال بعد ۱۹۵۶ء میں زراعت ، صنعت اور تجارت کی نجی ملکیت کو قدم بقدم سوشلسٹ ملکیت میں تبدیل کرنے کا عظیم اور پیچیدہ فریضہ پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ۔ یہ تغیرات ، رفتار ، پیمانے اور روانی کو اور اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اس دوران پیداوار میں کمی کی بجائے خاصا اضافہ ہوا ، تاریخ میں اپنی مثال آپ تھے ۔

وہ تمام برائیاں جو چین کا خاصہ بن چکی تھیں ، دیکھتے ہی دیکھتے ہوا ہو گئیں ! قحط ؟ بیماریاں ؟ افراطزر کی چیرہ دستیاں ؟ خانہ جنگیوں کے باعث انتشار اور تباہی ؟ عام ناخواندگی ؟ بدعنوانیاں؟ یہ برائیاں نسل‌درنسل چلی آ رہی تھیں ، لیکن چند سال کے اندر اندر ان کا خاتمہ کر دیا گیا ۔

چین کی آزادی کے ان انمٹ نقوش کو کبھی دھندلایا نہیں جا سکے گا ۔

بہرحال ، یہ محض ابتدا تھی ۔ سوشلزم ، معاشرے میں بحیثیت انقلاب اور کسی ملک کی پوری معیشت کو منصوبہ بندی کے ساتھ

تعمیر کرنے ، اس کے ڈھانچے کا تعین کرنے اور اسے چلانے کے اعتبار سے قومی اور جمہوری انقلاب سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہوتا ہے ۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ نیا چین قائم ہونے کے بعد تیس سال کے عرصے میں جہاں زبردست کامیابیاں حاصل ہوئیں ، وہاں سنگین مشکلات اور ، کچھ " بائیں " اور کچھ دائیں بازو کی غلطیاں ، حتیٰ کہ سنگین عارضی پسپائیوں کا سامنا بھی کرنا پڑا ۔

داخلی طور پر ، اس وقت دو بڑے فرائض درپیش ہیں — تمام تر مسائل کے ساتھ ، غریب ، بڑے اور قدیم ملک کی سوشلسٹ جدید کاری کا فریضہ ، اور چین کے سوشلسٹ سیاسی نظام کو بہتر بنانے اور پیش رفت دینے کا فریضہ ۔ آئیے اب تک کی کچھ کامیابیوں اور ناکامیوں کا جائزہ لیتے ہیں ۔

اقتصادی ترقی ایک اعتبار سے غیرمعمولی رہی ہے ۔ پہلی عالمی جنگ کے بعد ، جب راقم‌الحروف چین میں پرورش پا رہا تھا ، یہاں فولاد کی دیسی مصنوعات عملاً ناپید تھیں ، معمولی کوکے تک برطانیہ اور جرمنی سے درآمد ہوتے تھے ۔ یہی حال پین کی نبوں کا تھا ۔ ماچس ، جنہیں " غیرملکی آگ " کہا جاتا تھا ، زیادہ تر سویڈن سے آتی تھیں ۔ پٹرولیم جو " غیرملکی تیل " کے نام سے معروف تھا ، کی مصنوعات اسٹینڈرڈ آئل ، ٹیکساکو یا رائل ڈچ شیل کی تھیں ۔ سائیکلیں برطانیہ اور جرمنی کی ساختہ ہوتی تھیں ۔ ۱۹۴۹ء میں آزادی کے وقت تک چین میں موٹر گاڑیوں کی تیاری تو کجا اسمبلی کا کام بھی نہیں ہوتا تھا ۔ زراعت میں ، جس پر ملک کی بقا کا انحصار تھا اور ۹۰ فیصد آبادی کا پیشہ تھا ، لکڑی کا ہل

استعمال ہوتا تھا ۔

تادم تحریر ، یعنی ۱۹۷۹ء میں بھی چین کی معیشت کو ترقی یافتہ نہیں کہا جا سکتا ، لیکن یہ نیم نوآبادیاتی ملک سے ایک خودمختار ملک بن چکا ہے ، اور خاصے بڑے پیمانے پر صنعتیں قائم ہو چکی ہیں ۔ * لگ بھگ ۳ لاکھ ۵۰ ہزار فیکٹریاں اور کارخانے ، جو سب عوام کی ملکیت ہیں ، مالیت کے اعتبار سے آزادی سے قبل کی ایک صدی کے دوران تعمیر ہونے والی فیکٹریوں اور کارخانوں سے تقریباً ۲۵ گنا زیادہ ہیں ۔ فولاد کی پیداوار تقریباً ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ ٹن تک پہنچ چکی ہے ، جبکہ پرانے چین کی ریکارڈ پیداوار تقریباً دس لاکھ ٹن تھی ۔ پچھلے تین عشروں کے دوران صنعتی پیداوار میں اضافے کی اوسط ۱۱۴۲ فیصد سالانہ رہی ۔ فیکٹریوں میں نصب بیشتر مشینیں اور سڑکوں پر رواں بیشتر موٹر گاڑیاں (ہر سال لگ بھگ ایک لاکھ پچاس ہزار گاڑیاں تیار ہوتی ہیں) چین کی بنی ہوئی ہیں ۔ یہی کیفیت ٹریکٹروں کی ہے (آزادی سے قبل چین میں کسان ٹریکٹر کے نام سے بھی ناواقف تھے) ، اس وقت چین میں ۵ لاکھ ۷۵ ہزار بڑے اور ۱۳ لاکھ ۷۰ ہزار چھوٹے ٹریکٹر ہیں ۔ کسی زمانے میں چین کو تیل کے معاملے میں بانجھ قرار دیا جاتا تھا ، لیکن اس وقت چین کا شمار تیل پیدا کرنے

---

* یہ اعدادوشمار زیادہ تر یہہ چیئن ینگ کی تقریر سے لئے گئے ہیں جو انہوں نے عوامی جمہوریہ چین کی ۳۰ ویں سالگرہ کے موقع پر ۲۹ ستمبر ۱۹۷۹ء کو پیچنگ کے عظیم عوامی ہال میں کی تھی ۔

والے ملکوں میں آٹھویں نمبر پر ہوتا ہے ۔ تیل صاف کرنے کے کارخانے بھی لگائے جا چکے ہیں اور برآمد بھی کیا جا رہا ہے ۔ وہ دن لد چکے جب محض پٹرولیم کی درآمدات روک کر چین کی معیشت کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی جا سکتی تھی — ۱۹۵۰ء کے عشرے میں ایک اعلیٰ طاقت امریکہ نے اور ۱۹۶۰ء کے عشرے میں دوسری اعلیٰ طاقت سوویت یونین نے یہ کوششیں کر دیکھیں ۔ نیوکلیائی اور خلائی ٹیکنالوجی میں چین fusion اور fission دونوں پر دسترس حاصل کر چکا ہے ۔ اس نے دفاعی اور دیگر ضروریات کے لئے اپنے میزائل ، راکٹ اور ایسے مصنوعی سیارے بنائے ہیں جنہیں دوبارہ زمین پر اتارا جا سکتا ہے ۔

۱۹۴۹ء کی نسبت اب چین میں اناج کی پیداوار تین گنا اور کپاس کی پیداوار پانچ گنا ہے جو تیس سال پہلے کے مقابلے میں ، جب یہاں لاکھوں بھوکے ننگے انسان دکھائی دیتے تھے ، دگنی آبادی کی بنیادی ضروریات پوری کرتی ہے ۔ آج کوئی بھی ملک کی فضاؤں میں پرواز کرکے دیکھ سکتا ہے کہ ماضی کے چھوٹے چھوٹے کھیت بڑے بڑے اجتماعی قطعات میں بدل چکے ہیں ، جن کی حفاظت کے لئے درختوں کی پیٹیاں ہیں ، آبپاشی کے لئے آبی ذخیرے اور نہریں ہیں ۔ یہ سب کچھ بیسیوں عظیم دیواروں کے برابر عوامی مساعی کا ثمر ہے ۔

ماضی کی وبائی امراض مثلاً چیچک ، ہیضہ — اور امراض خبیثہ — بیس سال سے زیادہ عرصے سے دیکھنے میں نہیں آئیں ۔ نہ ہی یہاں منشیات کے عادی ہیں ۔ ایک سوشلسٹ ملک ہونے کے

ناتے یہاں رہن سہن ، طبی سہولتوں اور تعلیم کی خاصی حد تک ضمانت حاصل ہے ، گو عمومی معیار ابھی زیادہ بلند نہیں ۔

لیکن تصویر کا ایک اور رخ بھی ہے ۔ چین کی پیداواری اور دوسری ترقی اس کی بین الاقوامی حیثیت ، آبادی اور سوشلسٹ نظام کی بدولت پیش رفت کی صلاحیتوں سے بہت پیچھے ہے ۔ یہ بات خصوصاً دیہی علاقوں پر صادق آتی ہے جہاں ، ہنوز اسی فیصد چینی رہتے ہیں ۔ آبادی دگنی ہو جانے کے سبب زیرکاشت فی کس اوسط زمین پہلے کی نسبت کم ہو چکی ہے ، اور اناج کی فی کس پیداوار ۱۹۰۰ء کی فی کس پیداوار سے بھی کم ہے ۔ جہاں تک زراعت اور صنعت کی مجموعی پیداواری مالیت کا تعلق ہے ، چین دنیا بھر میں ، امریکہ ، سوویت یونین ، جاپان ، مغربی جرمنی اور فرانس کے بعد چھٹے نمبر پر آتا ہے ۔ بظاہر یہ ترقی کم نہیں ۔ لیکن جہاں تک فی کس مجموعی قومی پیداوار کا تعلق ہے ، وہ ۸۰ ویں نمبر پر * ہے ۔ یونان ، ترکی ، جمیکا ، زمبیا ، تھائی لینڈ یا گھانا سے پیچھے ہے ۔ اسے کچھ اتنی اچھی کارکردگی نہیں کہا جا سکتا ۔ یہ توقع سے کہیں کم ہے اور اس سے کہیں زیادہ حاصل کیا جا سکتا تھا ۔

بہرحال ، ماہیت کے اعتبار سے کچھ اچھی باتیں بھی موجود ہیں ۔ چین کی صنعت بیشتر ایسے ملکوں سے زیادہ متنوع ہے جو بلحاظ پیداوار اس سے آگے ہیں ۔ اس کے کارخانے اپنے ہیں اور مصنوعات کو اندرون ملک کھپت حاصل ہے ۔ وہ برسوں تک غیرملکی یا ملکی

---

* عالمی بینک کے ماہرین کا تخمینہ ۔

قرضوں سے آزاد رہا ۔ تاہم ایک بےحد منفی پہلو یہ سامنے آیا کہ ٹیکنالوجی اور قوت کارکردگی میں ، صنعت اور خصوصاً زراعت میں چین اور ترقی یافتہ ملکوں کے درمیان فرق ، جو ۱۹۵۰ء کے عشرے میں اور ۱۹۶۰ء کے عشرے کے اوائل میں کم ہوتا رہا تھا ، ۱۹۷۰ء کے عشرے میں پھر بڑھ گیا ۔ یہ انتہائی بائیں بازو کی پالیسیوں اور خصوصاً " چار نفری ٹولی " کی جاہ پرستانہ سرگرمیوں کا اثر تھا ۔ اور یہ صورت حال صرف معاشی شعبے تک ہی محدود نہ رہی ۔ تجربہ کار اور صاحب نظر لائق اور سیاسی رہنماؤں کی جگہ ایسے کادروں نے لے لی جن کی واحد خوبی یہ تھی کہ وہ اس ٹولی کے وفادار تھے ، یا پھر ایسے ناتجربہ کار نوجوان ان عہدوں پر آ براجمان ہوئے جن کے بارے میں اس ٹولی کو امید تھی کہ ترقی کے لالچ میں وہ اس کا ساتھ دیں گے ۔ تعلیم کے شعبے میں نقصان یہ ہوا کہ دس سال تک نئے ٹیکنیشنوں کو تربیت نہ دی جا سکی ۔ پارٹی کی متحدہ محاذ کی پالیسی کے پرخچے اڑا دیئے گئے تھے ، لہذا پرانے ٹیکنیشنوں سے مناسب استفادہ ناممکن ہو گیا ۔

اب ہم دوسرے مسئلے کی طرف آتے ہیں جو ابھی تک پوری طرح حل نہیں کیا جا سکا ۔ موجودہ حالات میں چین کے سوشلسٹ نظام کی ان بنیادی خوبیوں سے خوب تر استفادہ کیسے کیا جائے ، جن کی بدولت ملک کے نیم نوآبادیاتی اور نیم جاگیردارانہ ماضی کی بظاہر بہت سی ناقابل علاج برائیوں پر اس قدر جلد قابو پا لیا گیا تھا ؟ اور اب یہ دعوت عمل دی گئی ہے کہ چند عشروں کی مختصر تاریخی مدت کے اندر اندر ایسی عمدہ اور تیز رفتار ترقی کا مظاہرہ

کیا جائے جو نہ صرف سماجی بلکہ تنظیمی اور تکنیکی اعتبار سے ، طویل تاریخ کی حامل جدید سرمایہ‌داری سے برتر ہو ۔ قوت کارکردگی میں اضافے اور پیداوار کی فراوانی کے بغیر ، خصوصاً زراعت میں اور کثیر دیہی آبادی کی خاطر ایسے حالات کی عدم موجودگی میں نہ صرف یہ کہ موجودہ سوشلسٹ اصول — " ہر کسی سے کام اس کی صلاحیت کے مطابق اور ہر کسی کو معاوضہ اس کے کام کے مطابق " — کا نفاذ اور پھیلاؤ ناممکن ہوگا بلکہ مستقبل کا کمیونسٹ نصب العین — " ہر کسی کو معاوضہ اس کی ضرورت کے مطابق " — ناقابل رسائی ہو جائے گا ۔ چین کے سوشلسٹ انقلاب اور تعمیر کے معروضی قوانین کا ابھی اس کے مارکیسوں کو عمل کے دوران گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنا ہوگا ۔ اسی طرح جیسے اس کے سابقہ قومی ۔ جمہوری انقلاب کے قوانین کا مطالعہ فتح کی جانب پرپیچ لیکن کسی حد تک یقینی پیش رفت کے دوران کیا گیا تھا ۔

" چار نفری ٹولی " کے ہاتھوں پہنچنے والے نقصان کے بعد ۱۹۷۰ء کی دھائی کے اواخر میں یہ بات ایک بنیادی سیاسی شرط کا روپ دھار گئی کہ کمیونسٹ پارٹی کی قیادت کا وہ روایتی اسلوب بحال کیا جائے جو پرانے آزاد علاقوں میں پروان چڑھا تھا اور ساتھ ہی ساتھ حال کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے مزید فروغ دیا جائے ۔ اور یہ اس امر کی بھی مقتضی تھی کہ چین کے حالات سے ہم آہنگ سوشلسٹ جمہوریت کو فروغ دیا جائے تاکہ عوام ایسے علم اور مہارتوں کے حصول اور ان کے اطلاق میں اپنی بھرپور صلاحیتوں سے استفادہ کر سکیں ، جو ماضی کے علم اور مہارتوں

سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور متنوع ہیں ۔

۱۹۷۹ء کے ایک کلیدی سرکاری بیان میں کہا گیا تھا ، " ہمارے سوشلسٹ نظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے اور ہماری معیشت اور ثقافت بھی ابھی پسماندہ ہیں ۔ " " تاہم یہ نظام مشکلات کے باوجود یقیناً ترقی کرے گا ۔ اسے بتدریج کامل بنایا جائے گا اور بالآخر یہ ایسی پیداواری سطح تک پہنچ جائے گا جو جدید سرمایہ‌دار معاشرے کی پیداواری سطح کو پیچھے چھوڑ جائے گی ۔ یہ ایک ناقابل مزاحمت تاریخی رجحان ہے ؛ کوئی طاقت اس کے سدراہ نہیں ہو سکتی ۔ ہمارے اس پختہ سائنٹفک عزم کو نہ ماضی کی ہزیمتیں متزلزل کر سکتی ہیں اور نہ ہی مستقبل کی مشکلات میں اتنا یارا ہے ۔ " *

جہاں تک سوشلسٹ تعمیر کا تعلق ہے اس کے لئے ماضی کی نسبت زیادہ بڑی مادی بنیاد اور ، اچھے اور خراب ، ہر دو طرح کے متعدد تجربات موجود ہیں ، جو فیصلے اور کارروائی میں صحیح راہ کی نشاندھی کر سکتے ہیں ۔ عام رہنمائی کے اصولوں کی شکل میں ماؤ زے تنگ کی ٹھوس تحریریں موجود ہیں جن کی عمل کے دوران تصدیق ہو چکی ہے ۔ مثلاً " عوام کے مابین تضادات صحیح طور پر نمٹانے کے بارے میں " اور " دس بڑے تعلقات کے بارے میں " ۔ اس کے علاوہ ، ان کے انتقال کے بعد ، موجودہ دور کے اصل

---

* یہہ چیئن ینگ ، " عوامی جمہوریہ' چین کی ۳۰ ویں سالگرہ کی تقریب میں تقریر " ، پیچنگ ، ۱۹۷۹ء ۔

فریضے یعنی چار جدید کاریوں کی تصریح اور فروغ کے لئے نئے اور پرانے تجربے کو ۷۹ - ۱۹۷۸ء کے دوران کئے جانے والے نئے فیصلوں اور پروگراموں میں شامل کیا گیا ہے - تجربہ ثابت کرتا ہے کہ جب بھی درست اور ٹھوس رہنما اصولوں کی پیروی کی گئی اوائل آزادی کے برسوں ایسی تیز رفتار پیش رفت دیکھنے میں آئی ، لیکن جب انہیں ، عموماً بائیں بازو کی جلدبازی کے تحت نظرانداز کیا گیا ، پیداواری قوتوں کے فروغ کی رفتار سست پڑ گئی یا انہیں نقصان پہنچا - داخلی طور پر پارٹی ، متحدہ محاذ اور بحیثیت مجموعی عوام کی قوتیں منصوبہ بندی کے ساتھ طے کئے گئے فرائض کی طرف متوجہ ہو رہی ہیں - اور کسی مفید عنصر کو خارج نہیں کیا گیا - اور بین‌الاقوامی حالات بھی سازگار ہوئے ہیں - سازوسامان اور ٹیکنالوجی کے بڑے فراہم کنندگان رکاوٹیں اور پابندیاں کھڑی کرنے کی بجائے چین کے ہاتھ یہ چیزیں بیچنے میں سرگرمی دکھا رہے ہیں - آج چین ، خودانحصاری کے بنیادی اصول پر کاربند رہتے ہوئے باہر سے بڑی مستعدی کے ساتھ مگر چن چن کر وہ چیزیں حاصل کر رہا ہے جو وہ ہنوز خود تیار نہیں کر سکتا -

یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ داخلی اور خارجی طور پر چین کی حیثیت میں جو تبدیلی آئی ہے اور دوسری طاقتیں عالمی امور میں اس سے برابری کے برتاؤ کو جو نئی اہمیت دے رہی ہیں ، وہ اس کے قومی اور سماجی انقلاب کا ثمرہ ہے - یہ باتیں مجموعی نصب‌العین میں کسی تبدیلی کا نتیجہ نہیں - اور نہ ہی ان کا سبب یہ ہے کہ دفعتاً بڑی عالمی طاقتوں کا شعور

بیدار ہوا ہے اور وہ اس کے قدیم تہذیب‌وتمدن کی اعلیٰ اقدار کی قصیدہ گو بن گئی ہیں - چین سمیت ، ایسی کتنی قومیں ہیں ، جن کی شاندار تاریخ ہزاروں برسوں پر محیط ہے ، مگر زورآوروں اور حریصوں نے انہیں روند ڈالا اور ان کے خزانے لوٹ لئے ؟ ماضی کی عظمتوں اور ان عظمتوں کے خالقوں کے ورثاء کی تکریم اسی صورت میں ہوتی ہے کہ ان کا حال ترقی اور طاقت کا مظہر ہو — چین نے سوشلزم کی تعمیر کے ابتدائی دور میں ایسی ہی ترقی اور طاقت حاصل کی -

لہذا یہ خیال تاریخی اعتبار سے بھونڈا ہے کہ چین کو جن مختلف مشکلات کا سامنا رہا ہے وہ مقتضی ہیں کہ چین کسی نہ کسی نوع کی سرمایہ‌دارانہ معیشت اپنائے ، یا یہ کہ نوکرشاہی کے شکنجے سے نکلنے کے لئے ، جو سوشلسٹ پیش رفت میں سدراہ ہوتی ہے ، سوشلسٹ جمہوریت سوشلسٹ سیاسی ماڈل کی بجائے بورژوا سیاسی ماڈل کو سامنے رکھے - ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ چین نے اپنی مرضی سے سوشلسٹ راہ کو سرمایہ دارانہ راہ پر ترجیح دی ، تب کہیں جا کر ان اندھیاروں سے نکلا جنہوں نے ماضی کے محبان وطن اور انقلابیوں کو گھیرے میں لے رکھا تھا ، اور مستقبل کے لئے راہیں ہموار کیں -

ایسے لوگوں کی چین سے "مایوسی" بھی تاریخی اعتبار سے تنگ نظری کی مثال ہے جو انقلاب میں اس کی انتہائی قابل ذکر کامیابیوں اور بےحد جوش‌وخروش (اور بعض اوقات حد سے زیادہ شعلہ بیانی ، جیسا کہ "چار نفری ٹولی" کے دور میں ہوا) سے

متاثر ہوئے اور فرائض زیادہ کٹھن ہونے ، مشکلات اور الجھاؤ پیدا ہونے اور اتار چڑھاؤ سامنے آنے پر اعتماد کھو بیٹھے ۔ دور سے دیکھا جائے تو ہر لانگ مارچ بےدھول ، بےمشقت اور پیچ وخم سے پاک لگتا ہے ۔ دل ودماغ کو منور کرنے والا درخشاں مستقبل ان لوگوں کے حصے میں آتا ہے جو جدوجہد پر مصر رہتے ہیں اور منزل مقصود پر پہنچ کر دم لیتے ہیں ۔ دنیا میں کوئی بنی بنائی جنت نہیں ہے ۔

عمل سچائی پرکھنے کی واحد کسوٹی ہے ۔ مارکسزم کا نظریہ ، پچھلی ایک صدی کے دوران فیصلہ کن موڑوں پر معاشرے کا تجزیہ اور اس کی قلب ماہیت کرنے میں انتہائی موثر ہتھیار ثابت ہوا ہے (اسی عرصے میں اس کے مخالفین تقریباً ہر سال اسے " رد " کرتے رہے اور بےمحل اطلاق یا دیگر وجوہ کی بنا پر اسے فرسودہ یا مردہ قرار دیتے رہے)۔ اور اس نے متواتر اپنے آپ کو انتہائی برمحل سوشل سائنس ثابت کیا ہے ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ یہ تاریخ کے حقیقی عمل اور بنی نوع انسان کی اکثریت یعنی محنت کش عوام کے مفادات کی عکاسی کرتا ہے ۔ فکر ماؤ زے تنگ بھی ، جو چینی انقلاب میں مارکسزم ۔ لینن ازم کے کامیاب اطلاق سے متشکل ہوا ، اسی طرح عمل کی متواتر آزمائش سے مشروط ہے ۔ ماؤ زے تنگ خود عمل کی آزمائش کے کلیدی کردار پر زور دیتے رہے ۔ یوں آزمائشوں اور چھان پھٹک سے گزرنے کی بدولت یہ چین کے انقلاب میں مسلسل رہنما نظریہ رہا ہے اور رہے گا ۔

چینی انقلاب میں ماؤ زے تنگ اور فکر ماؤ زے تنگ کا

مقام — اور یہ کہ فکر ماؤ زے تنگ نے مارکسزم کو پرمایہ بنایا — ایک مستند تاریخی حقیقت ہے ۔ ان کے تجزیے اور اقدامات ، بلاشبہ ، بنی نوع انسان کے ربع حصے کے انقلاب کا تجربہ متشکل کرتے ہیں ۔ بےشک ، یہ افکار محض ان کے نجی افکار نہ تھے بلکہ پارٹی قیادت کے تھے ، جس نے کئی دوسری راہ ہائے عمل کی ناکامی کے بعد انہیں اپنا سربراہ منتخب اور تسلیم کیا تھا ۔ انقلاب کا نظریہ ، اس کے کامیاب عمل کی طرح ، اجتماعی تجربے اور جدوجہد سے وجود میں آیا ۔ مارکسزم ۔ لینن ازم اور فکر ماؤ زے تنگ " چین پر سرخ ستارہ " رہا اور بدستور ہے ، اور پارٹی اس کے گرد متحد ہے ۔ اس کی قیادت کسی ایک فرد پر مشتمل نہیں ، ذہین افراد کا مرقع ہے جو جدوجہد کے دوران ابھرے ۔ اور اس کی کامیابی رہنماؤں کے ایک گروپ کی ، خواہ وہ کتنے ہی ممتاز کیوں نہ رہے ہوں ، مرہون منت نہیں ، تمام چینی عوام کی رہین منت ہے جنہوں نے یہ رہنما پیدا کئے ۔

" عوامی جمہوریۂ چین زندہ باد ! " ، " دنیا بھر کے عوام کا عظیم اتحاد زندہ باد ! " یہ دو نعرے ۱۹۴۹ء میں نئی چینی ریاست کے قیام کے وقت سے پیچنگ کے قلب میں واقع بام تھیئن آن من کی دونوں جانب آویزاں ہیں ۔ کسی زمانے میں یہ شہنشاہوں کے " شہر ممنوعہ " کا دروازہ ہوا کرتا تھا اور عام آدمی کے یہاں گھسنے کی سزا موت تھی ۔ اب یہ چینی عوام کے اقتدار کا مرکز ہے ۔ اور یہیں سے وہ مستقبل کی سمت رواں دنیا بھر کے عوام سے اپنی وابستگی کا کھلا اعلان کرتے ہیں ۔

" دنیا کے گوشے گوشے میں ہمارے دوست موجود ہیں ! " ماؤ نے نئی عوامی جمہوریہ کے قیام کا جو مختصر اعلان کیا ، یہ الفاظ بھی اس میں شامل تھے - یہ ایک صدی کے عرصے پر محیط چینی انقلاب کے دشوار ترین دنوں میں بھی ایک صداقت تھی اور زیرنظر کتاب میں اس صداقت کا چرچا متواتر موجود ہے - چین کے جن دوستوں کا اس میں تذکرہ کیا گیا ہے وہ دوستی کے پیش رو تھے -

آج چین کے لئے دوستی گہرائی حاصل کر چکی ہے اور اس کا حلقہ بہت وسیع ہے - ان دوستوں میں ایسے بھی ہیں جن کی نظریں نئے معاشرے کی تعمیر میں پیش عملی کے لئے چین پر لگی ہوئی ہیں - ترقی پذیر ملکوں میں موجود دوست چین کی اس اہلیت سے متاثر ہیں کہ اس نے اپنے عوام کی مساعی سے عظمت حاصل کی - ایسے دوست بھی ہیں جو اس کے سماجی افکار یا مادی صورت حال سے متفق نہیں ، پھر بھی اسے تمام عوام کی آزادی کا حامی تصور کرتے ہیں ، اور ایک ایسی قوت سمجھتے ہیں جو اعلیٰ طاقتوں کے درمیان نئی سامراجی جنگ کے لئے پوری دنیا کو مخالف کیمپوں میں بانٹنے اور توپوں کا چارہ بنانے کی کوششوں میں سدراہ بنی ہوئی ہے - بیرونی ملکوں میں چین کی کوئی فوجیں یا فوجی اڈے نہیں - وہ پڑوسی ملکوں میں حکومتیں تبدیل کرنے کے لئے مہماتی فوجیں بھیجتا ہے ، نہ سازشیں کرتا ہے ، اور نہ ہی دوسرے ملکوں میں اپنے ناپسندیدہ لیڈروں کو قتل کرواتا ہے - اس نے بہت سے سرکاری بیانات میں اور خود اپنے آئین میں عہد کیا ہے کہ وہ کبھی اعلیٰ طاقت نہیں بنےگا - اس کا تجربہ ، کسی نہ کسی سطح پر متعدد

ملکوں کے مسائل حل کرنے میں قابل عمل ہو سکتا ہے ، مگر وہ کسی ملک پر اپنا تجربہ مسلط نہیں کرتا ۔ وہ قومی اور سماجی آزادی کی تحریکوں کا ساتھ دیتا ہے ۔ امریکہ ایسا بڑا ملک ہو یا سان مارینو سا چھوٹا ملک ، چین بین الاقوامی امور میں سب سے مساوی برتاؤ کرتا ہے ۔ اس نے اپنے ماخذ کو فراموش نہیں کیا ۔ ساتھ ہی ساتھ وہ سفارتی تعلقات میں ، مختلف سیاسی نظام رکھنے والے ملکوں میں کوئی امتیاز نہیں کرتا اور ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہے ، جیسا وہ اس سے کرتے ہیں ۔

چینی کمیونسٹ پارٹی کی زیر قیادت چینی انقلاب نے جاپان کی اس کوشش کے خلاف ہمہ گیر جدوجہد کی کہ وہ چین کو محکوم بنانا چاہتا تھا ۔ آج ، برابری کے جذبے کے ساتھ اور کسی پرانی عداوت کے بغیر ، اس نے ایسی کوششیں کی ہیں ، جن کی بدولت ایشیا کے یہ دونوں بڑے ملک ، باہمی خودمختاری ، سلامتی اور معاشی فائدے کی غرض سے مل کر کام کر رہے ہیں ۔ امریکہ کے ساتھ برابری کی بنیادوں پر تعلقات معمول پر آنے میں ۲۲ سال کا عرصہ لگا ۔ یہ تعلقات بحرالکاہل کے علاقے میں چپقلش پیدا کرنے کی بجائے امن قائم رکھنے میں مدد دے رہے ہیں اور ایسی راہیں تلاش کرنے میں ممد ہیں کہ عارضی طور پر جدا صوبہ تھائی وان بالآخر چین سے آ ملے ، اب یہ مقصد پرامن طور پر حاصل کرنا نسبتاً آسان ہو گیا ہے ۔ عالمی سطح پر چین جارحیت کا ساتھ نہیں دیتا بلکہ اس کی مزاحمت کر رہا ہے اور تیسری عالمی جنگ کی روک تھام کے لئے اجتماعی کوششوں میں ہاتھ بٹا رہا ہے ۔ وہ

اس موقف کا علمبردار ہے کہ تمام ملک اپنے اپنے وسائل پر اختیار اور ان وسائل کے دفاع کی خاطر اکٹھے ہونے کا حق رکھتے ہیں — تیل برآمد کرنے والے ملکوں کا تیل ہو یا ساحلی ممالک کا ۲۰۰ میل سمندری زون - وہ تیسری دنیا کے ممالک ، غیرجانبدار بلاک اور یورپی ملکوں کے اتحاد کا حامی ہے - یہی سبب ہے کہ دنیا میں ہر جگہ اس کے رہنماؤں کی آؤ بھگت ہوتی ہے -

جنگ افیون سے آزادی تک - ایک طویل سفر طے کیا گیا - اب سے اکیسویں صدی تک - اس سے بھی طویل تر سفر طے کرنا ہوگا - ماضی میں کوتاہیاں اور خطرات دامن گیر رہے - مستقبل میں بھی ان کا یقیناً سامنا ہوگا - مگر تجربے سے یہ نتیجہ بہ آسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اپنے اور دوسرے کے عمل سے حاصل شدہ اسباق کو مدنظر رکھتے ہوئے چین عالمی امن اور عالمی ترقی کی حفاظت میں اہم تر کردار ادا کرتا رہے گا -

ہر ملک کے عوام اپنی تاریخ خود تخلیق کرتے ہیں - لیکن عالمی سطح پر تمام ملکوں کے عوام ایک دوسرے سے وابستہ ہیں اور یہ تاریخ مشترک ہو جاتی ہے -

قارئین ، آپ کسی ملک میں بھی رہتے ہوں ، چین کی تاریخ آپ کی تاریخ کا ایک جزو ہے -

اور آپ کے ملک کی تاریخ چین کی تاریخ کا ایک حصہ ہے -

从鸦片战争到解放
艾格斯坦 著
巴 特 译
外文出版社出版
（中国北京百万庄路24号）
外文印刷厂印刷
中国国际书店发行
（北京399信箱）
1984年（32开）第一版
编号：（乌）11050—159
00370
11—U—1673p